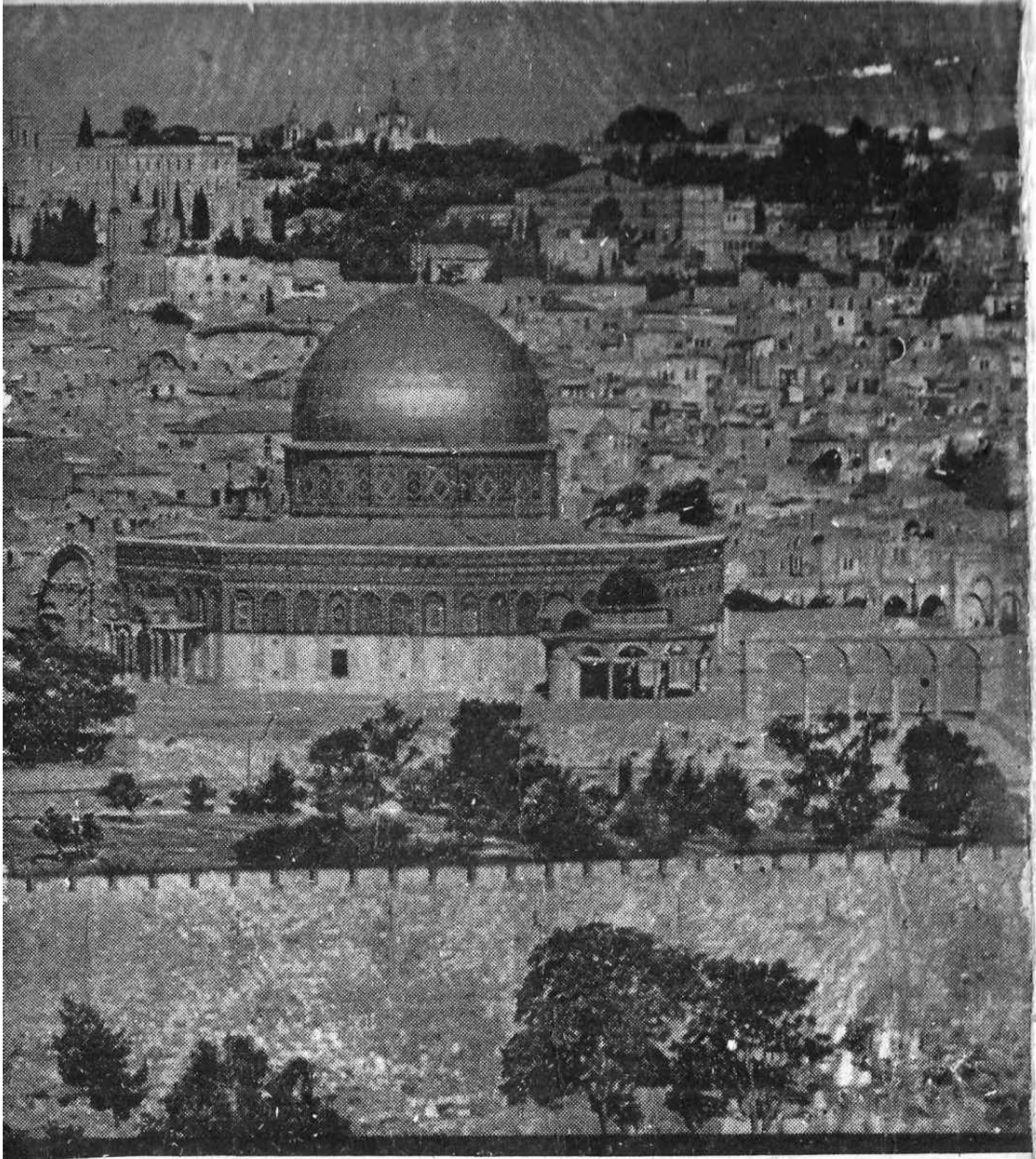


اناجیل اربعہ اور انشراقِ مسیحی



پادری عمانوئیل ناظر
بی۔ اے۔ ایم۔ ڈو، ایس۔ ٹی۔ ایم



پادری عمک انوائیل ناصیر

” راستی زمین سے نکلتی ہے “ زیور - ۸۵ : ۱۱

اناجیل اربعہ

اور

آثار قدیمہ



از قلم: پیادری عمانوئیل ناقصر

بی۔ اے، ایم ڈیو
ایس۔ ٹی۔ ایم

انتساب

ہیں اس تحقیقی مقالہ کو اپنے دادا مرحوم پادری بونامی صاحب
مبشر انجیل یو۔ پی جی چرچ چیکوال نسل جہلم کے نام سے منسوب کرنے میں
خوشی محسوس کرتا ہوں۔

عماد ایل ناصر

یکم جنوری ۱۹۷۸ء

حرف آغاز

علم آثار قدیمہ تاریخی سائنس کی وہ شاخ ہے جو انسان کے زمانہ ماضی کی دستاویزات اور یادگاروں کی صبر و تحمل سے تحقیق و تفسیر کرتی ہے۔ اس کا اس تمام مواد کی چھان بین، تبویب، احیاء، تفسیر و تشریح، اشاعت اور تحفظ سے تعلق ہے جس سے کسی خاص ملک یا قوم کے متعلق علم حاصل ہوتا ہے۔ علم آثار قدیمہ متواتر ایسا قیمتی مواد فراہم کرتا رہتا ہے جو تاریخی حقائق کو ثابت اور اسے مالا مال کرنے میں مصروف ہے لہذا اسے اکثر اوقات ”کنیز تاریخ“ بھی کہا جاتا ہے۔ علم آثار قدیمہ کے مواد کو عام طور پر یادگار عمارات، مقامی کے نمونوں، تحریری اور روایتی اقسام کے زمروں میں ترتیب دیا جاسکتا ہے۔

علم آثار قدیمہ مقامات کی سطح، تشریض، محل وقوع، مضامین اور ان قدیم اشیاء کا بغور مطالعہ کرتا ہے جو اتفاقاً یا کسی منصوبے کے تحت دریافت ہوئی ہیں۔ مقامات کی کھدائی، قدیم یادگاروں کی دریافت اور ان کا مطالعہ، کتبوں کی عبارت کو سمجھنا، مسودوں کا پڑھنا، انسانوں اور حیوانوں کے نیچر، کاسٹس، حنوط شدہ لاشوں اور تمام قبم کی اشیاء اور معلومات کو جمع کرنا جو انسانی علم میں اضافے کا باعث ہوں، ان سب کے ساتھ اس کا تعلق ہے۔

علم آثار قدیمہ کی دلچسپی اور حسی نظر فریب کی اساس اس حقیقت پر ہے کہ دنیا کے مرد و زن ابتدائے آفرینش سے ہمیشہ نت نئے نئے انکشافات و اکتشافات میں گہری دلچسپی کا اظہار کرتے رہے ہیں اور ہر ایک فرد بشر کی یہ تمنا رہی ہے کہ وہ ماضی کی پنہاںیاں ہیں جانگ کر دیکھے۔ موجودہ زمانے کے تعلیمی طریق کار میں سائنسی خباہت تحقیق کے تعارف اور اس شہادت کو حاصل کرنے کے پُر زور مطالبہ کی وجہ سے جو بائبل مقدس، ہیروڈوٹس اور قدیم علم و ادب کی کتابوں کی تصدیق، ان میں اضافے یا ان کی صحت کی تردید کرے یہ دلچسپی اور زیادہ گہری ہو گئی ہے۔

رفتہ رفتہ ہر چیز کے متعلق خیال آرائی اور تحقیق و تفتیش فیشن سا بن گیا۔ ماضی مقدس

اور شہرہ آفاق مصنفین ہیردوٹس، مینیٹھو (MANETHO) یوسیفوس اور جیرم کی تصنیفات بھی ہدف تنقید بنیں۔ مفکروں اور فلاسفوں نے بائبل مقدس کے جستہ جستہ حصوں کا مطالعہ کیا اور اپنے نقطہ نظر اور ذاتی رجحانات کے مطابق اس کی تفسیر و تشریح کی اور اس کے بعد اپنی مشکوک آراء و عوام الناس کے سامنے پیش کر دیں۔

سترھویں صدی کے وسط میں تشنگ و شبہ میں اضافہ ہوتا چلا گیا اور اس کے بعد آنے والی دو صدیوں کے دوران میں ہر روز اور تقریباً ہر طرح سے دنیا میں بائبل مقدس کے متعلق شکوک و شبہات کی نشر و اشاعت کی گئی اور بہت سے کمزور ایمان والے لوگ دلائل و براہین کے سیلاب میں بہہ گئے۔

ان صدیوں میں بہت سے نیک لوگ یہ کہا کرتے تھے: ”خدا کہاں ہے وہ اپنے کلام کی حفاظت کے لئے کیوں نہیں آتا؟“ لیکن خدا اپنا کام کر رہا تھا۔ وہ اپنے دانشور لوگوں کو ایسے کام میں سرگرم عمل ہونے کی ترغیب دے رہا تھا جس سے وہ بائبل مقدس کی سرزمینوں میں کسی منصوبے کے تحت تحقیق جاری رکھ سکیں۔ اُس سائنس کی ابھی ابتداء تھی جسے علم آثارِ قدیمہ کہتے ہیں۔ یہ سائنس نقلی اور جعلی ہم چوہا دیگرے نسبت قسم کے بر خود غلط سائنسدانوں کے رتھوں کے پیٹوں کو نکال دینے والی تھی اور انہیں مجبور کرنے لگی تھی کہ وہ آئیوے زمانے میں زیادہ دشوار گزار راستوں میں اپنے رتھوں کو چلا لیں۔ اسور، بابل، فارس، مصر، سوریہ، مشرقِ اُردن اور فلسطین تحقیق کی وسیع تجربہ گاہیں بننے والی تھیں جن میں مختلف اقوام کے ہوشیار اور اعلیٰ تربیت یافتہ مرد و زن و نابالغ موزوں پیمانوں کے ذریعہ بائبل مقدس کی صداقت و صحت کا جائزہ لیتے تھے۔

اس کتاب کی تصنیف کا مقصد و حید یہی ہے کہ حقیقت کی پردہ کشائی ہو اور تاریخ اور علم آثارِ قدیمہ کی روشنی میں اناجیل اربعہ کی صداقت کی تحقیق و تفتیش کی جائے۔ اس غرض سے راقم الحروف نے اس کتاب کو دو حصوں یعنی شہروں اور شخصیات میں تقسیم کیا ہے۔ پہلے حصے میں اُن شہروں کا تذکرہ ہوا ہے جن کے متعلق انجیل مقدس میں بیان ہے۔ اُن کے محل وقوع کے متعلق آثارِ قدیمہ سے تصدیق کی گئی ہے۔ دوسرے حصے میں اُن شخصیات

کے متعلق معلومات حاصل کرنے کی ہر ممکن کوشش کی گئی ہے جن کا انجیل مقدس میں ذکر ہے اور انکی تاریخی اور آثار قدیمہ کی شہادتوں کے متعلق روشنی ڈالی گئی ہے۔

مسنف کی پُر خلوص دعا ہے کہ یہ کتاب تاریخی کرام کے ایمان کی تقویت کا باعث ہو۔ ہم ایسے زمانے میں سالس لے رہے ہیں جس میں ان بدعتوں کی فراوانی ہے جن کی پیشینگوئی رسولوں کے خطوط میں کی گئی ہے۔ ان ایام کے متعلق ہم مکاشفہ کی کتاب میں بھی پڑھتے ہیں کہ کلیسیا نہ سرد ہے نہ گرم۔ اس صورت میں یہ اسٹر ضروری ہے کہ وہ لوگ جو خداوند کو جانتے اور اُس سے محبت کرتے ہیں اُس ایمان کے واسطے جانفشانی کریں جو مقدسوں کو ایک ہی بار سونپا گیا تھا تاکہ ہم ایسے خط ہوں جیسے تمام لوگ جانیں اور پڑھیں۔

عمانوایل ناصر

یکم مارچ ۱۹۷۳ء

موضوعات

پہلا حصہ

۱۔ یروشلم

ا۔ نام ب۔ محل وقوع

ج۔ جغرافیائی خصوصیات

۱۔ وادیاں ۲۔ پہاڑ ۳۔ چشمے

۲۔ یروشلم کی تاریخ

۳۔ عہد مقدس کا یروشلم

۴۔ عہد جدید کا یروشلم

۵۔ یروشلم شہر کے قرب و جوار میں آثار قدیمہ

ا۔ شہر کی فصیل ب۔ قلعہ

ج۔ بیت المقدس کا حوض د۔ شیوخ کا حوض

د۔ کنزاری کا چشمہ س۔ بیت تانگے

ص۔ گیتسمنی کی غار ط۔ صلیب کا راستہ

ح۔ گائیگنٹو میں مقدس پطرس سول کا گرجہ

ف۔ سینٹ این کا گرجہ

ک۔ مقدس قبر کا گرجہ

ل۔ ہقل دوم م۔ انتونہ

۶۔ بیت لحم

ا۔ مسیح کی ولادت پر بیت لحم میں جو

واقعات ہوئے۔

۱۔ بیت لحم کا ستارہ

۲۔ چرواہوں کی آمد

ب۔ بیت لحم میں یسوع مسیح کی پیدائش

۱۔ مسیح کی تاریخ پیدائش

۲۔ ادگستس کا نظام اسم نویسی

ج۔ بیت لحم کے قرب و جوار میں آثار قدیمہ

۱۔ چمنی، سرائے

۲۔ راخل کی قبر

۳۔ ولادت کا گرجہ

۴۔ بنیامینی رامہ

۵۔ ناصرة

۸۔ ناصرة کے قرب و جوار میں آثار قدیمہ

۹۔ کفر نحوم

۱۰۔ تانانی گلیل

۱۱۔ وکیلس

۱۔ دمشق ۲۔ سائیتھوپولس ۳۔ گلیل کی

جھیل کے مشرق میں واقع شہر ۴۔ گدارا

۵۔ پیلادور دیون ۶۔ جوباس

۷۔ فلیدلفیہ

۱۲۔ سامریہ

۱۳۔ سامریہ اور اس کے گرد و نواح میں آثار

قدیمہ کی دریافتیں۔

۱۔ بیتوب کا گنواں

۱۳۔ بیتو سید

۱۵۔ قیسریہ قلی

۱۶۔ بیت غیاہ

۱۷۔ یو

۱۔ عہد عتیق کا یو

۲۔ عہد حبید کا یو

۳۔ عہد حبید کے یو کی کھدائی

۴۔ سقوط یو کی تاریخ

دوسرا حصہ

۱۔ خاندان ہیرو دلیس

۱۔ ہیرو دلیس اعظم

۲۔ ہیرو دلیس ار فلاوس

۳۔ ہیرو دلیس انتیپاس

۴۔ ہیرو دلیس فلپس

۵۔ ہیرو دلیس اگر با اول

۶۔ ہیرو دلیس اگر با دوم

۷۔ ہیرو دلیس

۸۔ سلومی

۹۔ رومی حکمران

۱۰۔ قیسر اوگوستس

۱۱۔ تبرییس قیسر

۱۲۔ تواریخی تعارف

۲۔ تبرییس کا دور حکومت

۳۔ تبرییس کا کردار

۴۔ ٹیکس یا خراج

۵۔ یہودیہ کا حاکم

۶۔ پنطس پیلاطس

۷۔ سورہہ کا حاکم

۸۔ کوریس

یروشلم کا سب سے پہلی مرتبہ ذکر ”تل العمارنہ“ (TELL EL AMARNA) کی تختیوں میں ملتا ہے (۱۳-۵۰ ق م) جہاں اسے یروشلم (URASHALIM) کے نام سے پکارا گیا ہے۔ اسوری کتبوں سے بھی یہی نام ظاہر ہوتا ہے۔ یہ اسوری کتبے آٹھویں صدی قبل مسیح کے ہیں۔ پیراٹش ۱۴: ۱۸ آیت میں اسے سالم یا شالیم کہا گیا ہے۔ اُس زمانے میں سالم ملک صدد کاہن کی کہانت کا مرکز تھا۔ قاضیوں کے زمانہ میں اسے یروشلم کا یہ ہوس کہتے تھے۔

و ہر وہ شخص اُس رات سہنے پر راضی نہ ہوا بلکہ اٹھ کر روانہ ہوا اور یہاں کے
سامنے پہنچا۔ (میرد شلیم یہی ہے)۔ اور دو گرتے زمین کے ہوتے اُس کے ساتھ تھے

اور اُن کی حرم بھی ساتھ تھی۔ (قصۃ - ۱۰: ۱۹)

بائبل مقدس کے مطابق اس کی قدیم ترین اہلیہ ہے ۱۶۷۲ کے راجہ بیہولیم اور

زبور ۷۹: ۲ میں مختصر صورت یہ ہے :- ”سالم میں اُس کا خیمہ ہے اور صیون میں اس کا مسکن ہے“ لیکن مقدس متی رسول کی انجیل میں اسے یروشلم کہا گیا ہے ۔

”یرمیاہ - ۱۸: ۲۴ ، آستر - ۲: ۴ ، تواریخ - ۱۱: ۲۵ ، ۱۳: ۳۲ میں اسے یروشلم (YERUSHALAYIM) کہا گیا ہے ۔ وہ سب سے پہلے یودیوں نے بغاوت کے زمانہ میں راج کئے اور یودی علم و ادب میں بھی اس شہر کے نام کی یہی اطلاع ہے ۔ یوانہ حاضرہ کے ظالمودی یودی بھی بالعموم یہی نام استعمال کرتے ہیں :-“

شاہ یوداہ داؤد کے زمانے سے ۱۳۵۰ تک جب رومی شہنشاہ (AELIAS HADRIANUS) ایلیس ہیڈریانوس موسوم ایلیاہ کیپٹولینا (AELIA CAPITOLINA) نے اس شہر کو از سر نو تعمیر کیا اس شہر کا یہی نام تھا یعنی یروشلم ۔

کانسٹنٹائن (CANSTANTINE) کی والدہ محترمہ ہلینا (HELENA) نے ۳۲۵ء میں اس شہر کی زیارت کی ۔ اس شہنشاہ نے اس شہر کا نام از سر نو یروشلم رکھا ۔ آج کل اہل اسلام اسے ”القدس“ یعنی مقدس یا پاک کہتے ہیں ۔ لیکن مسیحی اور یہودی اسے یروشلم ہی سمجھتے ہیں ۔ ڈاکٹر چارلس پفیر (Dr. Charles Pfeiffer) کا بیان ملاحظہ فرمائیے :-

”عبرانی نام یروشلم جن کا ترجمہ یروشلم کیا جاتا ہے کنعانی یروشلم سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں ”دیوتا شالم نے اس شہر کی بنیاد رکھی“ شالم اموریوں کا دیوتا تھا اور حنتی ایل ۱۴: ۳ سے اس کی تصدیق ہوتی ہے کہ یہی یروشلم ہے“

”خداوند خدا یروشلم سے یوں فرماتا ہے کہ تیری ولادت اور تیری پیدائش کنعان کی زمین کی ہے ۔ تیرا باپ اموری تھا اور تیری ماں حنتی تھی“

۱۔ The International Standard Bible Encyclopedia 1966

۲۔ Pfeiffer Charles P. THE BIBLICAL WORLD P.1596.

Baker Book House Grand Rapids, Mich. P 300.

دراؤد کے بیٹوں کے ناموں میں یروشلم کے دیوتا کے نام کی جھلک موجود ہے۔

محل وقوع :

یروشلم کا شہر بحیرہ مردار کے چوڑے ۱۷ میل مغرب میں ہے۔ وہ ایک پہاڑ پر واقع ہے جس کی اونچائی دو ہزار پانچ سو پچاس (۲۵۵۰) فٹ اور سطح سمندر یعنی بحیرہ مردار سے تین ہزار آٹھ سو (۳۸۰۰) فٹ اونچائی ہے۔ بحیرہ روم شہر یروشلم کے مشرق میں تقریباً تینتیس میل کے فاصلے پر ہے۔ اور زبور نویس نے جو اسے "بلندی میں خوشنما اور تمام زمین کا خضر ہے" (زبور - ۳۸: ۲) کہا ہے تو اس میں کوئی مبالغہ نہیں ہے۔ یہ شہر بابل، تیبن، روم یا میفس کی طرح کسی دریا پر واقع نہیں ہے۔ اور نہ صویر، صیدا اور سکندریہ کی طرح اس کی کوئی بندرگاہ ہے۔ ایشیائے کوچک اور مصر کے درمیان یہ شہر شاہراہ سے بہت دور تھا۔ لیکن ان ساری باتوں کے باوجود وہ یروشلم کی ندی اسے سیراب کرتی تھی۔ یہ قدیم ندی شہری ضروریات کیلئے آب رسانی کا معقول ذریعہ تھی۔ جیون کے چشمہ کو کنواری کا چشمہ بھی کہا جاتا ہے۔ قدرون میں اس کا یہی نام ہے لیکن قدرون اور جیون کی وادی کے اتصال پر یہ عین راجل (EN ROGEL) یا ایوب کا کنواں کے نام سے موسوم ہے۔ شاہان داؤد اور سلیمان (۱۰۰۰ - ۹۳۰ ق م) اور یہوداہ کے عہد میں اسرائیل کی متحدہ مملکت کا یہ مرکزی اور اہم شہر تھا۔ شاہان یہوداہ کا عہد ۹۳۰ - ۵۸۸ ق م ہے۔

(MERRIL F. UNGER)

جغرافیائی خصوصیات :

یروشلم کا شہر پہاڑوں کے سلسلہ پر واقع ہے۔ یہ پہاڑیاں ایک دوسرے کے ساتھ ملی ہوئی ہیں۔ شمال کے سوا باقی تمام اطراف یہ شہر گہری وادیوں سے گھرا ہوا ہے۔ قدرتی خندقیں زمانہ قدیم سے اس کی حفاظت کا کام لے رہی ہیں اور حفاظتی قلعوں کی تعمیر میں بڑی آسانیاں پیدا ہوئی ہیں۔ اگرچہ کئی صدیوں سے اس پر مختلف اقوام کا قبضہ رہا ہے لہذا اندرونی شہر کی قدرتی اور جغرافیائی خصوصیات میں بہت سی تبدیلیاں رونما ہوتی رہی ہیں۔ تاہم بعض اہم باتوں کا تذکرہ ضروری معلوم ہوتا ہے۔

۱۔ وادیال :

مشرق میں قدرون کی وادی نے یروشلم کو اپنی آغوش میں لے رکھا ہے۔ اس وادی کی ڈھلان کوئی ۴۵ کا زاویہ بناتی ہے۔ ہنوم کی وادی شہر کے جنوبی سرے کی مغربی جانب پھیلی ہوئی ہے اور شہر کے جنوب مشرق میں یہ قدرون کی وادی سے جا ملتی ہے۔ یہ "BIR AYYAH" یا ایوب کے کنواں کے قریب ہے۔ عہد عتیق میں اسے عین راجل کہا جاتا تھا۔ (۱۔ سلاطین۔ ۹:۱)

طیروپون یا پیسے مارکر (TYROPEON OR CHESSEMARKER) کی وادی۔ رومی زمانے میں یہ اسی نام سے پکاری جاتی تھی۔ لیکن زمانہ حاضرہ میں مرکزی وادی کے نام سے موسوم ہے۔ یہ وادی دمشق کے پھاٹک کے بالکل قریب سے شروع ہوتی ہے اور مشرق میں شیلوخ کے حوض کی طرف جاتی ہے جہاں یہ قدرون سے جا ملتی ہے۔ اس وادی کی تین شاخیں ہیں جو شمال، مغرب اور تنوفل کے نیچے تک جاتی ہیں۔ قدیم شہر میں جو وادی ہے وہ انواع و اقسام کے آثارِ قدیمہ کی بچی کھچی نشانیوں سے الٹی پڑی ہے۔ وہ نشانیاں آج بھی مرجع خاص و عام ہیں۔

۲۔ پہاڑ :

زمانہ قدیم میں یروشلم چار پہاڑیوں پر واقع تھا۔ اور اس کے چاروں طرف دوسری پہاڑیاں تھیں۔ اس شہر کی جغرافیائی خصوصیات کے متعلق دورِ حاضرہ میں ہمارے علم میں بہت اضافہ ہوا ہے۔ اور کئی روایتی اصطلاحات کی تصحیح کرنی پڑے گی۔

کوہ صیتون :

کوہ صیتون پر کنعانیوں کا یروشلم واقع تھا۔ لیکن امتدادِ زمانہ کے ساتھ ساتھ یہ نام ساری مشرقی ڈھلان کے لئے استعمال ہونے لگا جس پر ابتدائی زمانے کا یروشلم پھیلنے لگا۔ لیکن درحقیقت عہدِ عتیق کا صیتون اُس چٹان پر واقع تھا جو ڈھلان کے جنوبی کنارے پر قدرون اور طیروپون کی وادیوں کے درمیان ہے۔ "صیتون کا آب رسانی کا نظام بہترین تھا۔ جو کنعانی کے عیسفہ سے پانی فراہم ہوتا تھا۔ آج کل اسے عین ستی مریم (کنزاری کا چشمہ)

کہا جاتا ہے۔ اور عین راجل اور بیرایوب (ایوب کا کنواں) کے نام سے بھی موسوم ہے۔ غالباً ایوب کا ابتدائی نام یوآب ہے۔ یوآب شاہ داؤد کا سپہ سالار تھا۔ کیونکہ کوئی ایسی روایات نہیں ملتیں جس سے یہ ثابت ہو کہ ایوب کا یروشلم سے کسی قسم کا تعلق رہا تھا۔^۳ پہلی صدی سے ہی مسیحی روایات کے مطابق صیون، یروشلم کے مغربی کنارے کی جنوبی ڈھلان پر طیرو پوئین اور ہنوم کی وادیوں کے درمیان ہے۔ زمانہ حال کی روایت کا صیون اسرائیل کی ریاست میں ہے اور اسے مقدس مقام سمجھا جاتا ہے۔ تاہم علم آثار قدیمہ اور کتب مقدسہ کے مطابق کوہ صیون یروشلم کے انتہائی جنوبی سرے پر واقع تھا۔

کوہ ہیکل :

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوہ ہیکل صیون کے شمال میں واقع تھا۔ خیال کیا جاتا ہے کہ یہ پہاڑ اردنہ کی ملکیت تھا جہاں اس کا کھلیہان تھا۔ اس کے بعد داؤد نے اسے خرید لیا اور سلیمان نے اس جگہ ہیکل تعمیر کی۔ ایک روایت کے مطابق یہ وہی مقام ہے جہاں ابراہام نے اپنے بیٹے اسحاق کو قربان کیا تھا یعنی موریہ کا پہاڑ (پیدائش - ۲۲:۲)۔^۴ ۲۔ تواریخ - ۱:۳)۔ موریہ کی سرزمین بنی اسرائیل کے قبیلوں کی تاریخ کے مطابق ایک دور افتادہ مقام تھا یعنی یہاں انسانی بود و باش اور تہذیب و تمدن کی روشنی ابھی نہیں پھیلی تھی۔ بادشاہ داؤد کے زمانہ میں مشرقی پہاڑ کے وسطی حصہ کو موریہ کہا جاتا تھا۔ اور یہاں کی اصطلاح یہودیوں نے اپنے حزب کے قلعہ کے لئے استعمال کی تھی جو رفتہ رفتہ کوہ ہیکل کے لئے بھی استعمال ہونے لگی۔ (نمبر ۱:۶۵، موریہ ۴:۳۱)۔ کوہ ہیکل اب چٹان کا گنبد یا محراب الجبل ہے۔ مقدس چٹان جو گنبد کے نیچے ہے غالباً وہ جگہ ہے جہاں یہودیوں کی سوختی قربانی کی قربان گاہ تھی۔

عوفل :

کوہ ہیکل کے جنوبی کنارے کو عوفل کہتے ہیں۔ عوفل کے حزب میں یہودیوں کا

ابتدائی شہر کوہ صیون تھا۔ اس کے بعد صیون کو عکروہ یا کوہ عکروہ کہنے لگے۔ (Dr. Pfeiffer) کوہ زیتون:

کوہ زیتون یروشلم کی مشرقی اور سچائی کے ساتھ نمودار واقع ہے۔ قدرون کی وادی ان دونوں کو جدا کرتی ہے۔ چوڑے کے پتھر کی ایک میل لمبی پہاڑیوں کی یہ ڈھلان کوہ زیتون کہلاتا ہے۔ سطح سمندر سے اس کی بلندی تقریباً دو ہزار چھ سو اسی (۲۶۸۰) فٹ ہے۔ مسٹر جان بی کالکین (JOHN B. CALKIN) نے کوہ زیتون کے متعلق یوں لکھا ہے :-

”یروشلم کے مشرق میں ایک ٹیڑھا ترچھا پہاڑ ہے جسے قدرون کا تنگ نالہ شہر سے جدا کرتا ہے۔ بائبل کے وہ واقعات جو اس پہاڑ سے مربوط ہیں اس کو ملک فلسطین کی دوسری جگہوں کی نسبت بہت زیادہ دلچسپ بناتے ہیں۔ جب داؤد اپنے بیٹے ابی سلوم کے در سے بھاگا تو اس نے یہی راستہ اختیار کیا تھا لیکن سب سے بڑھ کر یہ کہ ہمارے خداوند کی زندگی کے واقعات کا مرکز ہونے کی وجہ سے اسے دلچسپ بنا دیا ہے۔ گتسمی کا باغ یروشلم کے پاس کوہ زیتون کی مغربی ڈھلان پر تھا۔“

۳۔ چشمے:

یروشلم میں ہمیشہ سے فراہمی آب بہت قلیل رہی ہے۔ صرف جیحون اور عین راجل کے چشمے دوامی ہیں۔ جیحون سب سے بڑا چشمہ ہے اور وہ ان میں تین سے پانچ مرتبہ اس کا پانی کناردوں سے باہر بہہ نکلتا ہے۔ محاصرہ کے زمانہ میں اس چشمے تک رسائی کی خاطر سرنگیں اور نالیاں کھودی گئی تھیں۔ ممکن ہے کہ یہ آب ان سرنگوں میں سے کسی ایک کے راستے شہر بوس میں داخل ہوا ہو۔ اور اس نے اپنے بادشاہ داؤد کیلئے اس شہر کو فتح کر لیا۔ (۲۔ سموایل ۵: ۸، ۱۰۔ تواریخ۔ ۱۱: ۶) سلوآم کے تالاب کا

Calvin John B. Historical Geography of
Bible Lands Philadelphia. The Westminster
Press P. 38, 1915.

دار و مدار اسی چشمہ پر ہے۔ سلو آم کے تالاب میں پانی لانے کے لئے چونے کے پتھر کے پہاڑوں میں تقریباً اٹھارہ سو (۱۸۰۰) فٹ کی ایک سرنگ بنائی گئی اور اُسے جیحون کے چشمے کے ساتھ ملا دیا گیا۔ ۲-۲۲:۲۰، ۲-۲۲:۳۲، ۲-۲۲:۳۰

یروشلم کی تاریخ

خداوند مسیح کی پیدائش سے پندرہ صدیاں پیشتر فلسطین کی تہذیب بام عروج پہنچی۔ مشرق، مغرب، شمال اور جنوب کے درمیان یہ پل کی حیثیت رکھتی تھی۔ اور اس کے ہمسایہ ممالک یعنی جنوب مغرب میں مصریوں، شمال میں عیتوں اور اسوریوں اور مشرق میں بابل کی عظیم الشان اور طاقتور سلطنتیں تھیں۔

اس سرزمین میں ابراہام ایک خانہ بدوش کی سی زندگی گزارتا تھا۔ وہ اپنے ریوڑ ملک میں اس طرف سے اُس طرف لے جایا کرتا تھا۔ سنہ ۱۸۵۰ ق۔ م کے قریب وہ دریائے فرات کے کناروں سے کنعان کی سرزمین میں آیا۔ یہاں اُس نے سامی نسل کے لوگوں کو دیکھا جنہوں نے اس سرزمین کے اصلی باشندوں کو مار بھگایا تھا۔ جب اُس نے وفات پائی تو اسے جیرون میں مکفیلہ کے غار میں دفن کیا گیا۔ اس کا پوتا یعقوب تھا جسے اسرائیل بھی کہتے ہیں۔ اُسی سے بنی اسرائیل موسوم ہوئے۔ اس کے بارہ بیٹے تھے۔ اس کا ایک بیٹا یوسف تھا جسے اُس کے اپنے بھائیوں نے مصری سوداگروں کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ یوسف مصر میں اعلیٰ عہدے پر سرفراز ہوا۔ اس کے بعد جب فلسطین کی سرزمین میں قحط پڑا تو یعقوب اور اس کا خاندان مصر میں آئے۔

مصر میں بنی اسرائیل کی تعداد کثرت سے بڑھی۔ آخر کار فرعون مصر نے انہیں غلام بنالیا۔ جیرون کے پرستے کی سرزمین میں کوہ نبو کے اوپر پسگہ کی چوٹی پر موسیٰ نے وفات پائی۔ سنہ ۱۲۰۰ ق۔ م کے قریب نون کے بیٹے یسوع کی زیر قیادت بنی اسرائیل

نے دریائے یردن کو عبور کیا۔ آہستہ آہستہ انہوں نے کنعانیوں اور فلسطینیوں کو شکست دی اور
 مشرقِ مِی میں اُن سے یہ ملک چھین لیا۔ (فلسطینیوں سے فلسطین مشتق ہے)۔ بادشاہ
 داؤد نے اس ملک کو متحد کیا اور یروشلم کو اپنا پایہ تخت بنایا۔ یہ سارا ملک ایک مرکزی نظام
 حکومت کے ماتحت تھا۔ جب اس کا بیٹا سلیمان اپنے باپ دادا سے جا ملا یہ چھوٹی سلطنت
 دو حصوں میں تقسیم ہو گئی۔ شمال میں اسرائیل اور جنوب میں بنی یہوداہ حکومت کرنے لگے۔
 ”بنی اسرائیل کی سلطنت بہت مختصر عرصہ یعنی تقریباً اڑھائی سو سال تک رہی۔
 اس عرصہ میں انیس بادشاہ ہوئے جو نو مختلف خاندانوں سے تعلق رکھتے تھے۔ عام طور
 پر یہ بادشاہ محلاتی ساز مشنوں کا شکار ہوئے اور انہیں قتل کر دیا گیا“ ۵

یہوداہ کی سلطنت ۹۳۰-۵۸۷ ق.م تک رہی جب اس کا دارالحکومت
 یروشلم برباد کر دیا گیا اور لوگوں کو اسیر بنا کر بابل لے گئے۔ اس کے بعد کے زمانہ میں
 یہودیہ کے لوگ متعصب، خود پرست اور اتنے تنگ نظر تھے کہ وہ اپنی روایاتِ قدیم
 اور رسوماتِ کہنہ کو کسی قیمت پر چھوڑنے کیلئے تیار نہیں تھے۔ ان باتوں نے انہیں
 قدامت پرست بنادیا تھا لیکن اُن میں حب الوطنی کا جذبہ پروان چڑھتا رہا اور وہ
 ایسی روح سے سرشار تھے کہ وہ اپنی آزادی کی خاطر اپنی جان تک قربان کرنے سے
 دریغ نہیں کرتے تھے۔

بابل کی اسیری کے بعد جب کچھ لوگ ۵۳۸ ق.م میں واپس اپنے وطن آئے تو
 یہ فارسیوں کی عملداری کا زمانہ تھا۔ انہوں نے ہیکل کی از سر نو تعمیر و بحالی کا بیڑا اٹھایا۔
 اس شخصِ مہمنی ریاست کا نظام کاہنوں کے ہاتھ میں چلا گیا۔ ۳۳۲ ق.م میں سکندر اعظم
 نے مشرقِ قریب پر حملہ کیا اور فلسطین پر سیکو کس کا قبضہ ہو گیا جس نے یہودیوں کو
 اپنائی جانے کی مہم شروع کی۔ اس کی یہ مہم مکابہوں کی جنگ کا سبب بنی۔ یہ جنگ

۵ Calvin John B Historical Geography of Bible

London Philadelphia: The Westminster Press Page 137

1915.

۴۳ ق.م میں لڑی گئی۔ ۴۳ ق.م میں رومی بادشاہ پوسپے نے اس ملک پر قبضہ کر لیا اور ہیرودیس عظم نے رومی حکومت کے زیر سایہ اس ملک پر ۳۷ ق.م تا ۳۰ ق.م کے درمیان طاقت ظلم و تشدد سے حکومت کی۔ اس نے ہیکل کو از سر نو تعمیر کیا اور سائے ملک میں خوبصورت عمارتیں تعمیر کرائیں۔ وہ ادومی الاصل تھا لیکن بلحاظ ضرورت رومی، شادی کی وجہ سے یہودی اور ثقافت اور اپنی پسند کی وجہ سے یونانی تھا۔ اس نے اپنی رعایا کو تمام بیرونی اثرات و رسوم اور دباؤ سے آزاد کرایا اور صرف اپنے ہی زیر حکومت رکھا۔

ہیرودیس کے عہد کے آخری ایام میں یسوع یہودیہ کے بیت لحم میں پیدا ہوا۔ اس وقت یہ ملک رومی عملداری میں تھا۔ پنطیس پلاطس نے ہمارے خداوند کو جمعہ ۳۰ ق.م کو مصائب ہونے کیلئے حوالے کیا۔ ۴۰ ق.م میں یہودیوں نے رومیوں کے خلاف علم بغاوت بلند کیا اور ۳۰ ق.م میں یہودی قوم کو کچل دیا گیا اور ہیکل کو تباہ و برباد کر دیا گیا۔ اس کے بعد انہوں نے پھر ۳۲-۳۱ ق.م میں (BARCOCHBA) کی زیرکان علم بغاوت بلند کیا اور شہنشاہ ہیڈریان (HADRIAN) نے انہیں نیست و نابود کر دیا۔ اور یہودی قوم سیاسی طور پر مر گئی لیکن روحانی طور پر زندہ رہی۔

شہنشاہ کانستانتائن کے عہد میں سلطنت کا مذہب مسیحیت قرار پایا اور فلسطین نیارت گاہ بن گیا۔ اس وقت سے لیکر آج تک روئے زمین کے تمام لوگ اس مقام کی نیارت سے روحانی مسرت حاصل کرتے ہیں جسے یسوع مسیح کے مبارک قدموں نے مقدس کیا ہے۔ ۶۳۷ ق.م میں فلسطین عربوں کے قبضہ میں چلا گیا اور اہل اسلام کے نزدیک مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ سے دوسرے درجے پر یہ شہر قابل احترام ہے۔ مندرجہ ذیل عرب خاندانوں نے اس پر حکومت کی:

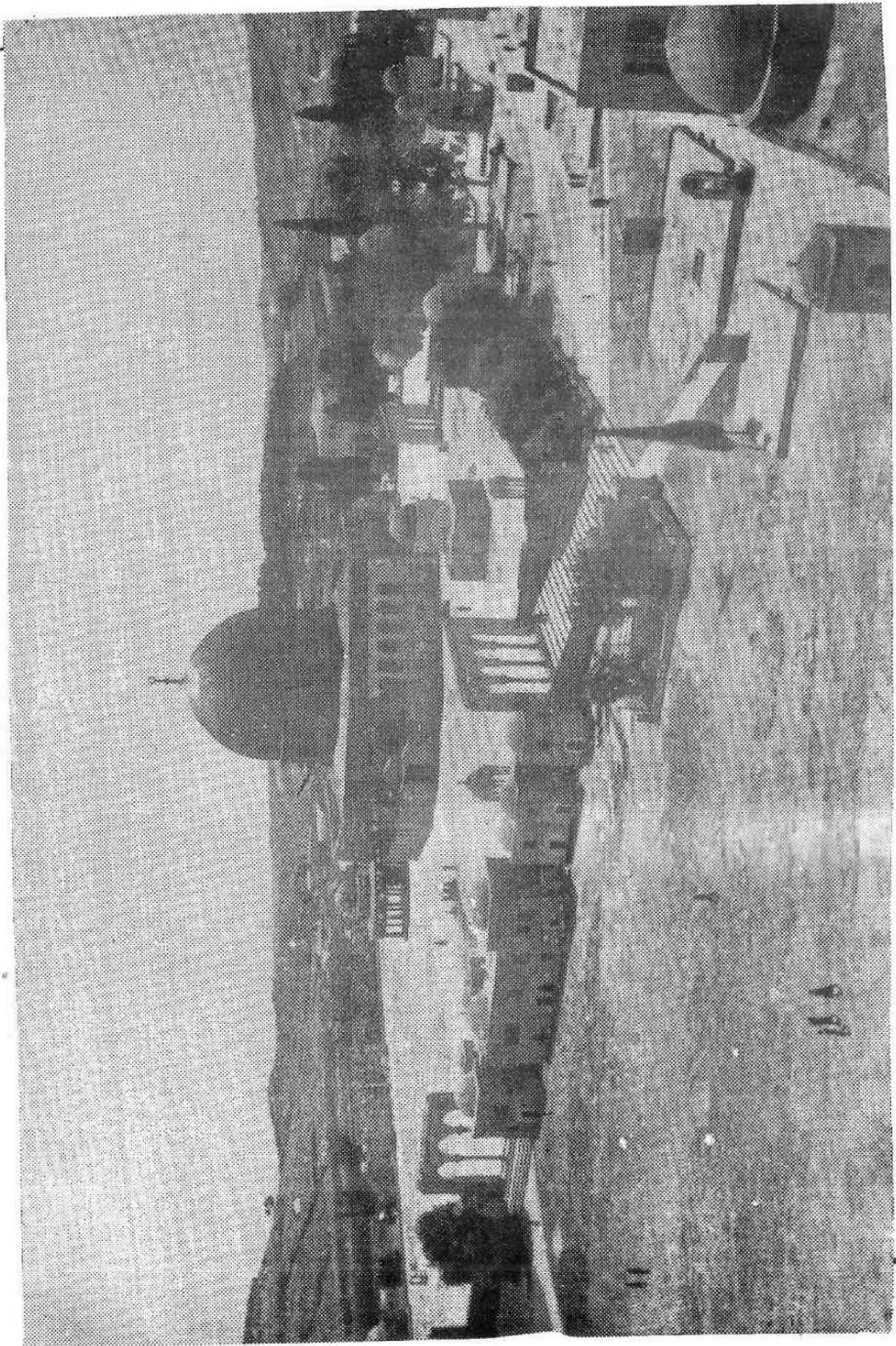
۱۔ بنی امیہ ۶۶۱-۷۵۰ ع وایا الخلفاء دمشق

۲۔ خاندان عباسیہ ۷۵۰-۱۲۵۸ ع وایا الخلفاء بغداد

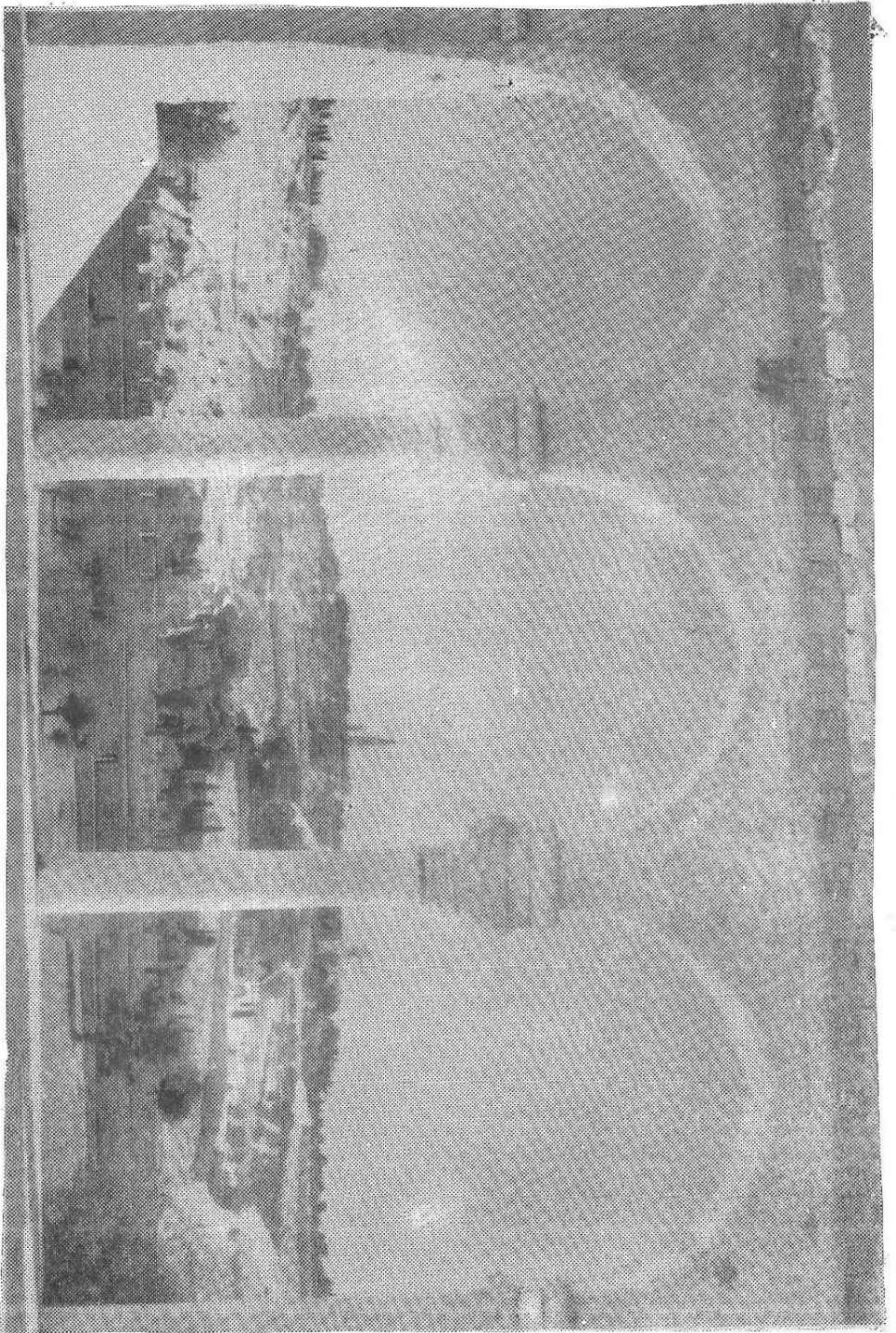
۳۔ خاندان فاطمیہ ۹۶۹-۱۱۷۱ ع وایا الخلفاء قاہرہ

سلجوقی ترکوں کی سلطنت بسا ہوئی۔ انہوں نے ۱۰۷۱ ق.م میں فارس کو فتح کیا اور

یہ دیکھ کر میں مشکل کا تصور کرتی تھی۔



ہیکل کے صحن سے کوہِ نہایتون پر سرد شلیم کا منظر



آہستہ آہستہ مشرقِ قریب کو تاخت و تاراج کر کے اس پر اپنا قبضہ جمالیا۔ انہوں نے فلسطین کو بھی فتح کر لیا۔ ان حالات کو دیکھ کر یورپی اقوام نے مداخلت کی۔ صلیبی جنگوں کا آغاز ہوا۔ اور ۱۰۹۹ء میں اس مقدس سرزمین کو فتح کر کے اپنی سلطنت قائم کی لیکن صلاح الدین ایوبی نے ۱۱۸۷ء میں اس پر اپنا تسلط قائم کر لیا اور یہ سرزمین ترکوں کی سلطنت میں شامل ہو گئی۔ لیکن صلیبی مجاہدین نے ساحل پر اپنا اختیار رکھا۔ آخر کار ۱۲۹۱ء میں وہ یہاں سے چلے گئے کیونکہ عکبرہ مملوکوں کے ہاتھ میں چلا گیا۔

۱۵۱۷ء میں عثمانی ترکوں نے تمام مشرقِ قریب کو فتح کر لیا اور چار صدیوں تک وہ یہاں حکومت کرتے رہے۔ لیکن اس مقدس سرزمین نے ترکوں کے عہد میں کوئی ترقی نہ کی۔ دسمبر ۱۹۱۷ء میں اتحادیوں نے مقدس سرزمین پر قبضہ کر لیا اور ۱۹۲۰ء میں فیصلہ کیا گیا اور ایک زمان کے ذریعہ عارضی طور پر اس کا اختیار برطانیہ عظمیٰ کو دیا گیا۔ ۱۹۵۰ء میں عربوں نے فلسطین کے ایک حصے پر قبضہ کر لیا جو اردن کی ہاشمی سلطنت کا حصہ بن گیا۔

عہدِ عتیق کا یروشلم

”اور داؤد اس قلعہ میں رہنے لگا اور اُس نے اُس کا نام داؤد کا شہر رکھا اور داؤد نے گرداگرد یعنی مٹو سے لے کر اندر کے رخ تک بہت کچھ تعمیر کیا“ (۲۔ سموایل۔ ۵: ۹)۔

”اور اُس نے شہر کو گرداگرد یعنی مٹو سے لیکر گرداگرد بنایا اور یوآب نے باقی شہر کی مرمت کی“ (۱۔ تواریخ۔ ۱۱: ۸)

داؤد نے ۹۹۶ ق.م میں یروشلم پر حملہ کیا۔ شہر کے یہودیوں کو اپنی قلعہ بند یوں پر پورا پورا اعتماد تھا لیکن داؤد ان بے حد مضبوط اور پائیدار حفاظتی قلعوں میں شگاف ڈالنے میں کامیاب ہوا اور یہودیوں کے تمام ارمان خاک میں مل گئے۔ یروشلم کی تسخیر کے فوراً بعد داؤد نے شہر کے گرداگرد فصیل تعمیر کرنے کا منصوبہ بنایا۔

ملو جس کا ذکر کتاب مقدس میں آیا ہے بادشاہ داؤد کا قلعہ تھا جو قدیم یروشلم شہر کی حفاظت کرتا تھا۔ یہ قلعہ جنوب مشرقی پہاڑ کے شمال مغرب میں واقع تھا۔ بادشاہ سلیمان نے بھی ملو کا قلعہ اور یروشلم کی دیوار کو بنوایا۔ (۱۔ سلاطین - ۱۵: ۹ : ۲۴ : ۱۱ - ۲۷)

خاندان داؤد کے جانشین بادشاہوں نے داؤد اور سلیمان کے ملو کی مرمت اور اضافہ کا کام کیا۔ آخر کار یہ دیوار مغرب میں یاؤ پھاٹک سے گزر کر (۲۔ تواریخ - ۲۴: ۹) جنوب میں حنن کی وادی تک چلی جاتی ہے۔ (۱۔ یہوایہ - ۲: ۱۹) پھر یہ سسواآم کے تالاب کے پاس سے گزرتی ہوئی (۲۔ سلاطین - ۲۵: ۲۵) عوئل تک پہنچتی ہے۔ (۲۔ تواریخ - ۲۷: ۳ : ۳۳ : ۱۲)

اور شمال میں ان مضافات کو گھیرے ہوئے ہے جو شمال مغربی پہاڑ پر بس گئے ہیں۔

(۲۔ سلاطین - ۱۳: ۱۳ : ۲۔ تواریخ - ۳۳: ۱۲ : ۱۔ یہوایہ - ۳۸: ۳۱) نوکر لفر نے یہ دیوار گرا دی (۲۔ سلاطین - ۲۵: ۱۰)۔ داؤد کے تعمیرات کے سلسلہ میں منصوبوں کے متعلق بالخصوص "ملو" کے متعلق محققین مختلف رائے ہیں۔ ممکن ہے کہ شاید یہ کوئے کا برج ہو۔

"ملو عبرانی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی "معمور کرنا" کے ہیں۔ پیدائش - ۲۸: ۱ میں یہ لفظ استعمال ہوا ہے۔ یہاں خداوند نے آدم اور حوا کو فرمایا کہ "زمین کو معمور کرو"۔

مکالستر (MACALISTER) نے شمالی دیوار میں ایک شگاف یا رخنہ اور ایک قلعہ کے کھنڈرات دیکھے۔ یہ قلعہ غالباً اس لئے تعمیر کیا گیا تھا کہ عوئل کے پہاڑ کی کھدائی کرتے وقت دیوار میں رخنوں کو بند کر دیا جائے۔ اُس نے اس امر کی نشاندہی کی کہ یہی وہ قلعہ ہے جسے "ملو" کہتے تھے جس کے معنی ہیں معمور کرنا۔

بادشاہ داؤد نے یروشلم کو مذہب کا مرکز بنانے کا منصوبہ بنایا۔ عہد کا صندوق یروشلم لایا گیا کیونکہ جب سے یہوداہ نے سبلاہ سے اپنا مسکن ترک کیا تھا اس کا کوئی مسکن نہیں تھا۔ بادشاہ سلیمان کے عہد میں یروشلم شاہی شان و شوکت سے سرفراز ہوا۔ شہر کی دیواریں زیادہ لمبی کی گئیں اور خدا کی ہیکل ایک امتیازی شان سے تعمیر ہوئی۔ ہیکل کے گرداگرد

St. Free Joseph P. Archaeology and Bible History
Van Kampen Press, Wheaton, Illinois P158, 1950.

کی دیواروں نے اسے قلعہ بنا دیا۔ ایک عظیم الشان محل بھی تعمیر ہوا جس نے یروشلم کی عظمت و وقار کو چار چاند لگا دیئے۔ لیکن یوسیاہ بادشاہ کے بیٹوں اور پوتوں کے عہد میں یروشلم شہر پر ناقابل بیان مصائب کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ بنو کد نصر بادشاہ نے شہر کا محاصرہ کیا اور بہت سے نوجوان شہزادے اور ہیکل کے قیمتی ظروف اپنے ساتھ لے گیا۔ (۲۔ سلاطین۔ ۱: ۲۳؛ ۲۔ تواریخ۔ ۳۴: ۱۱)۔ اس کے بعد وہ دوبارہ حملہ آور ہوا۔ اور اُس نے شاہی خزانوں کو جی بھر کر لوٹا اور مقدس چیزوں پر بھی ہاتھ صاف کیا۔ ہیکل کے مرنے اور چاندی کے باقی ماندہ ظروف بھی لے لئے۔ (۲۔ سلاطین۔ ۲۳: ۱۰-۱۴) آخر کار دیوار میں سوراخ ڈالا گیا، شہر پر قبضہ ہوا ہیکل اور محلات کو نذرِ آتش کیا گیا۔ دیوار مسمار ہوئی اور غربا کے سوا باقی لوگوں کو اسیر کر کے بابل لے جایا گیا۔ (۲۔ سلاطین ۲۵ باب)

”پچاس سال تک یہ شہر خس و خاشاک کا ڈھیر بنا رہا۔ زرتھ بابل اور اُسکے پچاس ہزار وفادار جوان ۵۳۸ ق م میں یروشلم کو واپس آئے۔ اور اگلے سال کے شروع میں ہیکل کی بنیاد رکھی۔“

شاہ فارس ارتخششتا اول کے حکم سے نجیہ نے پرانے ہی مسالے کو استعمال میں لاکر یروشلم کی تفصیلی تعمیر کی۔ اُس کے سپرد یہی کام تھا کہ وہ یروشلم کی تفصیل کو نئے برس سے تعمیر کروائے اور اس چھوٹی سی ریاست کا سول انتظام مستحکم کرے۔

اُس نے بھیڑ بھاٹک سے شروع کیا۔ (نجیہ۔ ۳: ۱۰) یہ جگہ تالاب کے قریب تھی۔ یہ مقام پرتج آف سینٹ این کے قریب دریافت ہوا ہے۔ اور وہ بھاٹک جو سینٹ ٹیفن کا کہلاتا ہے اس سے تقریباً تنوگنز کے فاصلہ پر ہے۔ اسی جگہ قدردن وادی کی وہ شاخ تھی جو کوہ ہیکل اور بڑی سطح مرتفع کے درمیان تھی۔ لہذا بھیڑ بھاٹک اسی وادی میں یا سطح مرتفع کی اُس ڈھلان پر واقع تھا جو شمال یا شمال مغرب میں تھی۔ نجیہ اور مسیح کے زمانے کے درمیانی عرصہ میں یروشلم کے حفاظتی قلعوں اور فصیلوں نے انقلاب زمانہ کے نشیب و فراز دیکھے ہیں۔

۷ Davis John D. The Westminster Dictionary of the Bible New York P. 298. 1944.

قیاس کیا جاتا ہے کہ بعد کے فارسی بادشاہوں میں سے کسی کے خلاف یروشلم اور یہوداہ نے علم بغاوت بلند کیا اور شہر کو مصائب کا شکار ہونا پڑا۔ یوسیفس نے لکھا ہے کہ طاسلی اول فرانزائے مصر نے ہی یروشلم کو فتح کیا۔ کتاب دانش یثوع بن سیرخ جسے اکثر اوقات داعظ کی کتاب بھی کہا جاتا ہے اور جو سن ۱۸۰ ق م کے قریب لکھی گئی تھی اس میں یوں لکھا ہے:-

”یروشلم کا نظام بہت ہی اعلیٰ پایہ کا تھا۔ مختلف پیشوں اور صنعت و حرفت اور تجارت کی وجہ سے خوب گھاگھی رہتی تھی لیکن گناہ اور بدکاری بھی عام تھی۔ سردار کاہن ساکن بن انیاس (غالباً ساکن دوم ۲۱۸-۱۹۸ ق م) نے ہیکل کی مرمت کی اور شہر کی حفاظت کا انتظام کیا۔“

۱۹۸ ق م میں انطیاکس اپیفانس نے یروشلم کی دیواروں اور فصیلوں کو گرا دیا اور داؤد کے شہر میں ایک قلعہ بنوایا جس کی دیوار بہت بڑی اور مضبوط تھی۔ اس نے محکم برج بھی تعمیر کرائے۔ شاید اس نے اس کی چوڑائی اس سے زیادہ کی تاکہ شہر اور ہیکل میں تمیز ہو سکے۔ یروشلم پر انطیاکس اپیفانس کے حملے کا بیان ملاحظہ فرمائیں:-

”اس نے یروشلم پر بڑا سخت حملہ کیا۔ خونریز لڑائی کے بعد جیسے جلا وطن ہوا۔ اور فیلاس کو اپنے عہدے پر بحال کیا گیا۔ باشندے جن میں مرد، عورتیں اور بچے تھے سب کو وحشیانہ طور پر تہ تیغ کیا۔ اور ہزاروں کو غلاموں کے طور پر فروخت کر دیا۔ اس کے دو سال بعد بادشاہ نے غضب ناک ہو کر حکم دیا کہ قدیم یہودی مذہب کی تمام نشانیاں مٹا دی جائیں۔ سبت کا منانا ممنوع قرار دیا۔ یہوداہ کے حضور کوئی قربانی نہ گزرائی جائے اور ختنہ نہ کرایا جائے۔ اگر کسی کے پاس یہودی نوشتوں کی کوئی جلد ہو تو وہ واجب القتل ہے۔“

یروشلم کی بربادی کے تقریباً دو سال بعد یہوداہ مکابی نے جنرل طور پر ان چیزوں کو بحال کیا۔ اس نے ہیکل کی بیرونی دیوار کو مضبوط کیا لیکن وہ اپنے کام کو پایہ تکمیل

∞ Calhoun John B. Historical History of Bible Land.
Philadelphia. The Westminster Press. P. 166. 1915.
∞ Ibid P. 157.

تک نہ پہنچا سکا۔ اس کا بھائی یونان جو اس کا جانشین تھا اس نے اپنے بھائی کے کام کو دوبارہ جاری رکھا۔ اُس نے مزید قلعے بنائے اور فصیلیں تعمیر کروائیں اور دیواروں کو مرمت بھی کرایا بالخصوص کوہ ہیکل کو تعمیر کیا۔ (۱۔ مکا ہیوں۔ ۱۰ : ۱۰ : ۱۲ : ۳۴-۳۷)۔

بادشاہ سامٹن کے زمانہ میں کام مکمل ہوا اور غیر ملکی فوجوں کو شام میں عکبرہ کو خالی کرنا پڑا۔ (۱۔ مکا ہیوں۔ ۱۳ : ۲۹-۵۱)۔

عہدِ جدید کا یروشلم

سیریا کے سیلوکس ناندان کے حکمرانوں کے خلاف مکا ہیوں کی جدوجہد کا سلسلہ ۱۶۷ ق م سے شروع ہوا۔ اور سو سال سے کچھ اوپر سال تک ہماری رہا۔ جب خاندان سیلوکس کی حکومت کا شیرازہ بکھرا تو مکابی حکمرانوں نے اپنی کھوئی ہوئی آزادی اور خود مختاری کو حاصل کر لیا اور یہوداہ کی بادشاہت کا چراغ روشن ہوا۔ یہ بات اب مبنی بر حقیقت تھی نہ کہ تسلیم شدہ کیونکہ سیلوکس کے خاندان کے باقی حکمرانوں میں اب وہ دم خم اور جاہ و جلال باقی نہ تھا اور ان کی عظمت اب گہرتی ہوئی دیوار تھی۔ پھر اہل یروشلم ایک لادینی بادشاہت کے قیام کے سخت مخالف تھے۔

۱۶۷ ق م میں مغربی ایشیا میں روم کی براہ راست مداخلت کی وجہ سے طاقت کے توازن میں تبدیلی پیدا ہو گئی۔ اس سے پیشتر کوئی ڈیڑھ صدی تک روم کے اثر و رسوخ نے ایشیا کے واقعات پر اپنا اثر ڈالا۔ شہنشاہ پومپے نے دیکھا کہ یروشلم کی قلعہ بندیاں محکم اور ناقابلِ تسخیر ہیں۔ لیکن آخر کار اس کی مرادیں برائیں اور اُس نے ۶۳ ق م میں شہر کو فتح کر لیا۔ اس نے دیواریں مسمار کر دیں اور بچرہ روم کے مشرقی کنارے کو اپنی سلطنت میں ضم کرنا شروع کر دیا تاکہ وہ رومی سلطنت کا حصہ بن جائے۔ فلسطین میں اس کا فوری اثر یہ ہوا کہ معاند شمول کا رخ تبدیل کر دیا جائے۔ اس سے کئی لحاظ سے بہت سے فوائد

حاصل ہوئے۔ اب یہودیوں کو سکون و آرام، سڑکیں، نہریں اور عالی شان عمارتیں
 پیدا کرنا تھا۔

کوئی ربح صدی کے بعد قیصر اگستس نے اپنے تمام حریفوں کو نیچا دکھایا اور رومی
 سلطنت کا جہاد و جلال بام عروج پر آفتاب درخشاں بن کر چمکنے لگا۔

”یرושلیم میں طاقت کے متمنی حریفوں نے اُن مختلف حریفوں کی مدد کرنے کی
 جدوجہد کی جو روم میں اقتدار کے خواہاں تھے۔ ہیرودیس عظیم کی سیاسی حکمت عملی
 کارگر ثابت ہوئی اور وہ یرושلیم کا حکمران بن گیا۔ اب اس کی حیثیت ”شریک کار بادشاہ“
 کی تھی۔ وہ داخلی معاملات میں آزاد و خود مختار تھا۔ اُس کی سلطنت کی وسعت داؤد
 بادشاہ کی سلطنت کے برابر تھی اور اس میں ساحلی میدان بھی شامل تھا“۔

ہیرودیس کے مشہور خاندان کا بانی اڈومیہ کا گورنر انٹیپاٹر (ANTIPATER) تھا۔
 اسے یہودیوں کے معاملات میں حصہ لینے کی زبردست خواہش تھی۔ اُس نے دیکھا کہ
 پلانٹ ہائیرکانس (PLIANT HYRCANUS) اُس کا آلہ کار بن کر اسکی توقعات
 کے مطابق اُترے گا۔ لہذا اُس نے ہائیرکانس کو ترغیب دی کہ وہ تاج و تخت کے لئے
 جدوجہد تیز کرے۔ دسائیں کا بیٹا جان ہائیرکانس یہودیوں کا حاکم بننے میں کامیاب ہوا۔
 اس کا عہد حکومت تیس سال تک رہا اور مجموعی طور پر یہ زمانہ بڑا پرامن اور ترقی کا تھا۔
 اُسی کے عہد میں فریسی یہودی معاملات میں ایک اہم اور منظم طاقت بن کر اُبھرے۔ ہائیر
 کانس نے اپنی بیوی کو حکومت کے سول انتظام کے لئے اپنا جانشین مقرر کیا اور اُس کا
 بیٹا ارستو بیولوس (ARISTOBULUS) سردار کاہن کے عہدہ جلیلہ پر سرفراز ہوا۔
 ارستو بیولوس نے حکومت چھین لی اور اپنی والدہ کو زندان میں ڈال دیا۔

اس نے بادشاہ کا لقب اختیار کیا۔ اس نے اپنے عہد حکومت کے مختصر یعنی ایک

Dr. Kenyon Kathleen M. Jerusalem Excavating 3000
 years of History New York. Mc Graw - Hill Book Company

سال کے عرصہ میں بہت سی یونانی رشتہوں کو رواج دیا اور اپنے پیشروؤں کے کارہائے نمایاں کو
نیت دنا بود کیا۔ اسی وجہ سے اسے "Philo-Hellenic" یعنی "یونانی نواز" کا نام
دیا گیا۔

» ان حالات کو دیکھ کر عرب کے بادشاہ ارتاس نے پچاس ہزار فوجی جوانوں کے
ساتھ حملہ کیا۔ ارستنا ہیولوس کو شکست ہوئی اور وہ یروشلیم کے کوہ ہیکل میں پناہ لینے پر
مجبور ہوا۔ ۱۱۰

انتیپاتر (Antipater) اپنے مقصد میں کامیاب ہوا، اور روم میں جولیس قیصر اور
پومپے کے درمیان اقتدار اعلیٰ حاصل کرنے کی معرکہ آرائی میں اُس نے موخر الذکر کی حمایت کی
لیکن جلد ہی ہی اسے معلوم ہو گیا کہ اس کے حلیف کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑے گا۔ چنانچہ اُس نے
پانسے پلٹے میں دیر نہ لگائی اور جولیس قیصر کی حمایت کرنے لگا تاکہ اُس کی خوشنودی حاصل کرے
لہذا جولیس قیصر نے ہائیراکانس کو سردار کاہن اور یہودیہ کے حاکم اعلیٰ کے منصب پر مستحکم
کیا اور انتیپاتر کو اُس کا مشیر بنادیا۔

جولیس قیصر نے یہودیوں کو بہت سی مراعات عطا فرمائیں۔ انہیں اب جزیہ اور یہودیہ
میں فوجی دستوں کی امداد سے مستثنیٰ قرار دیا گیا۔ یہ سب کچھ اس لئے ہوا تاکہ یہودیہ کی خوشنودی
حاصل کی جاسکے۔ تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہائیراکانس محض ہائیسے نام
حکمران تھا اور حکومت کی تمام ذمہ داریاں انتیپاتر کے کندھوں پر تھیں۔ اُس نے اس موقع
سے پورا پورا فائدہ اٹھایا اور اپنے بڑے بیٹے کو یروشلیم کا گورنر اور دوسرے بیٹے
ہیرودیس کو گلیل کا گورنر بنادیا۔ یہی ہیرودیس تاریخ میں ہیرودیس عظیم کے نام
سے مشہور ہوا۔ فلسطین کے معاملات میں دلچسپی لینے کی وجہ سے شہرت کی بلندیوں کو
چھونا اُس کا مقصد ہی چکا تھا۔

شہنشاہ روم کی کریم گسٹری کے طفیل اُس کے ساتھ ہر طرح کی امداد اور پشت

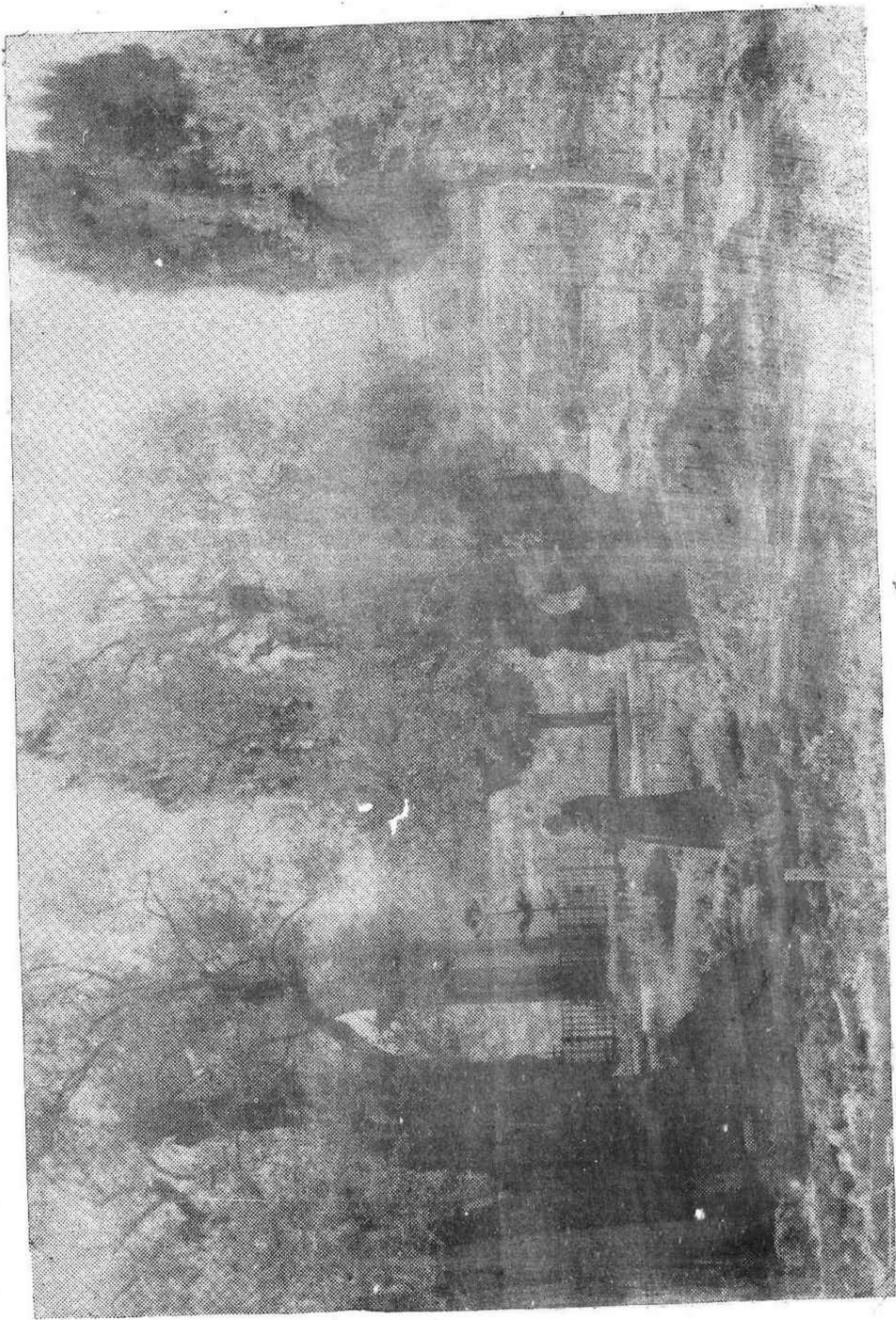
پناہی کا وعدہ کیا گیا۔ اور روم کی سینٹ نے ایک فرمان کے ذریعہ اسے یہودیہ کا بادشاہ بنا دیا۔ جب وہ فلسطین میں واپس آیا تو اس نے دیکھا کہ انتیگونس (Antigonus) یروشلم کا بادشاہ اور سردار کاہن رہا ہے۔ شکیہ ق بم کے موسم بہار میں ایک رومی لشکر کے ساتھ اس نے یروشلم کا محاصرہ کیا اور پانچ ماہ کی خونریز لڑائی کے بعد شہر کو فتح کر لیا۔

اس کی وفات کے بعد سلطنت اس کے تین بیٹوں کے درمیان تقسیم ہوئی۔ ارخلاؤس اڈومیہ، یہودیہ اور سامریہ کا حاکم تھا۔ ہیرودیس انتیپاس گلیل اور پریہ کا اور فلپس، اڈومیہ ترخونی تس، اور نتس، گلائس اور ثبونیہ کا حاکم تھا۔ ارخلاؤس کے دس سالہ عہد حکومت میں چاروں طرف بد امنی اور بے چینی پھیلی رہی۔ آخر کار یہودیوں کی شکایت پر اُسے کال میں جلاوطن اور یہودیہ کو ایک رومی حاکم کے زیرِ نگیں کر دیا گیا۔

رومی سلطنت میں شہنشاہ کے نمائندے حاکم کو پروکیوریٹر (PROCURATOR) کہا جاتا تھا۔ وہ کسی صوبے کا حاکم اعلیٰ ہوا کرتا تھا۔ اس صوبے کے حاکم کا فرض تھا کہ وہ مالیہ اور دوسرے سالانہ محاصل وصول کرے۔ لیکن یہودیہ کے حاکم کے اختیارات دوسرے صوبوں کے حاکموں کی نسبت زیادہ تھے۔ اُسے امن و امان اور نظم و نسق کا بھی خیال رکھنا پڑتا تھا۔ اور فوجی معاملات اور انصاف کا بھی وہی ذمہ دار تھا۔

پیدائیس یہودیہ کا پانچواں حاکم تھا۔ خداوند یسوع مسیح کی زمینی خدمت کے دوران وہی حاکم تھا اُس کا عہد دش سال تک رہا (�۲۶ء تا ۳۶ء)۔ چوتھائی ملک کے حاکم فلپس دوم نے تیس سال تک حکومت کی۔ اس کا دار الحکومت پنیاس جسے اس نے از سیر فو تعمیر کیا اور اس کا نام قیصریہ فلپی رکھا۔ اُس نے اپنے بھائی فلپس ادل اور ہیرودیس کی بیٹی سلومی سے شادی کی۔ یہی وہ لڑکی تھی جس نے یوحنا بپتسمہ دینے والے کا سر مانگا تھا۔

ہیرودیس انتیپاس چوتھائی ملک کا حاکم گلیل میں تعینات تھا۔ یہی وہ شخص تھا جسے خداوند یسوع مسیح نے ”اُس لومڑی“ کہہ کر پکارا تھا۔ کیونکہ وہ فطرت کا مکار اور حیلہ باز



گنجینه ی باغ



مرد پیم شہر — دائیں طرف دیوار کے اندر ہیکلے کا صحن

تھا۔ نئے عہد نامہ میں اُس کا ذکر اس ضمن میں آیا ہے کہ اُس نے یوحنا بپتسمہ دینے والے کا سر کاٹنے کا حکم دیا۔ اُس نے ہمارے خداوند مہنجی یسوع مسیح کو سزا دینے میں حصہ لینے سے انکار کیا۔

ہیروڈیس اگہ پاکسی دوسرے ہیروڈیس کی نسبت زیادہ رومانوی طبیعت کا مالک تھا۔ وہ ارستو ہیولوس کا بیٹا اور ہیروڈیس اعظم اور مریمنی کا پوتا تھا۔ رسولوں کے اعمال میں اس کی موت کا مختصر سا ذکر ملتا ہے۔ اُس نے ہر طرح سے یہودیوں کو خوش کرنے کی کوشش کی اور اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے اُس نے مسیحوں کو ایذا میں پہنچائیں۔ یہی وہ شخص تھا جس نے یعقوب رسول کو قتل کر دیا اور ایطرس رسول کو قید میں ڈالا۔ (اعمال - ۱: ۱۲ - ۱۵)

یہودیم شہر کے قرب و جوار میں آثارِ قدیمہ

ہیکل کا رقبہ :

ہیکل کا کل رقبہ تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار مربع میٹر ہے اور یہ قدیم شہر کے رقبے کا چھٹا حصہ ہے۔ مسلمان اسے حرم الشریف کہتے ہیں۔ ہیکل کے حصہ میں دو اہم مقدس مقامات ہیں۔ ران میں سے ایک گود محراب الجبل، چٹان کا گنبد اور دوسرے کو مسجد اقصیٰ کہا جاتا ہے۔ یہ مقدس چٹان (محراب الجبل) جسے چٹان کا گنبد کہا جاتا ہے پہاڑ کی قدیم چوٹی ہے جسے ابراہام کی خدا کے حضور قربانی گزارنے کی وجہ سے مویاہ کا پہاڑ کہا جاتا ہے۔ (پیدائش - ۲۲)

بادشاہ داؤد نے یہ جگہ یہوسی اردنام سے خریدی اور وہاں مذبح بنایا۔ (۲ سموئل - ۲۲) ۵۵۰ ق م میں سیمان نے ہیکل کی تعمیر مکمل کی۔ ۷۰ ق م میں ہیکل کو تباہ و برباد کر دیا گیا اور ۷۰ ق م میں ایسوی کے بعد زرتاباں نے اسے دوبارہ تعمیر کیا۔ (عزرا - ۳ - ۱۷)

ہیرو دایس عظیم کے عہد میں ہیکل ایک پر شکوہ انداز میں تعمیر ہوئی۔ تعمیر کا کام شلدق بم میں شروع ہوا اور ۴۸۰ء تک مکمل نہیں ہوا تھا۔ جب خداوند مسیح آخری مرتبہ ہیکل سے باہر آ رہا تھا تو اُس نے اُس کی تباہی کی پیشین گوئی کی۔

خداوند مسیح کی پیشین گوئی پوری ہوئی اور ۷۰ء میں یہوشلیم کی اینٹ سے اینٹ بجا دی گئی اور ہیکل کو نذرِ آتش کر دیا گیا۔ ۷۰ء میں ہیڈریان نے دیوتا جو پیٹر کے لئے دماں ایک مندر بنوایا جسے کانٹنٹائن نے تباہ کر دیا۔

جب ۶۳۷ء میں خلیفہ حضرت عمر ہیکل کے احاطہ میں داخل ہوئے تو انہوں نے یہاں مسجد تعمیر کرنے کا نقشہ تیار کیا لیکن ۴۸۷-۴۹۱ء میں عبدالملک ابن مروان جو خاندان امیہ سے تعلق رکھتا تھا اُس نے سیاسی وجوہات کی بناء پر چٹان کا (محراب الجبل) گنبد تعمیر کرایا۔ لیکن مغربی مالک میں اسے حضرت عمر کی مسجد کہا جاتا ہے۔ صلیبی لڑائیوں میں حصہ لینے والوں نے اسے گرجہ میں تبدیل کر دیا اور اسے خداوند کی ہیکل (Templum Domini) کہنے لگے۔ صلاح الدین ایوبی نے ۱۱۹۳ء کو اسے پھر مسجد میں تبدیل کر دیا گیا۔ مختلف زمانوں میں اس میں بہت سی تبدیلیاں کی گئی ہیں اور آج اسے مرمت کی وسیع پیمانے پر ضرورت ہے۔

۱۔ شہر کی تفصیل :

نحیاء نے رات کے وقت شہر کی تفصیل کا معائنہ کیا۔ یہوشلیم کی تفصیل ٹوٹی پھوٹی تھی اس لئے اُس نے لوگوں کے سامنے یہ تجویز پیش کی ”آؤ ہم یہوشلیم کی تفصیل بنائیں۔“ (نحیاء - ۱۷: ۲)

یہوشلیم کو داؤد کا شہر کہلانے سے پیشتر اس کی تفصیل کی طویل تاریخ ہے۔ یوہنا کی شہر سپناہ جسے داؤد نے اپنے قبضہ میں لیا، زمانہ حاضریٰ کی اصطلاح میں ”تفصیل اول“ تھی۔ بادشاہ داؤد نے اس تفصیل کو مرمت کیا اور اس کے بعد سلیمان نے انہیں چوڑا کیا۔ ”داؤد کے شہر کی تفصیل موجودہ جنوبی تفصیل کے جنوب میں تقریباً دو سو گز لمبی تھی سلیمان کے عہد میں شہر کی آمادی شمال کی طرف بڑھی تاکہ اردناہ یہوسی کے کھلیان واقع

کوہ توریہ پر جو مذبح بنایا گیا تھا اور شاہی محل جو ہیکل کے جنوب میں اس کے ساتھ تھا وہ بھی اس میں شامل کر لیا جائے۔

نفسی کے زمانے کی طرح سلیمان بادشاہ کے جانشینوں کے عہد میں یروشلم کی تفصیل میں اضافہ ہوتے رہے (۲۔ توارخ۔ ۳۳: ۱۲)۔ لیکن نحمیاہ کے زمانے میں یروشلم کی تفصیل کا مفصل بیان ملتا ہے۔

ہیکل کی تعمیر کے بہتر ۷۲ سال بعد تک بھی شہر کی تفصیل کی حالت نہایت ناگفتہ بہ تھی۔ شاہ فارس ارتخششتا اول کے عہد میں اس کے ساتھی نحمیاہ نے جو نجیب الطرفین نوجوان یہودی تھا شہر کی تفصیل تعمیر کی۔ بادشاہ نے اسے حکم دیا کہ وہ گورنر کی حیثیت سے یروشلم جائے اور شہر کی تفصیل کو تعمیر کرائے۔ جب وہ یروشلم میں واپس آیا تو اس نے قدیم شہر کی تفصیل کا کھنڈرات میں سے کھوج لگایا۔ اگرچہ سامریوں نے اس کی بڑی مخالفت کی اور تفصیل کی تعمیر میں روڑے اٹکائے لیکن اس نے تین مہینے کے عرصہ میں اس کا کام مکمل کر لیا۔ (نحمیاہ - ۷: ۱)

آثار قدیمہ کے ایک ماہر ایف۔ جے۔ بلیس (F. J. BLISS) نے ان پھاٹکوں کا سراغ لگایا جن کے راستے نحمیاہ نے "وادی کے پھاٹک" سے "بادشاہ کے تالاب" تک کا سفر کیا۔ (نحمیاہ - ۱۳: ۲ - ۱۵)

ہیروڈیس اعظم نے ہیکل کے گرداگرد دیوار بنائی اور یروشلم کے گرد خوبصورت دیواریں بنا کر اسے شاندار شہر بنا دیا۔ "دیوار گریہ" جسے یہودی کئی صدیوں تک دعا کی جگہ کے طور پر استعمال کرتے رہے ہیروڈیس کی یہی تعمیر کا ایک حصہ ہے اس نے دو برج بھی بنوائے۔ ایک برج موسوم بہ "ہیپیکس" (HIPPICUS) اور دوسرا فیسا ایل (PHASAEI) علی الترتیب اپنے دوست اور بھائی کے نام سے موسوم کئے۔ یہ

۱ Pfeiffer Charles F. Baker's Bible Atlas

Baker Book House, Grand Rapids Mich.

P. 153 - 1957.

دونوں برج موجودہ ”داؤد کے برج“ کی ٹائٹل رکھی کرتے ہیں۔ یہ پانچ پھاٹک کے قریب ہیں۔ ہیرو دلیس کی فصیل کا ذکر یو سیفس نے کیا ہے۔

ہیرو دلیس کے یروشلم کی شمالی دیوار کا محل وقوع آثار قدیمہ کی گتھی ہے، جسے سمجھانے میں نئے عہد نامہ کے علماء و فضلا سر بہ گریہاں ہیں۔ مقدس قبر کا گرجہ یروشلم کی موجودہ فصیل کے اندر ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ خداوند مسیح کو یروشلم شہر سے باہر مصلوب کیا گیا (عبرانیوں - ۱۳: ۱۲)۔ ہمیں اس امر کا پورا یقین نہیں ہے کہ پاک قبر کا گرجہ یسوع کے زمانے کے شہر کی فصیل سے باہر تھا یا اندر۔

یروشلم میں مکمل طور پر کھدائی کا کام بے حد مشکل ہے کیونکہ یروشلم میں جا بجا انسانی بستیاں ہیں۔ موجودہ حالات میں مشرق قریب کے ٹیلوں میں جس قسم کے سلسلے کا کھدائی کا کام شروع ہوا ہے وہ ناممکن ہے۔

بہت سے برجوں اور پھاٹکوں پر جو تخریبیں کندہ ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ موجودہ دیواریں سلطان سلیمان شکوہ کے عہد میں ۱۵۴۰-۱۵۴۲ء تعمیر کی گئی تھیں ان کی اوسط اونچائی اڑتیس فٹ ہے اور ایک بے قاعدہ چوکور کو احاطہ کئے ہوئے ہیں جس کا فیٹا اڑھائی میل ہے۔ چونتیس برج اور آٹھ پھاٹک ان دیواروں کے بے ہنگم پن کو دور کرتے ہیں۔ آٹھ پھاٹک یہ ہیں:-

شمال میں نیا پھاٹک۔ دمشق پھاٹک اور ہیرو دلیس کا پھاٹک۔ مشرق میں سینٹ سٹیفن کا پھاٹک اور سنہری پھاٹک جو گتسمی اور کوہ زیتون کے بالمقابل ہے۔ جنوبی دیوار میں کڑا پھاٹک اور داؤد یا صیتون پھاٹک۔ مغرب کی طرف یافہ پھاٹک ہے۔ آجکل نیو گیٹ (نیا پھاٹک) یافہ پھاٹک اور داؤد کا پھاٹک سر زمین بے آباد کی طرف کھلتے ہیں۔

ب۔ قلعہ:

قلعہ میں تین برجوں یعنی ہسی کس، فیسا آیل اور میرینی کا رقبہ شامل ہے۔ انہیں ہیرو دلیس اعظم نے سکھائی م میں تعمیر کرایا تھا۔ اس قلعہ کے برجوں میں سے ایک جو شمال مشرق میں ہے اس کا نام داؤد کا برج ہے۔ شہر داؤد (یا قلعہ) سیاسی اور انتظامی امور کا مرکز تھا۔ لہذا

موجودہ قلعہ کو ہیرودیس کے زمانہ سے ہی ”بادشاہ داؤد کا قلعہ“ کہا جاتا ہے۔ وہ عمارتیں جو طیطس کی چیرہ دستیوں اور دست برد سے بچ رہیں انہیں ۱۳۵ء میں ہیڈریان نے تباہ کر دیا۔ لیکن عظیم بنیادوں کو گزند نہ پہنچایا گیا۔ اور ”داؤد کے برج“ کے درمیانی حصہ میں مدخل کے دائیں ہاتھ جو معاری اور صناعی کا کام ہوا ہے وہ ہیرودیس کے تعمیر کردہ فیسیاہیل کے برج سے متعلق ہے۔ صلیبی جنگوں میں حصہ لینے والے مجاہدین نے اسے ٹھوس پتھروں سے از سر نو تعمیر کیا۔ موجودہ دیواریں اور برج زیادہ تر اسی قلعہ کی بنیادوں پر بنائے گئے ہیں جنہیں صلیبی مجاہدوں نے تعمیر کیا تھا۔ ۱۳۳۹ء میں ملک النذیر داؤد نے اسے تباہ کر دیا، اور ۱۳۳۵ء میں مملوکس نے اسے پھر تعمیر کیا۔ وہ (KERAK) کا شہزادہ تھا۔

۱۵۲۰ء میں ترکوں نے اسے موجودہ شکل دی۔ مدخل کے سامنے جو چبوترہ ہے اس پر کھڑے ہو کر دسمبر ۱۹۱۴ء میں جنرل ایلن بی (ALLEN BY) نے یروشلم باشندوں کے لئے شہری اور مذہبی آزادی کا اعلان کیا۔

ج۔ بیت حسدا کا حوض :

مقدس یوحنا رسول کی انجیل ۵ باب ۱-۹ میں اس حوض کی کہانی درج ہے۔ کئی صدیوں تک : حوض شہر کے طے تلے دبا رہا۔ آثار قدیمہ کے ماہرین نے اس کا کھوج لگانے کی ہر ممکن کوشش کی۔ آخر کار ۱۸۷۱ء میں یہ حوض دریافت ہوا۔ اس حوض تک رسائی حاصل کرنے پچھلے طے اور پتھروں کے بے شمار انبار ہٹانے پڑے۔

اسے بیت حسدا یا بیزیتھا (BEZETHA) یعنی شہر نو کہتے تھے کیونکہ اگرچہ بادشاہ نے اس نئے حصے کو سکھ و ہنر مند شہر بنانے میں شامل کر لیا۔

د۔ شیلوخ کا حوض :

اس حوض کے پانی سے سلوآن کے سرسبز اور شاداب باغات کی آبپاشی کی جاتی تھی۔ خداوند مسیح نے اس اندھے کو اسی حوض میں اپنی آنکھیں دھونے کا حکم دیا تھا اور وہ اندھا دیکھنے لگا۔ پانچویں صدی میں یہاں ایک گرجا تعمیر کیا گیا ۹۱۴ء میں فارسیوں نے اسے تباہ کر دیا لیکن آج بھی اس کے کھنڈرات نظر آتے ہیں۔

س۔ بیت فگے :

بیت فگے سے خداوند مسیح شاہانہ طور پر بیت سلیم میں داخل ہوا۔ (متی۔ ۱:۲۱) ،
 مرقس۔ ۱:۱۱ ، لوقا۔ ۱۹:۲۹) یہ گاؤں بیت عنیاہ کے قریب کوہ زیتون پر واقع تھا۔
 چوتھی صدی میں خداوند مسیح کی مرتقا اور قریم کے ساتھ ملاقات کی یادگار کے طور پر یہاں
 ایک گرجہ تعمیر کیا گیا۔ خداوند مسیح یریحو سے یہاں پہنچا تاکہ لعزہ کو مردوں میں سے جلانے۔
 دراصل رومیوں کی تعمیر کردہ سڑک یریحو سے یہاں آتی تھی۔ بارہویں صدی میں یہاں وہ
 مقام بھی بنایا گیا جہاں یسوع گدھی کے بچے پر سوار ہوا۔ اور آج بھی کھجوروں کے سبت
 کا جلوس اسی مقام سے شروع ہوتا ہے۔

ص۔ گتسمنی کی غار :

”اور وہ ہر روز ہیکل میں تعلیم دیتا تھا اور رات کو باہر جا کر اُس پہاڑ پر رہا کرتا
 تھا جو زیتون کا کہلاتا ہے“ (لوقا۔ ۲۱:۳۷)۔ یہ دیہات میں ایک جگہ تھی جسے گتسمنی کہا
 کرتے تھے۔ یہ غار آج بھی اسی حالت میں بالکل محفوظ ہے جس طرح خداوند مسیح کے زمانے
 میں تھی۔ گتسمنی کا باغ درود کرب کا ایک خوبصورت کلیسیا ہے باسلیقہ رکائسٹنٹس کے بنائے
 ہوئے سات گرجاؤں میں سے ایک گرجہ ہے۔ اس باغ میں آٹھ زیتون کے درخت ہیں۔
 ان کی عمر کے متعلق صحیح صحیح کوئی نہیں بتا سکتا۔ لیکن علم نباتات کے ماہرین کے نزدیک
 وہ کوئی تین ہزار سال پرانے ہیں۔ زیتون کا درخت خود بخود نہیں مڑتا۔ یہی وہ مقام
 ہے جہاں خداوند مسیح نے دعائیں اپنے درود و غم کا اظہار کیا۔

”اور وہ اُن سے بمشکل الگ ہو کر کوئی پتھر کا ٹپہ آگے بڑھا اور گھٹنے ٹیک کر
 یوں دعا کرنے لگا:۔ اے باپ اگر تو چاہے تو یہ پیالہ مجھ سے ہٹالے تو بھی میری مرضی
 نہیں بلکہ تیری ہی مرضی پوری ہو۔ اور آسمان سے ایک فرشتہ اُسے دکھائی دیا۔ وہ
 اُسے تقویت دیتا تھا۔ پھر وہ سخت پریشانی میں مبتلا ہو کر اور بھی دلسوزی سے
 دعا کرنے لگا اور اس کا پسینہ گویا خون کی بڑی بڑی تہذیبیں ہو کر زمین پر ٹپکتا تھا“

(لوقا۔ ۲۲:۴۱-۴۴)

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ۳۲۴ء میں جب ملکہ ہلینا یروشلم کی زیارت سچیلے آئی تو انہوں نے اس مقام کی نشاندہی کی۔ آج بھی زیتون کے درختوں کے جو جھنڈ آرٹینی، یونانی، روسی اور لاطینی کلیسیاؤں کی ملکیت میں غالباً اس مقام کی نشاندہی کرتے ہیں۔
 ”زمانہ حال کے زائر کے لئے یروشلم شہر کی فصیل اور وادی قدرون کے نالے کا قُرب اور زیتون کے درختوں کے گھنے سایوں اور ان کی خاموشی خاص طور پر شام کے بعد جب عید فصح کا مہتاب دنیا کو بقوہ نور بناتا ہو، ان واقعات کو اور زیادہ اُجھاگر کرتے ہیں جو یہاں ہوئے تھے“۔

تیرھویں صدی میں یہ مسلم اوقات کے ماتحت تھی اور اُسے باغ گل (FLOWERY GARDEN) یا باغ شگفتہ کہا جاتا تھا۔ اس باغ کے انچارج زائرین کے ہاتھ زیتون فروخت کیا کرتے تھے۔ ۱۶۶۶ء میں گرجاؤں کے عاقلوں نے اسے لے لیا اور انہوں نے ۱۸۴۸ء میں اس کے ارد گرد موجود دیواریں تعمیر کیں۔
 کلیسیائے درد و کرب:

وہ جگہ جہاں خداوند یسوع نے دعا کی اودودہ بڑے کرب میں مبتلا ہوا۔ اس وجہ سے بڑی مقدس ہے۔ تھیوڈوسیس (THEODOSIUS) ۳۹۳-۳۹۵ء نے یہاں ایک باسلیق یعنی گرجہ تعمیر کرایا۔ فارسیوں نے اسے تباہ کر دیا لیکن صلیبی مجاہدوں نے تدریجاً مختلف مقام پر اسے از سر نو تعمیر کیا۔ اس کے بعد پھر اس پر افتاد پڑی اور اسے تباہ کر دیا گیا اور ۱۸۹۱ء تک یہ قعر گناہی میں پڑا رہا۔ موجودہ گرجہ فرانسیسکین (FRANCISCANS) نے ۱۹۱۴ء میں تعمیر کیا۔ گرجہ کے چھ ستونوں پر بارہ گنبد بنائے گئے ہیں اور پھر خالی جگہ ہے۔ جس سے بلندی کے احساس کی بجائے اس درد و کرب کے پہاڑ کے سامنے سڑنگوں ہونے کا احساس پیدا ہوتا ہے جو گرجہ کے آخری مشرقی حصہ کے مرکز میں ادھر اٹھتا ہے سنگ مرمر کی کھڑکیاں نیم شفاف ہیں مگر شفاف نہیں ہیں۔ اس طرح سے مدہم سی روشنی اندر آتی

ہے اور اس کا عادی ہونے میں کچھ دیر لگتی ہے۔

ط۔ صلیب کا راستہ :

صلیب کے راستے سے یہ مراد ہے کہ خداوند یسوع مسیح پہلا طس کی کچھری سے کلوری تک گیا۔ اس راستے میں چودہ مقامات کا ذکر آتا ہے۔ کچھ واقعات کا تو انجیل مقدس میں ذکر ہے اور بعض روایات پر مبنی ہیں۔ ہر ایک مقام پر کوئی نمبر یا کتبہ لکھا ہوا ہے۔ ہر جگہ کو گرجاؤں کے محافظ حاضر لوگوں کے ساتھ مل کر صلیب کے ان چودہ مقامات کو بناتے ہیں "یہ پہلا مقام :- یسوع کو موت کی سزا دی جاتی ہے :

اگرچہ خداوند یسوع کو (LITHOSTROTOS) پر موت کی سزا سنائی گئی لیکن عام طور پر یہ رسم چلی آتی ہے کہ صلیب کا راستہ (Rawdatel Ma'arif) عمارت سے شروع ہوتا ہے۔

دوسرا مقام :- یسوع کو صلیب اٹھانے کیلئے دی جاتی ہے :

شہر کے باہر یہ مقام سڑک کے باہر کلیسیا نے ملائم (Chapel of the Condemnation) کے بالقابل ہے۔

تیسرا مقام :- یسوع پہلی مرتبہ زمین پر گر پڑتا ہے :

ECCE HOMO کی عراب سے ہوتا ہوا جلوس دائیں طرف کی عمارت خداوند مسیح کا قید خانہ سے گزرتا ہے۔ اس میں بہت سے غار ہیں جو اصطبل ہیں جنہیں شاید قیدی خانوں کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا۔ لیکن کوئی ایسی روایت نہیں ملتی جس کے مطابق خداوند مسیح اس جگہ قید میں رہا۔ بائبل ہاتھ کے کونے میں ایک پھوٹا سا گرجہ ہے جو خداوند مسیح کے پہلی مرتبہ زمین پر گرنے کی یاد میں تعمیر کیا گیا ہے۔ روایت اور انجیل مقدس کے بیانات اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ یہ مقام اور چوتھا مقام دونوں ۱۸۵۶ء سے آریینی کیتھولک کی ملکیت ہیں لیکن پولینڈ کے لوگوں نے پچھلے پچیس برس سے اپنے تصرف میں رکھا ہوا ہے۔ اس کی

at Hoade Eugene. Jerusalem and its Environs.

Franciscan Printing Press. Jerusalem. 1956. P. 19.

زیبائش کی ہے اور اس کے پچھلی طرف ایک عجائب گھر بنا دیا ہے۔

چوتھا مقام :- یسوع اپنی غمزدہ ماں سے ملتا ہے :

ان دونوں مقامات کے درمیان آرمینین کیتھولک چرچ ہے جس کا نام *Our Lady*

of the *spasm* ہے جسے ۱۸۸۱ء میں تعمیر کیا گیا تھا۔ وہ تہہ خانہ جو قدیم بازار

کے ساتھ ہوا ہے اس میں زمانہ قدیم کی پچی کاری کا کام کیا گیا ہے اور اس کی اونچائی شمال مغرب کی طرف کوئی دو فٹ ہے۔ اس چوتھے مقام پر کنواری مریم کے جسم کے بالائی حصے کا مجسمہ ہے اور ہمارا خداوند منجی ایک چھوٹے سے عبادت خانہ کے سامنے ہے۔

پانچواں مقام :- شمعون کرینی یسوع کی صلیب اٹھاتا ہے :

وہ دادی جسے قدیم وقتوں میں طیار پوٹین کی دادی کہا جاتا تھا۔ یہاں سے جلوس

کلوری پیارڈ پر چڑھتا ہے۔ بائیں ہاتھ کی پہلی عمارت وہ ہے جسے فرانسیسکنز نے ۱۸۹۵ء

میں تعمیر کیا تھا۔ یہ عمارت اسی مقام کی نشان دہی کرتی ہے جہاں حاکم کے سپاہیوں نے

ایک اجنبی شخص شمعون کرینی کو یسوع کی صلیب اٹھا کر لے جانے کھلے مجبور کیا کیونکہ انہیں ڈر

تھا کہ یسوع اس صلیب کو اٹھا کر مصلوب ہونے کی جگہ تک زندہ نہیں جاسکتا۔

چھٹا مقام :- ویرونیکا یسوع کا چہرہ پونچھتی ہے :

شراب سے گزریں تو بائیں ہاتھ دلیارہ میں ایک تحریر ہے جس میں یہ روایتی کہانی

ہے۔ یہ جرأت مند خاتون خواہ کوئی بھی تھی اس کا نام کتان کے اس کپڑے سے ملا ہے

جو اس نے استعمال کیا تھا۔ یہ کپڑا ۱۸۸۰ء سے روما میں رکھا ہوا ہے اور اس پر

vera - icon لکھا ہوا ہے، اس کے معنی ہیں سچی مورت یا تصویر۔ عمارت کے

اندرا یک گرجہ ہے جسے یونانی کیتھولکس نے ۱۸۸۳ء میں خریدا تھا اُسے حال ہی میں

رنگ روغن کیا گیا ہے۔ اس کی قدیم دیواروں اور محرابوں کو بھی درست کیا گیا ہے۔

ساتواں مقام :- یسوع دوسری مرتبہ گہر پڑتا ہے :

خداوند یسوع دوسری مرتبہ اُس وقت گرجا جب وہ اُس دروازے سے گزرا جس کا نام

دروازہ (*Gate of Judgement*) تھا۔ یہ نام اس وجہ سے

دیا گیا کیونکہ موت کی سزا کا حکم اس کے ساتھ چسپاں کر دیا گیا تھا۔ ۸۷ء میں فرانسیسکنز نے اسے مزید لیا۔ اس جگہ دو گرجے ہیں۔ ایک بالائی اور دوسرا نچلے حصہ کا۔ گرجہ کے اندر کا سرخ ستون ستونوں والے بازار کا تھا جسے شہنشاہ ہیڈریان نے ۱۳۵ء میں تعمیر کروایا تھا۔

پٹھواں مقام :- یسوع یروشلیم کی بیٹیوں سے مخاطب ہوتا ہے :

اس مقام پر ایک صلیب نصب ہے۔ یہ صلیب سینٹ شارالمبوس

(St. Charalambos) یونانی آرٹھوڈوکس کانونٹ (Greek Orthodox Convent) کی دیوار پر ہے۔ یہ جگہ مقدس قبر کے کینز (Canons) کی رہائش گاہ کا حصہ ہے۔

یسوع نے ان عورتوں سے کہا جو اس کے واسطے روٹی پختی تھیں۔ ۱۲۷۰ء یروشلم

کی بیٹیو! میرے لئے نہ رو بلکہ اپنے اور اپنے بچوں کیلئے رو۔ اس کے چالیس سال بعد یروشلم کے ان باشندوں پر قیامت صغریٰ لوٹی اور وہ مصائب و آلام میں مبتلا ہوئے۔

نواں مقام :- یسوع تیسری مرتبہ گہر پڑتا ہے :

اگرچہ یہ مقام گزشتہ مقام سے بالکل قریب ہے مگر راستے میں بے شمار عمارتوں کی وجہ سے ایک لمبا چکر کاٹنا پڑتا ہے۔ سوک (SUK) کے ساتھ گزر کر جلوس داہنی طرف میڑھیوں کے اوپر ہوتا ہوا قبطنی کانونٹ تک جاتا ہے۔ صلیبی مجاہدین سوک کو خراب طعام (Bad Cooking St) کا بازار کہتے تھے۔ ایک ستون کی بتی اس مقام کو ظاہر کرتی ہے۔ مقدس قبر کے گرجہ کی محراب جو بائیں ہاتھ دکھائی دیتی ہے یہ ظاہر کرتی ہے کہ نواں مقام کوہ کلوری کی چوٹی کے قریب ہے۔ آخری پانچ مقام مقدس قبر کے گرجہ کے اندر ہیں۔ ان تک پہنچنے کے لئے پھر واپس لوٹنا پڑتا ہے۔

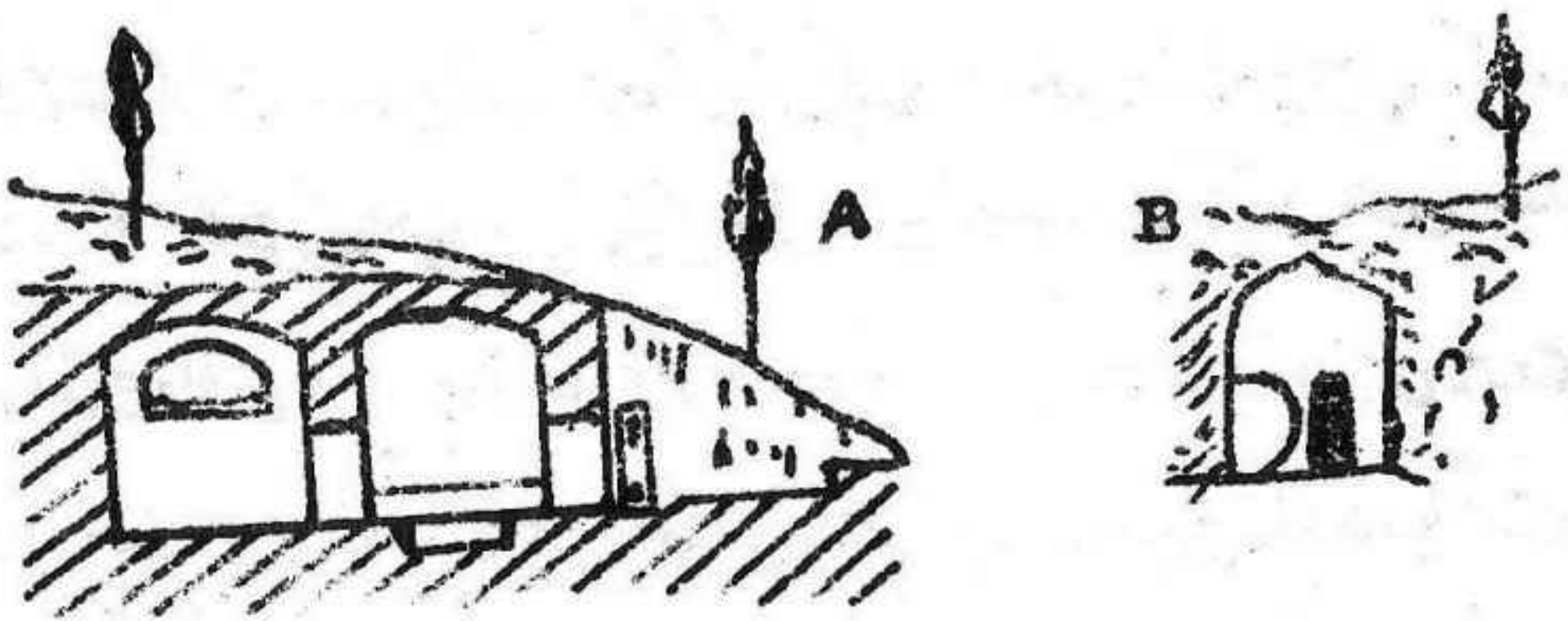
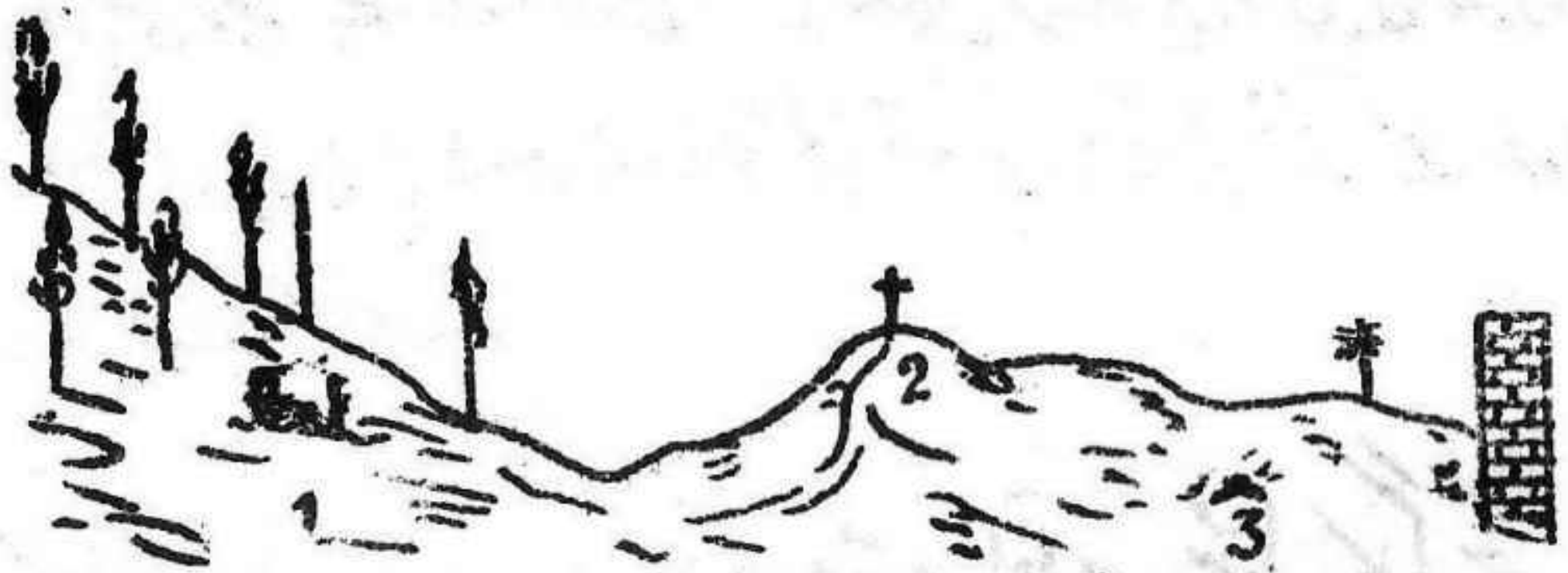
اپنی صلیب اٹھائے ہوئے یسوع اس مقام پر پہنچا جسے کلگتا یا کلوری کہا جاتا ہے۔

کلگتا کے معنی ہیں کھوپڑی کی جگہ۔ صلیب کو زمین میں گاڑ دیا گیا اور "خدا انسان" تین گھنٹوں

تک آسمان اور زمین کے درمیان دنیا کے ذریعہ کھیلنے لڑکا رہا۔

مصلوب ہونے کا مقام شہر سے باہر مگر شہر کی تفصیل کے نزدیک اور شاہراہ کے کنارے تھا۔ اس کے قریب ایک باغ تھا جس کے سرے پر پہاڑی کے چھجے میں ایک قبر تھی۔ شہنشاہ ہیدریان نے اس نئے مذہب کی اس مقدس قبر کی بے حرمتی کا فیصلہ کیا۔ اس نے اس مقام پر بڑا چبوترہ بنوایا اور اس پر اس نے اپنے دیوتاؤں کے بت رکھوا دیئے۔

۳۲۴ء میں بادشاہ کانستانتین اعظم کی والدہ محترمہ ملکہ ہینا یروشلیم میں آئیں۔ ان کی آمد پر بشپ میکاریس (Macarius) نے انہیں بتایا کہ بتوں کے اس مندر کے نیچے کلوری اور مقدس قبر ہے۔ ملکہ نے اپنے بیٹے کانستانتین اعظم کو اس طرف مائل کیا۔ اس نے حکم صادر فرمایا کہ اس جگہ کو صاف کیا جائے۔ اور تمام لوگ حیران و ششدر رہ گئے کہ تمام مقام اپنی اصلی حالت میں تھے۔ خداوند مسیح کے جان دینے کے وقت جب کلوری ترک گئی تھی اور چٹان میں سے کاٹی ہوئی خالی قبر اسی حالت میں تھی۔



مذہب کی ایک مدنی تصویر

۱۔ قبر ۲۔ صلیب ۳۔ حوض ۴۔ صلیب کا حصہ دب، ڈھکے ہوئے پتھر کی دیوار
خداوند مسیح کے زمانے کی ایک یہودی قبر

اس مقام پر چند درجہ ذیل عمارتیں تعمیر کی گئی تھیں :-

ا، ایک مدور گرجہ جس کی شکل میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ اس کے مرکز میں قبر ہے جو ارد گرد کی چٹان سے بالکل علیحدہ ہے۔

ب، ایک طویل و عریض صحن جس میں کلوری کی چٹان تھی جو یہی شکل دینے کیلئے کاٹی گئی تھی۔

ج، پانچ ستونوں کا ایک عظیم کلیسیا جسے باسیلیق (گرجہ) جس سے پہلے ایک Atrium اور ایک دروازہ تھا جو بڑے بازار سے جاملتا تھا۔ یہ مدور گرجہ قیامت المسیح اور باسیلیق، گواہ کے نام سے موسوم تھے کیونکہ ایک حوض میں جو اس کے نیچے ہے تین صلیبیں دریافت ہوئیں یعنی یسوع کی صلیب اور دو ڈاکوؤں کی صلیبیں۔

چودھواں مقام :- یسوع قبر میں دکھایا جاتا ہے :

قبر کے پیچھے قبلی گرجہ ہے۔ جو ستونوں کے تھوڑی دیر بعد تعمیر کیا گیا تھا۔ اس کے بالمقابل آرمینی گرجہ ہے جسے شامی لوگ استعمال کرتے ہیں اس میں خداوند مسیح کے زمانے کی قبریں ہیں جو چٹان میں بنائی گئی تھیں۔ یہ قبریں نیکو دمس اور یوسف ارنیہا کی ہیں جو اس باغ کا مالک تھا۔

ع :- گالیکنوٹ (Gallicantu) میں مقدس پطرس رسول کا گرجہ :
کوڑے کرکٹ کے چھانک سے گزر کر ایک راستہ سینٹ پطرس کے نئے گرجے کو جاتا ہے۔ گالیکنوٹ کے معنی ہیں مرغ کی بانگ۔ یہ خوبصورت ملکیت عید استقبال حضرت مریم کے عقیدہ والوں (ASSUMPTIONISTS) کی ہے اور اس میں یہودی اور مسیحی یروشلم کی بہت سی نشانیاں ہیں۔ کھدائی سے ایک بچتہ بازار دریافت ہوا ہے جو CENACLE سے شبیلوخ کے حوض تک جاتا تھا۔ خداوند مسیح مبارک جمعرات کی رات کو غالباً اسی بازار سے گزرا تھا۔ ایک اور بازار جسے بازنطینی (Byzantine) بازنطینی کہتے ہیں۔ ایک قبرستان اور ایک پانچویں صدی کا مکان بھی دریافت ہوئے

ہیں۔ گہ

موجودہ گرجہ ایک غار کے اوپر ہے۔ اس پر جو بے شمار صلیبیں نصب ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قدیم زمانہ سے ہی اس کی عزت و تعظیم کی جاتی ہے۔ آئٹشنسٹ فادر (Assumptionist Fathers) استقبال حضرت مریم کا خیال ہے کہ اسی جگہ کاٹھا کے محل کے اوپر سینٹ پطرس کا گرجہ تھا کیونکہ زائرین یہی کہتے ہیں۔ اور یہ غار شاید وہی ہے جس رات خداوند مسیح نہایت غمگین تھا تو اس نے یہیں رات گزاری لیکن تسلیم کرنا مشکل ہے کیونکہ خیال کیا جاتا ہے کہ سردار کاہن کا محل بلندی پر واقع تھا تا کہ وہ ہیکل کو دیکھ سکے اور اس نے کسی صورت میں اپنا محل ایک قبرستان کے اوپر نہیں بنایا ہوگا۔ ایک مقبرے اور ایک باز نطینی خائفہ کے کھنڈرات سے یہ گمان گزرتا ہے کہ یہاں پطرس رسول کے توبہ کرنے کی یاد میں گرجہ تعمیر کیا گیا ہوگا اور صلیبی مجاہدوں نے اسے سینٹ پیٹرز ان گالیکانتو (St. Peter in Gallicantu) یعنی پطرس رسول کا گرجہ جو مرغ کے بانگ دینے کی یادگاری کے طور پر ہے۔ درحقیقت گرجہ کے نیچے ایک غار تھی۔ خیال کیا جاتا ہے کہ رسول وہاں رونے کیلئے چلا گیا تھا۔

ف۔ سینٹ این کا گرجہ:

سینٹ ٹیفن کے دروازہ سے قدیم شہر میں داخل ہوں تو بائیں ہاتھ صلاح الدین کا احاطہ ہے۔ جس کا کچھ حصہ فرانسیسی ملکیت ہے اور جس میں صلیبی مجاہدین کا گرجہ سینٹ این (St. Anne) ہے۔ بیت حسدا کے حوض اور یونانی کیتھولک سیمینری کو فادرز چلائے ہیں۔ ایک قدیم روایت کے مطابق سینٹ این کا گرجہ اس جگہ تعمیر کیا گیا ہے جہاں کنواری مریم صدیقہ کا گھر تھا اور اسی گھر میں وہ پیدا ہوئی تھی۔ اس کا کچھ حصہ پہاڑ کو کاٹ کر بنایا گیا ہے اور اب یہ گرجہ کا تہ خانہ ہے۔

چھٹی صدی میں یہاں ایک گرجہ تعمیر کیا گیا تھا۔ اس کے بعد صلیبی مجاہدین نے اسے

Dr. Hoade Eugene - Jerusalem and its Environs.

Franciscan Press Jerusalem R 69. 1956,

از سر نو تعمیر کیا۔ انہوں نے اس کے ساتھ ایک دارالمراتبات بھی تعمیر کیا۔

دردانہ سے کے اُدھر جو عربی زبان میں کتبہ ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۲۹۲ء میں صلاح الدین نے اس گرجے کو اسلامی دینی درس گاہ میں تبدیل کر دیا۔ مسلمانوں کے قبضہ کے دوران بھی فرانسسکنز تہہ خانے کو استعمال کرتے تھے۔

جنگ کرمیسا کے بعد ۱۸۵۶ء میں ترکوں نے اسے فرانس کے حوالہ کر دیا۔ اہل فرانس نے اس کی شان رنٹہ کو حسین انداز میں بحال کیا اور اس ملک میں صلیبی مجاہدین کی طرز تعمیر کے نمونے پر اسے استوار کیا۔ گرجے کے ساتھ دائیں ہاتھ ایک عجائب گھر ہے جس میں کتاب مقدس کے نوادرات رکھے گئے ہیں۔

سردار کاہن حناہ کا مکان :

بے شمار نئی عمارتوں سے گزر کر ہم دیر الزیتون (زیتون کے درخت کی خانقاہ) تک پہنچتے ہیں۔ اس نام کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ وہاں زیتون کا ایک پرانا درخت ہے جس کے ساتھ خداوند مسیح کو اس رات باندھ دیا گیا تھا جب وہ سردار کاہن حناہ کے پاس لایا گیا تھا۔

یہ گرجہ مثلاً کا ہے۔ اور اس کے تھوڑے عرصے کے بعد اسے ”حناہ کا مکان“ کہنے لگے۔ لیکن غالباً سردار کاہن حناہ سردار کاہن کا تفسا کے ساتھ رہائش پذیر تھا۔ سردار کاہن کا تفسا کا گھر اُس جگہ تھا جہاں آج کل آرمینی کلیسیا کا سینٹ میٹروسیوس (St. Saviour) کا گرجہ ہے جو صیتون پچانک کے باہر ہے۔
ک :- مقدس قبر کا گرجہ :

تقریباً دو سو سال تک یروشلم میں خداوند مسیح کی قبر پر ایک بُت خانہ بنا رہا۔ لیکن بادشاہ کانٹنٹائن کے حکم سے یہ مندر اور اس کے تمام بتوں کو باہر پھینک دیا گیا اور بتوں سے ناپاک مٹی کو یہاں سے ہٹا دیا گیا۔ اس کام کے دوران میں خداوند مسیح کی قبر کا انکشاف ہوا۔ بادشاہ نے یروشلم کے بشپ میکاریس کو ہدایت کی کہ وہ سرکاری خرچ پر ایک شاہی شان و شوکت کا گرجہ تعمیر کر دے۔ یہاں ایک بے نظیر و

بے مثال باسلیق تعمیر کیا گیا۔ آخر کار ۳۳۵ء میں اس گرجے کی مخصوصیت ہوئی۔ شہر کی بڑی منڈی کے بازار کے وسط سے اس طرف داخل ہونے کے دروازے آتے ہیں۔ اور باہر سے گزرنے والے اس گرجہ کی شان و شوکت کا نظارہ کر کے درپردہ حیرت میں غرق ہو جاتے ہیں۔

اس گرجہ اور اس کے محل وقوع کے بارے میں مشہور بورڈیو (BORDEAUX) کے سفر نامے میں ذکر آتا ہے۔ اس نے ۳۳۳ء میں یروشلم کی زیارت کی۔

”بائیں طرف گُلگتا کی چھوٹی پہاڑی ہے جہاں خداوند کو صلیب دیا گیا تھا۔ اس جگہ سے پتھر کے پٹے پر وہ محراب سی ہے جہاں اُسے دفن کیا گیا تھا اور وہ تیسرے دن مردوں میں سے جی اٹھا۔ بادشاہ کانستنائن کے حکم سے وہاں ایک نہایت ہی خوبصورت اور دلکش گرجہ تعمیر کیا جو آج بھی موجود ہے۔ اس باسلیق (گرجہ) کے ایک طرف پانی کے ذخیرہ بھیلے تالاب بنایا گیا ہے جہاں سے پانی حاصل کیا جاتا ہے۔ اس کے عقب میں ایک غسل خانہ ہے جس میں نوزائیدہ شیرخوار بچوں کو بپتسمہ دیا جاتا ہے۔“

مقدس قبر کے اوپر کے گرجے کے متعلق ہمیں ہم عصر یوسیتیس اور بورڈیو زائیر کی تحریرات اور کانستنائن کی فن تعمیر کے ٹوٹے ہوئے عمارتوں کے حصوں سے حاصل ہوئی ہیں۔ کانستنائن کے عہد کے کھنڈرات آج بھی دکھائی دیتے ہیں۔

متواتر تین صدیوں تک ایمان دار لوگ ان خوبصورت یادگاروں میں عبادت کر کے تلبی اطمینان حاصل کیا کرتے تھے۔ لیکن ۳۱۳ء میں فارسیوں نے انہیں پکڑ کر دہلا کر دیا۔ ۴۲۹ء میں ایبٹ موڈیٹش (Modestus) نے اس کے تھوڑے سے حصے کو بحال کیا لیکن ۱۰۴۸ء میں شہنشاہ کانستنائن مونومیکس (Emperor Constantine Monomachus) نے اسے پھر تعمیر کیا لیکن عظیم کلیسیائے باسلیق کو چھوڑ دیا گیا۔

۵ Finegan Jack. *Light from the Ancient Past.*

Princeton University Press, Princeton, New Jersey P. 434. 1946.

جولائی ۱۹۹۹ء میں جب صلیبی مجاہدین یہاں پہنچے تو ان کی نگاہیں اس عمارت پر پڑیں انہوں نے اس عمارت کی شان رفتہ کو بحال کرنے کی طرف توجہ دی۔ جہاں تک ممکن ہو سکا انہوں نے پرانی شکل کو ہی برقرار رکھتے ہوئے بڑے بڑے مقدس مقامات کو ایک عمارت میں یکجا کر دیا۔ پتھر کے خوبصورت کام سے اس عمارت کو بالخصوص جنوبی حصے کی طرف پتھی کاری سے مزین کیا گیا۔

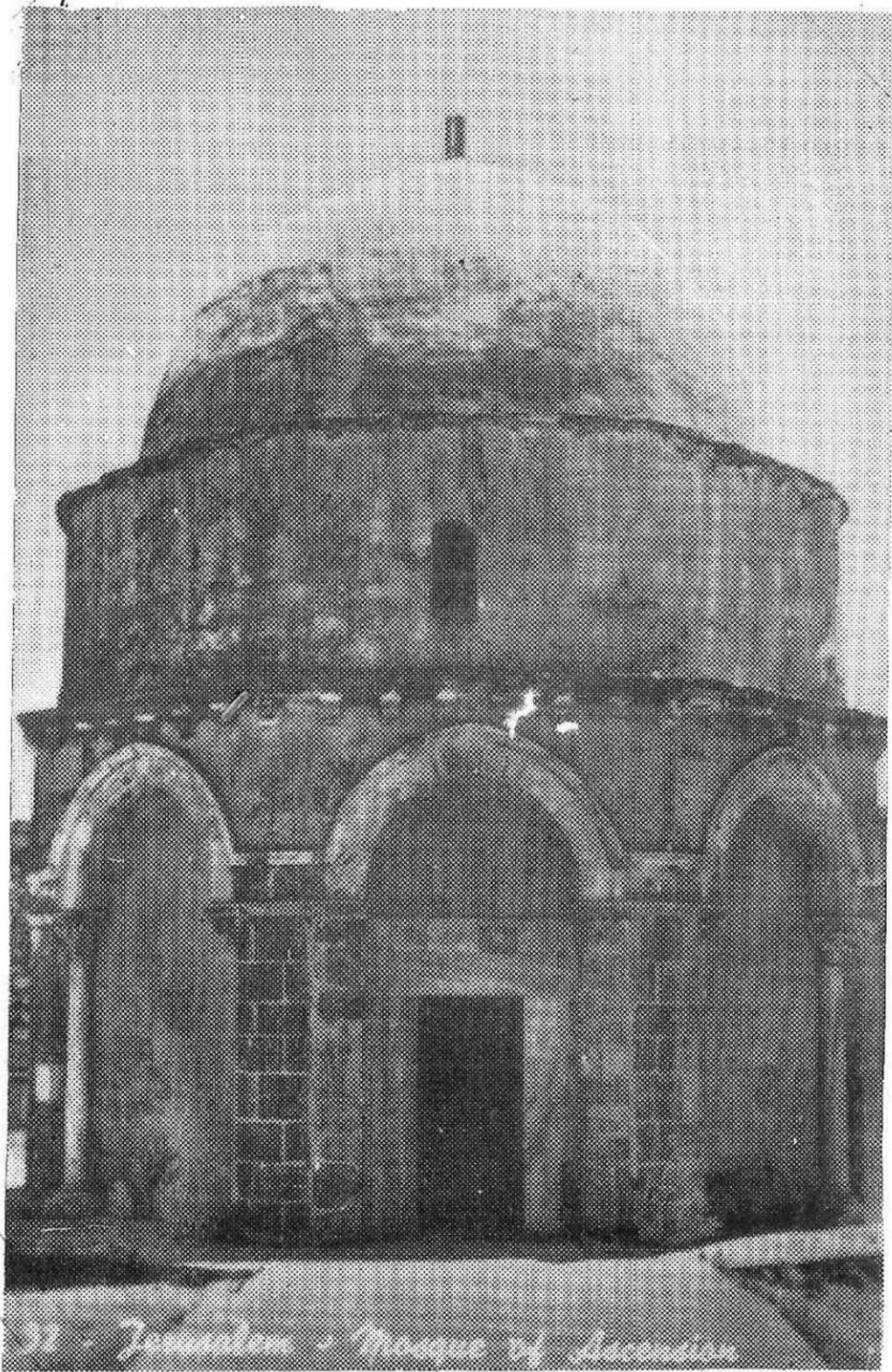
صلیبی مجاہدین کی آمد سے پیشتر کانسٹنٹائن کی عمارت کے کھنڈرات پر کئی گرجے تعمیر ہو چکے تھے تاکہ مسیح خداوند کی زندگی کے آخری لمحات کی سرگزشت کی یادگار کو قائم رکھا جاسکے۔ محراب کے قریب جو یادگار گرجے صلیبی مجاہدین نے تعمیر کرائے ان میں یہ چیزیں رکھی گئیں۔ ان میں سے ایک پتھر ہے جس پر خداوند مسیح نے آخری مقدس ہفتہ کو دلسوزی سے دعا کی تھی۔ یہ پتھر موجودہ دروازے کے قریب ہے جس سے داخل ہوتے ہیں۔ کئی صدیوں سے ان عمارتوں کی مرمت ہوتی رہی ہے لیکن وہ عمارت جسے صلیبی مجاہدین نے تعمیر کرایا تھا وہ ۱۸۰۸ء تک قائم رہی جب تک وہ آگ سے جل کر راکھ نہ ہو گئی۔

یورپ میں نپولین بونا پارٹ کی وجہ سے مغربی ممالک کو مرمت کرنے سے خارج کر دیا گیا۔ لیکن ایک یونانی کاریگر نے یہ کام سرانجام دیا۔ اس کا بڑا ہی المناک نتیجہ ہوا۔ بے ہنگم اضافے اور بے مقصد تراش خراش نے اس احساس کو بالکل مفقود کر دیا جسے مغرب کے کاریگروں نے پیدا کرنے کی کوشش کی تھی۔ پھر ۱۸۶۹ء میں بڑے گنبد کی جگہ دوسرا گنبد بنانا پڑا۔ ۱۹۴۹ء کی آگ میں یہ جل کر راکھ ہو گیا۔

آجکل ہر مسیحی کی جمالیاتی اور مذہبی حس اس عمارت کی ناگفتہ بہ حالت پر فوجہ کناں ہے اس امر کی کوشش کی جا رہی ہے کہ اس عمارت کے متعلق کچھ کیا جائے لیکن ترقی کی رفتار بہت سست ہے کیونکہ اس جگہ کی حیثیت بڑی ہی عجیب و غریب ہے۔

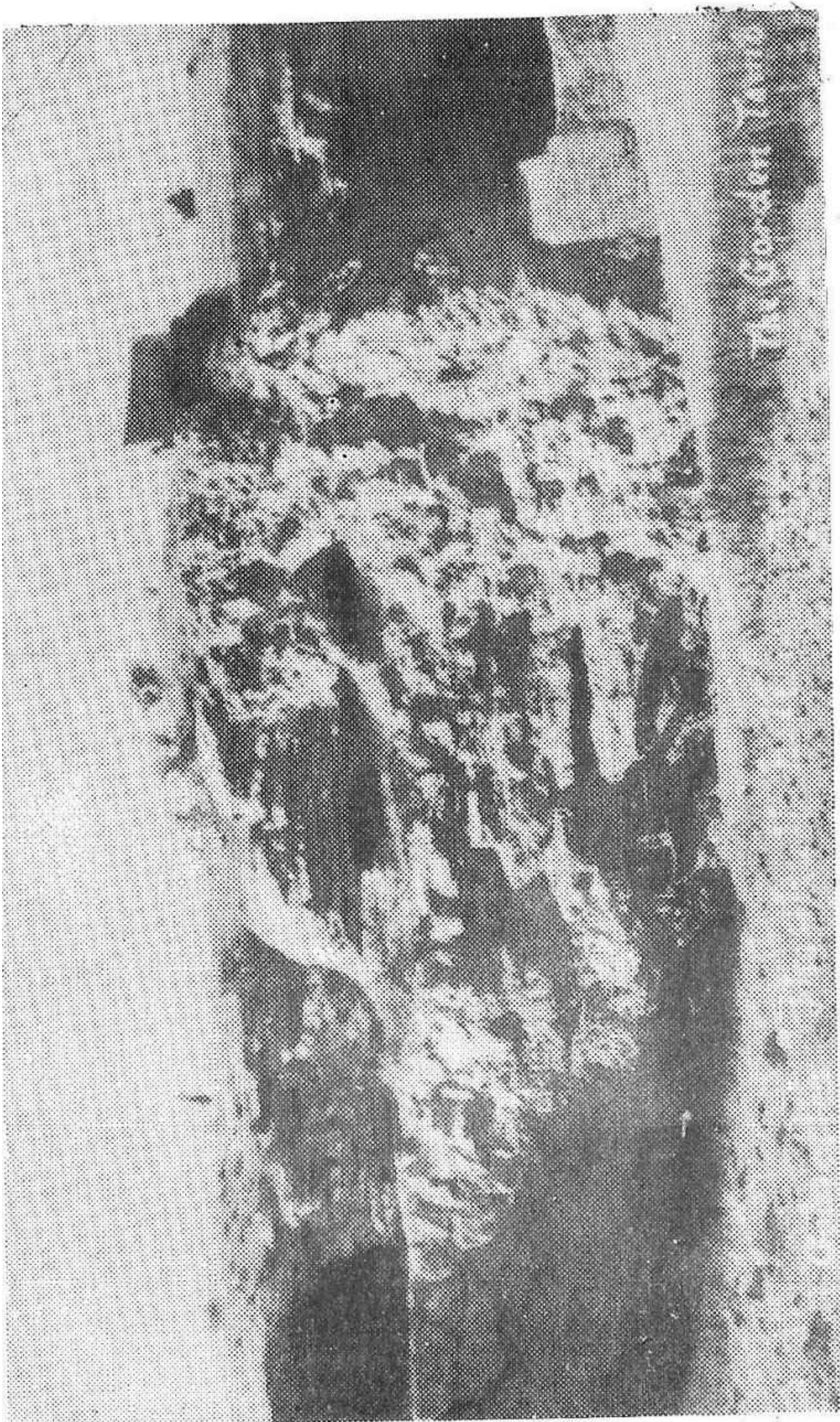
صعود کا گرجہ:

یہ گرجہ ملکہ ہلینا نے تعمیر کرایا اور کانسٹنٹائن نے اس کی عظمت و جہاں و جلال میں



کوہِ زیتون کے اُوپر
مسیح کے صعود کرنے کی جگہ

گلگت — کھوپڑی کی جگہ



اضافہ کیا۔ یو سی بیس مؤرخ نے اس کے متعلق یوں لکھا ہے :-

”دشہنشاہ کی والدہ ماجدہ نے نوح النعمانی کے نجات دہندہ کی آسمان پر اٹھائے جانے کی یاد میں ایک مقدس گرجہ اور ہیکل کی پر شکوہ عمارت کوہ زیتون اسی چوٹی پر تعمیر کرائی۔ اور درحقیقت مستند تاریخ سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اسی غار میں ہمارے منجی نے اپنے شاگردوں پر راز ہائے بستہ واکے۔ اور اسی جگہ شہنشاہ کانستانتین نے بادشاہوں کے بادشاہ کے حضور قیمتی اور مختلف النوع نذریں گزرائیں اور یوں اپنی عقیدت کا اظہار کیا۔“

یہ ظاہر ہے کہ یہ گرجہ (باسلیق) کوہ زیتون پر اس جگہ کے قریب تعمیر کیا گیا تھا جہاں چوتھی صدی کی روایت کے مطابق خداوند مسیح آسمان پر اٹھایا گیا تھا۔ (اعمال ۱: ۹-۱۲) اور یہ اُس غار کے عین اوپر ہے جہاں کہا جاتا ہے کہ یسوع نے اپنے شاگردوں کو تعلیم دی تھی۔

یہ گرجہ جسے موڈلیٹس (Modestus) نے قدرے بحال کیا تھا ۱۱۶۳ء میں فارسیوں نے تباہ کر دیا اور آخر کار کھنڈرات میں تبدیل ہو گیا۔ ازمنہ وسطیٰ کے دوران اس مقام پر دو گرجے تعمیر کئے گئے تھے ایک گرجہ کا نام (Peter Noster) یا خداوند کی دعا ہے اور دوسرے کا نام (Marcellus) اس یاد میں ہے کہ اسی مقام پر رسول رسولی عقیدہ معرض تحریر میں لائے تھے۔ خداوند کی دعا کا گرجہ ۱۸۶۸ء میں تعمیر ہوا تھا۔ یہ جگہ پرنسپس ڈی لاٹور ڈی اورجین (Princesse de la Tour d'Auvergne) نے خریدی تھی۔ بادشاہ کانستانتین کے گرجے کا مشرقی کونہ اور غار کا تہ خانہ آجکل کی عمارتوں میں سے دوسری عمارت کے عین نیچے ہے۔

صلااح بدر کی پہاڑی :
یہ پہاڑی جو وادی ہلوم کے جنوب کو ہے اس ناخوشگوار اور ناپسندیدہ نام

سے موسوم ہے۔ کیونکہ ایک روایت کے مطابق سردار کاہن کا لٹھانے اپنے اس سپاہی بیکے مکان میں خداوند مسیح کے خلاف مشورہ کیا۔ (یوحنا۔ ۱۱: ۴۷)

ل۔ ہتھقل و ما :

وادی کے دوسری طرف طویل کم اونچپائی کی عمارت ہے۔ یونانی سینٹ اونو فر تیس (St. Chaudhary) کا کالونٹ جو چٹانی قبروں کے بیچ درہچ راستوں میں بنایا گیا ہے۔ یہ آج بھی گزشتہ زمانے کے زائرین کی کھوپڑیوں اور ہڈیوں سے بھرا ہوا ہے۔ اس کے ساتھ ہی ہتھقل و ما (خون کا کھیت) ہے جسے کھار کا کھیت بھی کہتے ہیں۔ یہ کھیت اُن تیس روپوں کے عوض خرید گیا تھا جو یہود راہ اسکریوتی نے خداوند مسیح کو پکڑوانے کے لئے یہودیوں سے لئے تھے۔ (متی۔ ۲۷: ۳۰)۔

یہ گھنڈیات بارہویں صدی کی ایک عمارت کے ہیں جسے امور خیر کی مذہبی جماعت کے ارکان (Hospitalitaller) نے تعمیر کروایا تھا اور یہ عمارت Chadamar یعنی زائرین کے قبرستان کے نام سے موسوم ہے۔ وادی کے نیچے بیرایوب یعنی الیوب کا کنواں ہے جو وہی کنواں ہے جس کا بائبل میں ذکر ہے۔

م۔ انتونشیہ :

یہ جگہ اس زاویے کے درمیان ہے جسے مسیح کے مغربی اور جنوبی حصے سے پیدا ہوتا ہے۔ انتونشیہ کا یہ تلع نام محل اس پٹان پر تعمیر کیا گیا تھا جو چاروں طرف سے اوپر کو اٹھتی ہے اور جس کی بلندی پچاس ہتھقل ہے۔ یہ محل بادشاہ ہیرودیس کا کاہنہ ہے جو اس کی ذہانت و فطانت کی عظمت کی دلیل ہے۔

عمارت کا اندرونی حصہ اپنی ساخت و پرداخت کی وجہ سے شاہی محفل تھا۔ اس کا نمونہ کامل تھا اور اس زمانے کی فن تعمیر کے عین مطابق تھا۔ اس میں پیش و پسروں اور محافل اور فوجی دستوں کے کمرے تھے۔ اپنی روزمرہ کی زندگی کی تمام سہولتوں اور ضروریات کی فراہمی کی بدولت یہ ایک شہر اور اپنے جہاں و جلال کی بدولت محل تھا۔ انتونشیہ کا نام اور اس کی شان و شوکت سے معلوم ہوتا ہے کہ کیوں ہیلاطس

اس مبارک جمعہ ۱۴۔ نسیان سن، ۳ کو اُس میں جلوہ افروز تھا۔

یوسف مورخ کی تحریکات سے پتہ چلتا ہے کہ اس محل سے ہیکل پر نظر رکھی جاتی تھی۔

مقدس وقت کی انجیل کے تیرھویں باب میں مرقوم ہے کہ پیلاطس اس انتونیہ کے محل میں رہائش پذیر تھا جب اُس نے گلیلیوں کا خون ”ان کے ذبیحوں کے ساتھ ملا یا تھا“ پوٹوس رسول کو ”پلٹن کے سردار“ کا گرفتار کرنا یہ ظاہر کرتا ہے کہ اس قلعہ کے محل وقوع کی کیا اہمیت تھی۔

سن ۳۳ء کے عید فصح کے موقع پر رومی افسران بالا کی مداخلت کسی دوسرے موقع کی نسبت زیادہ ضروری تھی۔ پیلاطس اس حقیقت حال سے بے خبر نہیں تھا، کہ یہودی قوم کے دلوں میں ہیجان مابہرہ ہے اور وہ ان افواہوں سے بھی غافل نہیں تھا کہ اُس نوجوان خزانہ دار نے چند روز ہوئے ہیکل میں سشاپانہ طور پر نزول اجلال فرمایا تھا۔

غالباً اُس نے یہ احکام صادر فرمائے تھے کہ پلٹن کا سردار، سردار کا ہنوں کے خادموں کی امداد کرے تاکہ مسلح ہو کر گتسمنی کے باغ میں یسوع کو گرفتار کیا جائے۔ کٹافا کے گندے اور غلیظ قید خانے میں رات گزارنے کے بعد جمعہ کی صبح کو سویرے سویرے یسوع کو زنجیروں سے باندھ کر پیلاطس کی کچہری میں پیش کیا گیا۔ غالباً وہ طیرا پوٹین کی وادی سے گزرا جہاں ہم بخوبی جانتے ہیں اور مچھلی بھاٹک سے شہر سے باہر آیا۔ صدر عدالت کے سپاہیوں کے ساتھ شہر کی فصیل کے ساتھ ساتھ جانے والی دھلان سے نیچے اترتا تاکہ انتونیہ محل، کے صدر دروازے کے سامنے آ سکے۔

وہ قلعہ جہیں بیت پرست رومی رہا کرتے تھے یہودیوں کے نزدیک ”ناپاک جگہ“ تھی۔ اور مقدس یوحنا رسول ہمیں بتاتا ہے کہ سردار کا بن اور ان کے خادموں میں داخل نہیں ہوئے ”تاکہ ناپاک نہ ہوں بلکہ فصح کھا سکیں“ وہ دروازے کے باہر ٹھہرے جہاں ایک قاعد نے اندر جا کر پیلاطس کو خبر دی کہ کیا ہوا ہے اور

اسے مقدمہ کی تمام تفصیلات سے آگاہ کر دیا۔ اب جمع کے چھ منبجے تھے۔ رومی حاکم تمام واقعات سے آگاہ ہو چکا تھا۔ گتسمنی کا باغ قصر انتونید کے بالکل قریب تھا۔ فوجی دستے کی موجودگی، اُس کی بہترین منظم پولیس کی اطلاعات نے اسے چوکنا کر دیا تھا اور وہ بڑھتی ہوئی شورش کا قلع قمع کرنے کے لئے بالکل تیار تھا۔

پیلاطس اپنے محل سے باہر نکلا اور ایک نیلے پردے پر کھڑا ہوا۔ وہ مجمع جو محل کے نیچے جمع ہو چکا تھا، اُن سے کوئی اڑھائی میٹر بلندی پر کھڑے ہو کر وہ لوگوں سے مخاطب ہوا۔ اُس نے بالمشافہ لوگوں سے بات نہیں کی۔ یہ مجمع اُس کے حاکمانہ مرتبے کا پاس کرتا تھا۔

رسمی گفتگو کے بعد پیلاطس نے تمام حالات سے نیٹنے کی ٹھانی۔ اُس نے لوگوں سے پوچھا: ”تم اس آدمی پر کیا الزام لگاتے ہو؟“ صدر عدالت والوں نے یہ غنیمت سمجھا کہ اس پر سنسنی خیز الزامات عائد کریں۔ یہ مقدمہ بڑی سنگین نوعیت کا تھا۔ پیلاطس نے محسوس کیا کہ اس مقدمہ میں طول کلام اور اڑن گھاٹیاں ہیں اور اُسے یہ بھی بتا دیا گیا تھا کہ یہ معاملہ سراسر مذہب سے تعلق رکھتا ہے۔ لہذا اس سے کسی قسم کا کوئی سرکار نہیں رکھنا چاہتا تھا۔ اُس نے اُن سے کہا: ”اسے لے جا کر تم ہی اپنی شریعت کے موافق اس کا فیصلہ کرو۔“

تب یہودیوں نے اپنا شکوہ بیان کیا: ”ہمیں روا نہیں کہ کسی کو جان سے ماریں“ انہوں نے اپنے الزامات کے ثبوت میں یہ کہا کہ اس نے لوگوں کو بہکایا ہے اور قیصر کو جزیہ دینے سے منع کیا ہے۔

لوگوں نے حاکم کی دھمکی رگ کو چھیڑا۔ وہ سمجھتے تھے کہ یہی اس کی کمزوری ہے۔ پیلاطس نے یسوع سے کہا کہ وہ اس کے ساتھ بیڑھیوں کے ادبہ قلم میں آئے تاکہ وہ اُس سے پوچھ گچھ کرے۔ وہ دونوں محل میں داخل ہو گئے۔

یسوع اور روم کے اس نمائندے پیلاطس کے درمیان جو گفتگو ہوئی اُس میں یسوع نے اپنی بادشاہیت اور اپنے مہش کی حقانیت کا اقرار کیا۔ پیلاطس بڑا پریشان

ہوا۔ وہ اس سارے معاملے سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اس لئے وہ زینے پر کھڑا ہوا۔ اور لوگوں سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔ ”میں اس کا کچھ جرم نہیں پاتا۔“ لیکن یہودیوں نے اصرار کیا اور کہنے لگے کہ ”یہ تمام یہودیہ میں بلکہ گلیل سے لے کر یہاں تک لوگوں کو سکھا سکھا کر ابھارتا ہے۔“

جب اُسے یقین ہو گیا کہ یسوع گیلی ہے تو پیلاطس نے اُسے ہیرودیس انتیپاس کے پاس بھیجا۔ ہیرودیس انتیپاس یہودی خاندان میں سے تخت کا وارث تھا اور وہ اُس وقت یروشلم میں تھا۔ اُس وقت صبح کے ساڑھے سات بجے تھے۔ جب یسوع کو دوبارہ پیلاطس کے پاس واپس بھیجا گیا تو وہ اس تمام کارروائی سے نہایت پریشان ہوا۔ لہذا اُس نے سردار کاہنوں اور منصفوں سے مشورہ کیا۔ اُسے اُمید تھی کہ غالباً اس معاملہ کا کوئی نرم حل نکل آئے گا۔

اس تمام عرصہ کے دوران میں شہر میں عید فصح کی تیاریوں کی گھاگھی رہی۔ پیلاطس اور سردار کاہن کے درمیان صلاح مشورے کی رپورٹ شہر میں جنگل کی آگ کی طرح پھیلی اور پھیٹر پیلاطس کے محل انتونیہ کی طرف چلاتی اور شور کرتی ہوئی آئی تاکہ اپنی روایت کے مطابق فصح کے موقع پر ایک قیدی کی رہائی کا مطالبہ کرے۔ سردار کاہنوں اُکسانے پر بہا نامی ایک ڈاکو کو چھوڑ دینے کا مطالبہ کیا گیا۔

اس وقت سے پیلاطس ان کی باتوں کو مانسنے کی طرف مائل تھا لیکن ابھی وہ یسوع کو چھوڑ دینا چاہتا تھا لہذا اُس نے یسوع کو کوڑے لگوائے۔ غالباً محل کے قریب ہی یسوع کو کوڑے لگائے گئے تاکہ یہودی عوام سے قریبی رابطہ قائم رہے۔

جب یسوع کو سچا ہیوں کے حوالے کیا گیا تو انہیں نہایت خوشی ہوئی کیونکہ اب انہیں اس ساری عبرانی نسل کی توہین و تذلیل کا موقع ملے گا۔ وہ اپنے غصے کی جھراں اس یہودی پر نکالنا چاہتے تھے جو اپنے آپ کو بادشاہ کہتا تھا۔

وہ لوگ جو اس فوجی دستے میں شامل نہیں تھے وہ سیڑھیوں پر کھڑے ہو گئے اور ایک عام کھیل کھیلنے لگے۔ اس کھیل میں مستخر اڑانے کیلئے ایک سیج بیج کا

بادشاہ بنا کر اُسے ٹھٹھوں میں اڑایا جاتا تھا۔ پس اُن کو یہ موقع ہاتھ آیا کیونکہ ان کے سامنے اب ایک آدمی تھا جسے موت کی سزا سنائی گئی تھی۔ اب اس کھیل کے لئے انہیں جس چیز کی ضرورت تھی وہ انہیں میسر تھی۔

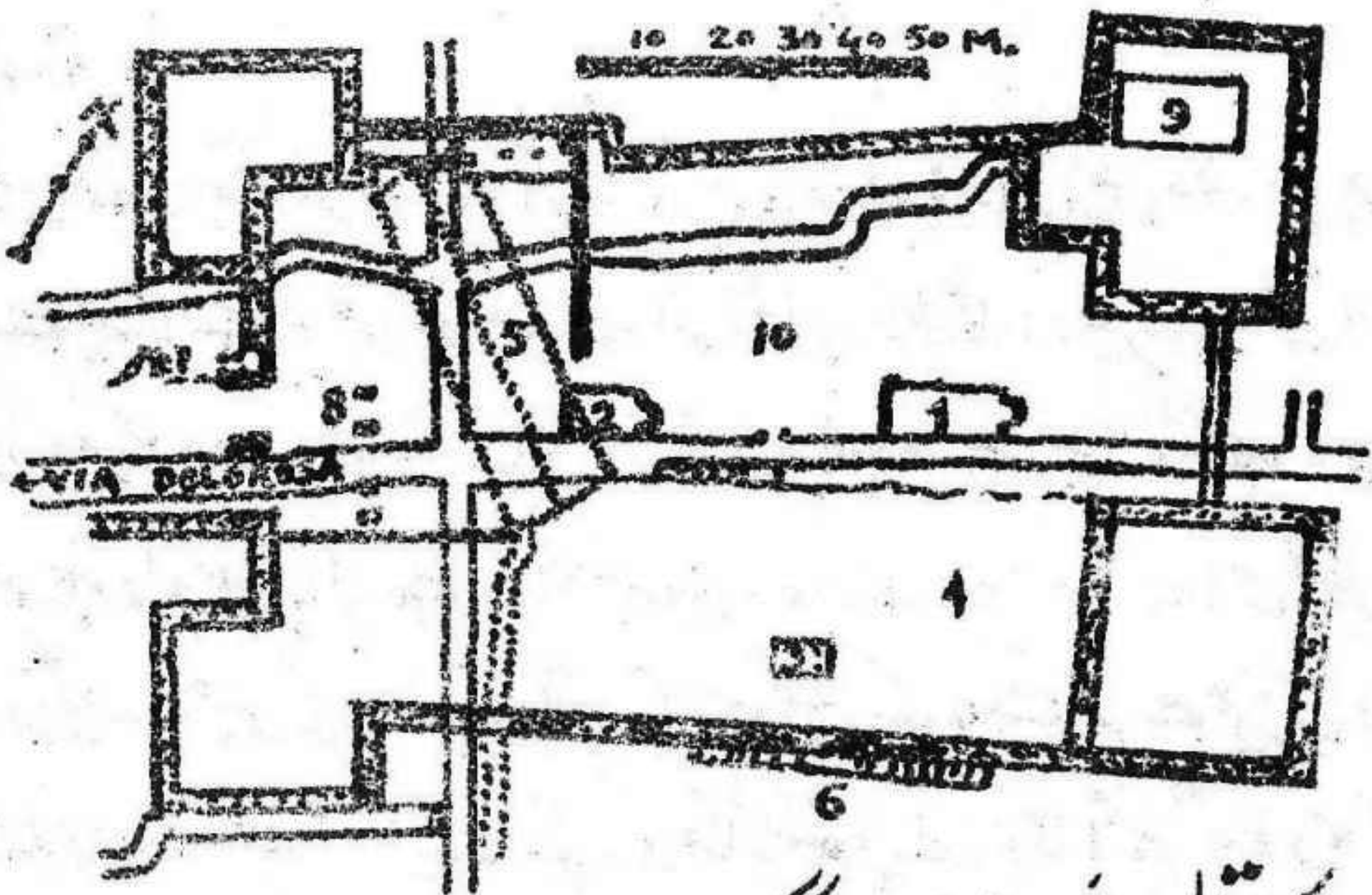
انہوں نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا، انہوں نے یسوع کو ایک سیڑھی پر بٹھایا جیسا کہ وہ تخت پر بیٹھا ہو۔ ایک ارغوانی رنگ کا کپڑا جو غالباً اسی دستے کے کسی آدمی کا ہوگا یسوع کے ارد گرد لپیٹ دیا گیا۔ اس کے سر پر کانٹوں کا تاج بنا کر رکھا گیا۔ یہ کانٹے اُن ٹہنیوں سے حاصل کئے گئے جو سپاہیوں نے رات کو آگ جلانے بجلیے اکٹھی کی تھیں ”اور وہ اس کے سر پر سرکنڈا مارتے اور اس پر ٹھوکتے اور گھٹنے ٹیک کر اُسے سجدہ کرتے رہے“ وہ آخر کار اُسے پیلاطس کے پاس لے آئے۔ اب انہوں نے ایک عام سیڑھی استعمال کی تاکہ وہ یہودیوں کی اس بھیڑ سے دور رہیں کیونکہ یہ حجم غیر شور و غل کا طوفان برپا کر رہا تھا۔ ٹھٹھوں سے، چیخ پکار سے کانٹوں کے پر سے پھٹ رہے تھے اور پیلاطس اب یسوع کی معصومیت اور بے گناہی کا قائل ہو چلا تھا۔ وہ اُسے پھر اندر محل میں لے گیا اور اس کے ساتھ گفتگو کرنے لگا۔ یسوع نے جواب نہ دیا اور جب پیلاطس کوئی خاص بات نہ مل سکی تو وہ پھر بھیڑ کے سامنے آیا۔ جب یہودیوں نے چلا چلا کر اُسے دھکی دی کہ اگر وہ یسوع کو چھوڑے گا تو وہ قیصر کا وفادار نہیں، تو اُس کی جرات نے جواب دے دیا۔ اور اس نے فیصلہ کر لیا کہ اب وہ یسوع کو یہودیوں کے غیظ و غضب کے حوالے کر دے گا۔

اس مضحکہ خیز عدالت کی تحقیق آمیز کارروائی کا آغاز ہوا۔ پیلاطس لوگوں کے سامنے تختِ عدالت پر بیٹھا۔ یسوع کو سزا کا حکم سنانے بجلیے اس کیخلاف جھوٹی گواہیوں کا جال تیار ہوا۔ جھوٹے گواہوں کے الزامات کی سماعت شروع ہوئی۔ اب پیلاطس نے اپنے ہاتھ دھوئے اور لوگ اُس کے محل میں داخل ہو گئے۔ سپاہیوں نے عدالت کے سامان کو پھر اُسی جگہ رکھ دیا۔ اب کچھ سپاہی لمحہ قید خانے میں گئے جو محافظ خانے کے قریب تھا تاکہ اُن دو ڈاکوؤں کو لے آئیں

جنہیں موت کی سزا سنائی جا چکی تھی اور مصلوب کرنے کے لیے صلیبیں تیار کیں۔ یہ صلیبیں سز یافتہ لوگوں کو خود اٹھا کر اُس مقام تک پہنچانا تھا جہاں انہیں صلیب دی جانی تھی۔ یہ غمگین جبرس پیلاطس کے محل سے روانہ ہوا۔

اور فیصل کے ساتھ ساتھ ہوتا ہوا ”پھلی پھانگ“ کے راستے شہر میں داخل ہوا۔ گوری تک پہنچنے کے لیے وہ پھر عدالت کے چانگ سے گزرا۔ وہ اسی راستے سے گزرا جو صلیب کا راستہ ہے اور آج بھی یہی راستہ اختیار کیا جاتا ہے۔

یسوع اب بہت تھکا ماندہ تھا۔ وہ کمزور اور لاغر دکھائی دیتا تھا۔ لہذا اسے گھلتا تک پہنچنے میں ڈھلان کو طے کرنے میں کوئی آدھ گھنٹہ لگا ہوگا۔ یہاں یسوع کو مصلوب کیا گیا۔ اب کوئی ”چھٹے گھنٹے کے قریب“ وقت تھا۔



انتونیاہ کا قلعہ اور زیارت گاہیں :

۱۔ گرجہ جہاں یسوع کو کوڑے لگائے گئے۔

۲۔ گرجہ جہاں خداداد کو موت کی سزا سنائی گئی اور اس پر صلیب لگائی گئی۔

۳۔ کانٹوں کا تاج سر پر رکھنے کا گرجہ (آج کل یہ گرجہ استعمال نہیں کیا جاتا)۔

۴۔ صحنِ راضات المعارف جہاں سے چودہ مقامات شروع ہوتے ہیں :

۵۔ قلعہ اور اس کے نیچے ایک دوہرا تالاب۔

۶۔ پٹر جہاں جن پر کھڑے ہو کر پوٹوس رسول نے پھیر سے خطاب کیا۔ (اعمال ۲۱)

۷۔ ٹبریں اور دونی جہد کے محافظی دستے کا گھر۔

۸۔ محرابِ آور "ECCE HOMO" کا ترجمہ

۹۔ ہیرو دس کا گھر

۱۰۔ فرانسسکن کا بائبل سکول

بیت لحم

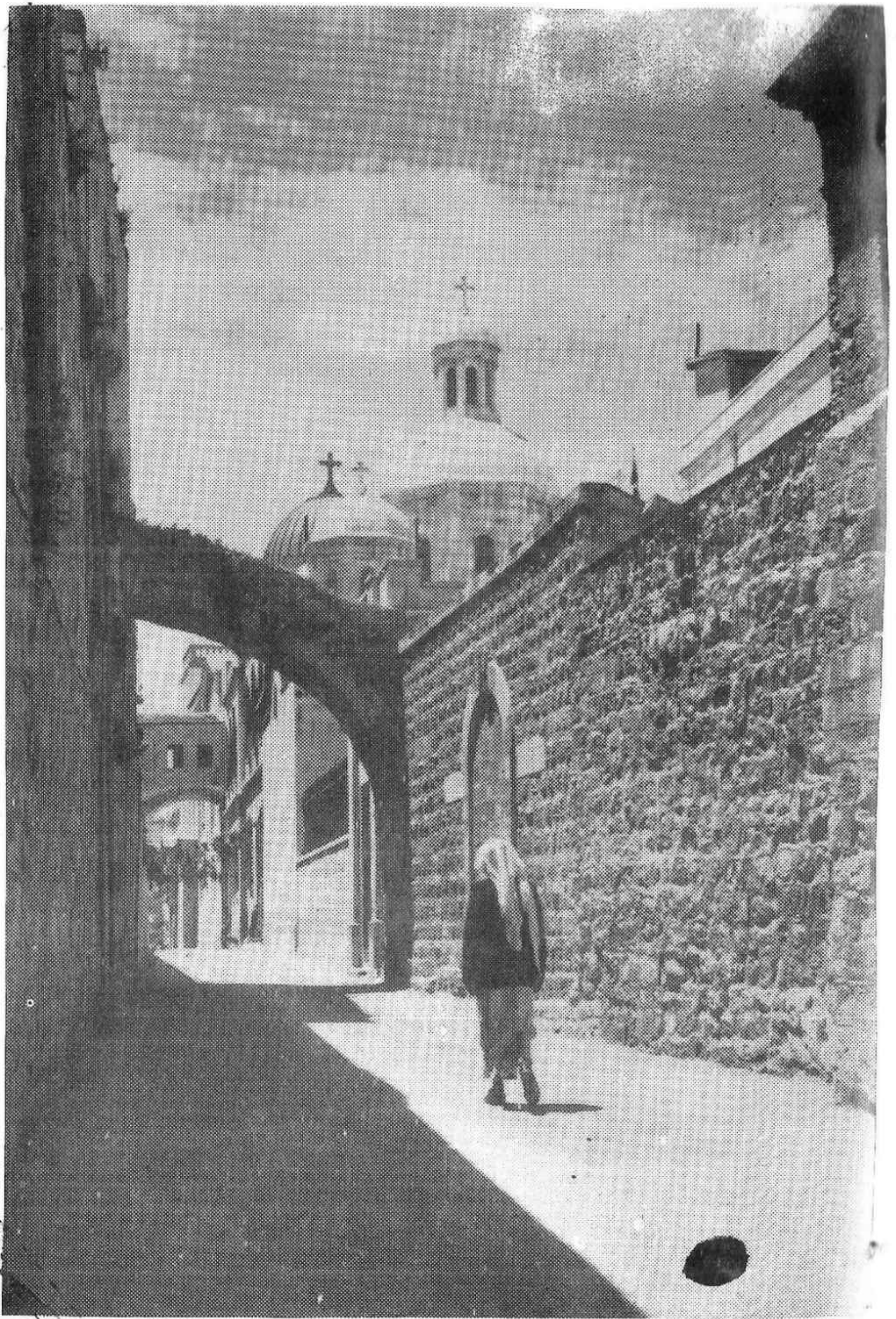
بائبل مقدس میں بیت لحم کا سب سے پہلی مرتبہ ذکر یعقوب کی بیوی راحل کی وفات کے سلسلہ میں آیا ہے۔ فلسطین کے اس چھوٹے سے شہر کو انزاتا یعنی اناج کا گھر کہتے ہیں۔ (پیدائش - ۳۵ : ۱۹ : ۲۸ : ۷) میکاہ نبی اسے بیت لحم انزاتاہ کے نام سے پکارتا ہے۔

”لیکن اے بیت لحم انزاتاہ اگرچہ تو یہوداہ کے ہزاروں میں شامل ہونے کے لئے سب سے چھوٹا ہے تو بھی تجھ میں سے ایک شخص نکلے گا اور میرے حضور اسرائیل کا حاکم ہوگا اور اس کا مصدر زمانہ سابق ہاں قدیم الایام سے ہے“ (میکاہ - ۲ : ۵)

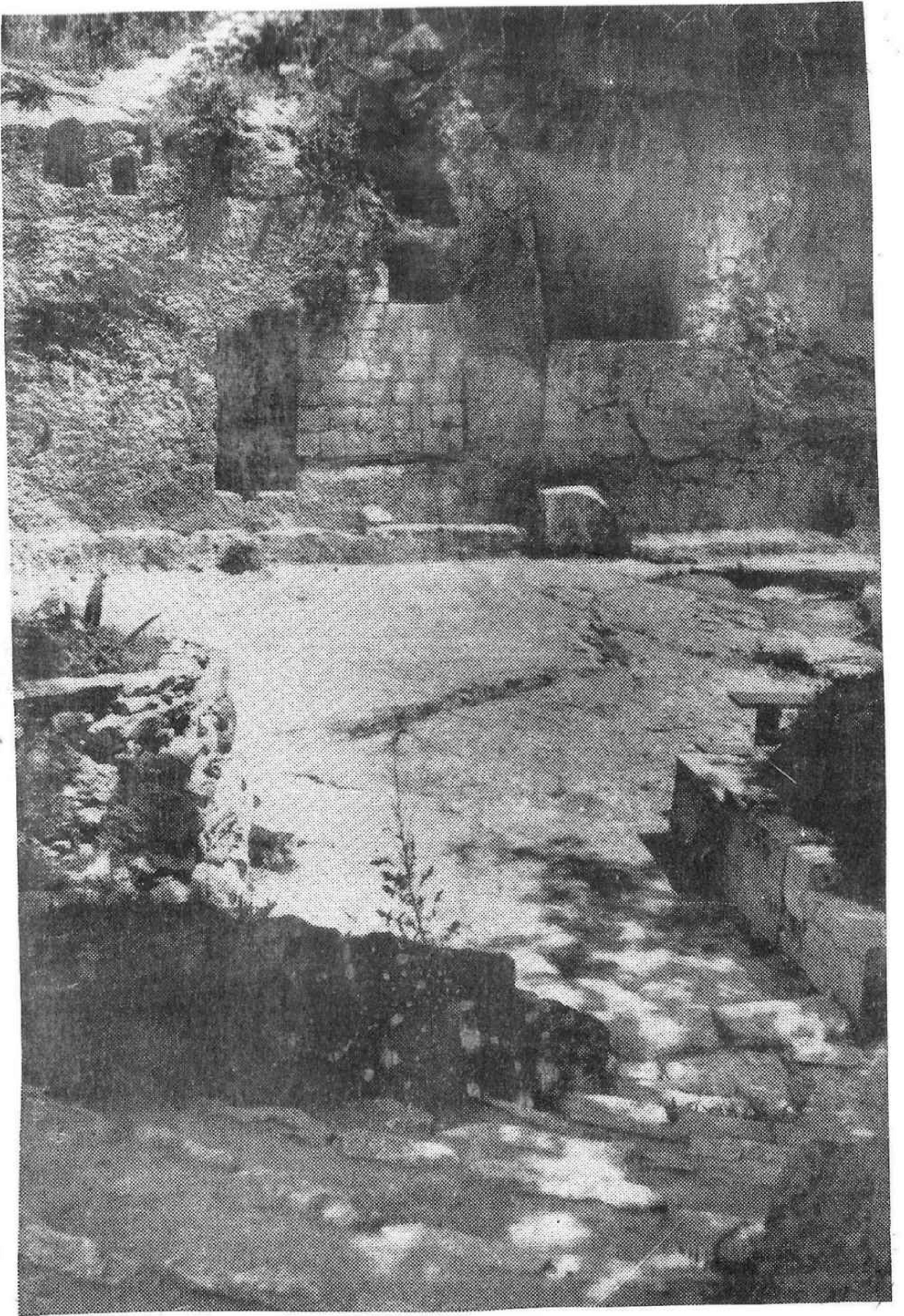
اسے یہوداہ بھی کہا گیا ہے۔ (اسیموایل - ۱۷ : ۱۷) یہ نام اُسے اس قبیلے کے نام کی وجہ سے دیا گیا ہے جس کی یہ ملکیت تھی۔ اسے گلیل کے بیت لحم سے ہمیز کرنے کیلئے ایسا کیا گیا جو زبولون کے قبیلہ کی ملکیت تھی۔ یوحنا رسول اور یوحنا اُسے ”داؤد کا شہر“ کہتے ہیں۔ (لوقا - ۳ : ۲ : یوحنا - ۷ : ۴۲)۔ عبرانی زبان میں بیت لحم کے معنی ”روٹی کا گھر“ کے ہیں۔ عبرانی زبان میں یہ بائبل لیم یا بیت لحم ہے۔

بیت لحم موابی روت اور اس کے خسر ایملک بیت لحمی کا گاؤں تھا۔ (روت - ۱ : ۱۷)

روت کا پوتا داؤد بیت لحم میں پیدا ہوا۔ اور اسی مقام پر سیموایل نے اُسے مسیح کیا تاکہ وہ بادشاہ ہو۔ (اسیموایل - ۱ : ۱۷)۔ داؤد کی نسل سے ہی مسیح پیدا ہوا۔ خداوند یسوع کی پیدائش کی وجہ سے بیت لحم نے بقاء کے دوام حاصل کر لی ہے اور ہرنچے اور پیرو جان کی زبان پر یہ نام ہے۔ یہ بات بڑی عجیب ہے لیکن اس کا کوئی ذکر نہیں ملتا کہ خداوند مسیح



یروشلم شہر کے اندر پلاطس کی کچہری پر گرجہ گھر
اسی راہ سے مسیح صلیب اٹھا کر کلوری تک گئے۔



یروشلم کے باہر مسیح کی قبر

اپنی زمینی خدمت کے دوران کبھی اپنی جائے مولود میں گیا ہو۔

بیت لحم یرشلیم سے کوئی پانچ میل جنوب میں ہے اور سطح سمندر سے اس کی بلندی کوئی دو ہزار پانچ سو پچاس (۱۲۵۵۰) فٹ ہے۔ ہا یرشلیم سے ایک ٹونٹ زیادہ اونچا ہے۔ (The People's Bible Encyclopedia) یہوداہ کے بیت لحم اور زبولون کے بیت لحم میں اقبیاز لازمی ہے۔ زبولون کا بیت لحم ناقصرت کے چھ میل مغرب میں ہے۔ اور اس قصبے اور شارح عام کے درمیان ہے جو عکہ سے غزہ کو جاتی ہے۔

”بیت لحم یہوداہ کی ایک چوڑے کے پتھر کی پہاڑی پر واقع ہے۔ وہ چوڑے کے کھیت کے اوپر مشرق سے شمال مشرق کو پھیلا ہوا ہے۔ بحیرہ مردار کی لہروں سے وہ بالکل محفوظ ہے۔ داؤد بادشاہ کے زمانے سے ہی یہ ایک فیصلدار شہر تھا۔ اس کی بہت سی تنگ گلیاں ہیں جن کے دونوں طرف مکبھی پنچی چست کے پتھر کے مکانات ہیں۔ ان سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جب مریم اور یوسف نے مسافروں سے بھری ہوئی سرائے میں ٹھہرنے کی درخواست کی تو یہ جگہ کتنی پُر رون اور خوشحال دکھائی دیتی تھی۔ بیت لحم آج دو ہزار مکانوں پر مشتمل ہے جن میں کوئی آٹھ ہزار نفوس رہتے ہیں۔ ان میں زیادہ تر عرب مسیحی ہیں۔“

اس قصبے کے مشرق میں جو کھردری پہاڑیاں ہیں غالباً وہ چراگا ہیں جن جہاں داؤد اپنے باپ کے گھوڑوں کی نگہبانی کیا کرتا تھا۔ اور جہاں اس کے ایک ہزار سال بعد دوسرے ”چردا“ رات کو میدان میں رہ کر اپنے گلہ کی نگہبانی کر رہے تھے۔ خداوند مسیح کی ولادت مقدس کی یاد کی خوشی میں ہر سال تقریب منائی جاتی ہے، چے کرستمس یا ہڑاون کہتے ہیں۔ یہ مقدس تہوار ہم ۲۴ دسمبر کی شام سے

Madeline S. & Miller Lam J. Harper's Bible Dictionary. Harper and Brothers, Publishers. New York. P. 63, 1958.

شروع ہوتا ہے اور عید ظہور (اپنی ۴ جنوری) تک جاری رہتا ہے۔ اس سارے عرصے کو کرسمس کے تہوار کا زمانہ کہا جاتا ہے۔ خاص طور پر یہ دن ۲۵ دسمبر کو منایا جاتا ہے۔ اسے کرسمس ڈے یا بڑا دن کہتے ہیں یا صرف کرسمس ہی کہا جاتا ہے۔

اب یہ سوال کہ کیا ہمارے خداوند کی ولادت اسی دن ہی ہوئی تھی تو زمانہ قدیم کے مؤرخین اور مستند علماء اس پر متفق نہیں ہیں۔ سکندر یہ کے کیمینٹ کا خیال ہے کہ خداوند مسیح کی ولادت ۲۰ اپریل کو ہوئی تھی، کئی دوسرے ۲۰ مئی بتاتے ہیں۔ لیکن ایپیفینیس (EPIPHANIUS) کہتا ہے کہ مصریوں کا خیال ہے کہ یسوع مسیح کی پیدائش ۴ جنوری کو ہوئی تھی۔ ایک عرصہ تک یونانیوں کا کوئی ایسا خاص تہوار نہیں تھا جو بڑے دن کی طرح کا ہو۔ ۳۸۶ء میں کرائسوسٹن (CHRYSOSTON) نے ایک وعظ میں یوں کہا ”ابھی دس سال کا عرصہ ہوا ہے کہ ہمیں اس دن کے متعلق معلوم ہوا ہے۔ لیکن دیار مغرب کے لوگوں کو ابتدا ہی سے اس کے متعلق معلوم تھا“ مغرب کی تمام کلیسیاؤں نے متفقہ طور پر ۲۵ دسمبر کو عید ولادت المسیح مان لیا۔ اور مشرق کی کلیسیاؤں نے زیادہ بحث و تھپس اور رد و کد کے بغیر اسے منظور کر لیا۔

جیسا اوپر مذکور ہوا ہے خداوند کی ولادت سے اس کے ظہور تک کا تمام عرصہ مقدس ہے۔ عید ولادت سے پہلے چار اتوار مسیحی تقویم میں شامل کر لئے گئے اور انہیں آمد کے نام سے موسوم کیا گیا کہ یہ عید ولادت کی تیاری ہے۔ رومن گنجینہ ایک کلیسیاؤں میں بڑے دن کو تین پاک شرکت کی رسومات ادا کی جاتی ہیں۔ ایک شرکت آدھی رات کے وقت، دوسری پوچھنے اور تیسری دن کے وقت ادا کی جاتی ہے۔ یہ رسم آج بھی ایسی کلیسیاؤں میں رائج ہے جس میں مختلف کلیسیاؤں شامل ہیں اور کیتھولک کلیسیاؤں میں بھی یہی انتظام ہے۔ ”ان تین شرکت کی بڑی ہی پر اسرار تشریح کی جاتی ہے اور یہ اس کی تین ولادتوں کی یاد دلاتی ہیں:-

اول:- تمام زمانوں سے پہلے وہ باپ سے مولود ہے۔

دوم:- وہ پاک کنواری سے پیدا ہوا۔ اور

سوم ۱۔ وہ ایمان داروں کے دل میں پیدا ہوا۔“

کئی غیر مسیحی عناصر کرسمس کی تقریب سعید کو منانے میں شامل ہو گئے ہیں موم بتیوں کا جلانا یہودیوں کی عید طہارت کی یاد دلاتا ہے۔ تحفے تحائف دینا رومی رسم حقہ جب کہ یول (Yule) کا درخت اور یول (Yule) کی بڑی لکڑی بیٹھانی یعنی جرم اور نارو کے لوگوں کی طرز عبادت کی یاد دلاتا ہے۔ آہستہ آہستہ یہ رسم محض عیش و نشاط بن کر رہ گئی۔ انگلستان میں ہر ایک گھر میں غیر مسیحی بڑی رسم دروازہ کی آماجگاہ بن گیا۔ اور سکاٹ لینڈ میں غفل و شعور کے فقدان کی حکمرانی کا دور دورہ ہوا۔ اور اس تہوار کے دوران جاپلانہ رسومات کا غلبہ رہا۔ ۱۵۵۷ء میں پارلیمنٹ کے ایک قانون کی رو سے ان تمام غیر مسیحی رسومات کو منسوخ قرار دیا گیا اور اس کے بعد تحریک اصلاح کلیسیا کی بدولت کرسمس کی تقریب کو منانے میں نفاست و لطافت آگئی۔ اس تہوار کی تقریب میں مسیحی عناصر کو شامل کر دیا گیا۔

۲۔ مسیح کی ولادت پر بیت لحم میں جو واقعات ہوئے:

”جب یسوع ہیرودیس بادشاہ کے زمانہ میں یہودیہ کے بیت لحم میں پیدا ہوا تو دیکھو کئی مجوسی پورب سے یروشلم میں یہ کہتے ہوئے آئے کہ یہودیوں کا بادشاہ جو پیدا ہوا ہے وہ کہاں ہے؟ کیونکہ پورب میں اس کا ستارہ دیکھ کر ہم اسے سجدہ کرنے آئے ہیں۔“ (متی - ۲: ۱-۲)

خداوند مسیح کی پیدائش پر ہی ہوا۔ متی رسول کے اس حوالے کی ایک بالکل مختلف قسم کی تعبیر مسیحیت کے ساتھ مجوسیوں کے تصور کی حامل ہوئی۔ بعض اوقات اس لفظ مجوسی یا مجوسی کو داناؤں کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ لیکن مجوسی کا لفظ ایک خاص قسم کی جماعت کے لوگوں کے لئے مستعمل ہے۔ اور بائبل مقدس میں مندرجہ ذیل حوالوں میں مین اشخاص کا ذکر آیا ہے ان سے یہ مجوسی بالکل مختلف ہیں۔ پیدائش ۴: ۸۔

”اُس نے مصر کے سب جاودگروں اور سب دانشمندوں کو بلوا بھیجا“ خروج ۱۱: ۹۔

د اور جادوگر پھر دس کے سبب سے ہوسلی کے آگے کھڑے نہ رہ سکے۔ دانی ایل۔ ۲۱۲۔
 رتب بادشاہ نے حکم دیا کہ خال گیروں اور بخومیوں اور جادوگروں اور کسریوں کو بلا لیں۔
 وہ مجوسی ستارہ شناس تھے۔ وہ ستاروں کی گردش کا مطالعہ کرتے تھے اور وہ
 آسمان میں ان کی گردش سے حال اور مستقبل کو لکھا ہوا دیکھتے تھے۔ یہی ان کا طغرہ امتیاد
 تھا۔ وہ ایک لحاظ سے پیغمبر بھی تھے کیونکہ اپنی قدرت پر ہر راستہ ان کی مدد سے
 محاذب ہوتی تھی۔ ۵

پورب کے یہ دانشمند دانائی کے ان متلاشیان دانش کی گروہ سے تعلق رکھتے
 تھے جو زمانہ قدیم سے مشرقِ قریب میں حق کے پوچھنے والے تھے۔ یہ تینوں مجوسی کاہنوں کے مادی
 فرقے سے تعلق رکھتے تھے۔ مادی لوگ آتش پرست تھے اور علم نجوم اور جادوگری پر انکا پورا
 پورا یقین تھا۔ ان کا یقین تھا کہ ایک نئے ستارے کا ظہور کسی عظیم المرتبت قائد کی علامت ہے۔
 کاہنوں کا یہ فرقہ کاروانوں کے تمام راستوں اور شاہراہوں سے واقف تھا۔ عرب کے وہ
 راستے جہاں لیویان کی تجارتی مسندیں تھیں وہ ان میں پہنچکر بالامال ہوتے تھے جب ہیردیس
 نے ان سے کہا کہ وہ اس شہر کے بارے میں آکر اسے بیان کریں تو انہوں نے کسی دوسرے
 راستے سے اپنے ملک کو لوٹ جانے میں اپنی دانش کا ثبوت دیا۔ (متی۔ ۸: ۲۲)

”پرانے قصص و روایات میں ان تینوں مجوسیوں کے نام بھی ہیں۔ گاسپر (سفید)
 مِلچیور (MELCHIOR) جس کے معنی روشنی کے ہیں اور بالٹھاسر (BALTHASAR)
 جسے خزانوں کا مالک کا نام دیا جاتا ہے۔ لیکن ان کے ان ناموں میں کوئی تاریخی صداقت نہیں
 ہے اور یہ بھی کوئی مستبر تاریخی بات نہیں کہ ملکہ ہلینا والدہ کانسٹنٹائن اعظم کو ان تینوں کی
 کھرپڑیاں ملی تھیں۔ اور وہ ان کھرپڑیوں کو قسطنطنیہ لے گئی اور اس کے بعد کوآن پہنچیں۔
 کئی صدیوں سے یہ دعویٰ کیا جا رہا ہے کہ کوآن کے کیتھڈرل میں ان تینوں دانشمندوں

as Ramsay M. W. The bearing of recent discovery on
 the trustworthiness of the New Testament. Hodder Stoughton.

New York P. 141. 1914.

کا پھیل ہے۔“ ۱

۱۔ بیت لحم کا ستارہ :

پورب کا وہ ستارہ جسے یروشلیم کے لوگ اپنے سفر کے دوران میں بیت لحم کے قریب دیکھا تھا اسے بیت لحم کا ستارہ کہا جاتا ہے۔

عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ یہ منظر قدرت جو ایک مافوق الفطرت نور ستارے کی مانند تھا جو کسی دور ملک میں دکھائی دیا جو یروشلیم کے پورب میں تھا۔ یہ ستارہ ان لوگوں کو دکھائی دیا جو اس نورانی منظر قدرت کے مطالعہ میں مہارت تیار رکھتے تھے اور اس ستارے کے ظہور سے ان کے دل میں تحریک پیدا ہوئی کہ وہ مولود بادشاہ کو دیکھنے کے لئے یروشلیم کو جائیں۔ تاہم بعض فضلاء اس ستارے کو مافوق الفطرت واقعات کے زمرے سے خارج کرتے ہیں اور اسے ایک عام اجرام فلکی یعنی ستاروں کا منظر سمجھتے ہیں یعنی سیارہ مشتری اور سیارہ زحل کا قرآن ہے۔

۲۔ چرواہوں کی آمد :

”اسی علاقہ میں چرواہے تھے جو رات کو میدان میں رہ کر اپنے گلہ کی نگہبانی کر رہے تھے اور خداوند کا فرشتہ ان کے پاس آکھڑا ہوا۔ اور خداوند کا جلال ان کے چوگرد چکا اور وہ نہایت ڈر گئے۔ مگر فرشتہ نے ان سے کہا ڈرو مت کیونکہ دیکھو میں تمہیں بڑی خوشی کی بشارت دیتا ہوں جو ساری امت کے واسطے ہوگی کہ آج داؤد کے شہر میں تمہارے لئے ایک مہینہ پیدا ہوا ہے یعنی مسیح خداوند“ (لوقا ۲ : ۸-۱۱)

”چرواہوں کے کھیت جہاں چر رہے تھے آج بھی بیت لحم کے شمال مشرق میں دکھائی دیتے ہیں۔“ ۲

۱. Madeleine & Miller Lane. Harper's Bible Dictionary.

Harper & Brothers, Publishers New York P.819, 1958.

۲. Free Joseph P. Archaeology and Bible History.

Van Kampen Press Wheaton, Illinois P.289, 1950.

بیت لحم سے نشیب کی طرف بیت ساتور (BETH - SAHUR) کو سڑک جاتی ہے
 اسی گاؤں کے کھیتوں میں چرواہوں نے آسمان کے فرشتوں کو خدا کی حمد کرنے سنا کہ
 ”عالم بالا پر خدا کی تعجید ہو۔ اور زمین پر آدمیوں میں جن سے وہ راضی ہے صلح“
 اس گاؤں سے نیچے دائیں جانب دارالراعات (چرواہوں کا کالونٹ) ہے۔ جو
 صلیبی مجاہدین کے زمانے سے زیارت گاہ بنا ہوا ہے۔ ایک اور قدیم زمانے کا مقام
 جسے ستیارت النعیم (بھیر غانا) کہتے ہیں اور جو بائیں طرف ہے اُس کی فرانسیسکنز
 (FRANCISCANS) نے کھدائی کی ہے۔ خداوند مسیح کے زمانے میں یہ
 جگہ آباد تھی۔ اس جگہ پانچویں تا ساتویں صدی مسیحی کے کھنڈرات ملتے ہیں۔

ب۔ بیت لحم میں یسوع مسیح کی پیدائش:

خداوند مسیح کی پیدائش سے کوئی سات سو سال پیشتر میکاہ نبی نے نبوت کی تھی
 کہ اس کی پیدائش بیت لحم افرتاہ میں ہوگی۔
 ”لیکن اے بیت لحم افرتاہ اگرچہ تو یہوداہ کے ہزاروں میں شامل ہونے کیلئے
 چھوٹا ہے تو بھی تجھ میں سے ایک شخص نیکے گا اور میرے حضور اسرائیل کا حاکم ہوگا، اور
 اس کا مصدر زمانہ سابق ہاں قدیم الایام سے ہے۔“ (میکاہ - ۵: ۲)
 بائبل مقدس کے مافوق الفطرت ہونے کا یہ ثبوت ہے کہ اس قسم کی پیش گوئی
 اس میں موجود ہے اور یہ بات بھی بڑی جاذب توجہ ہے کہ اُس زمانے میں بیت لحم
 تھے۔ بیت لحم افرتاہ اور بیت لحم زبولون۔ میکاہ نبی نے ان دونوں مقامات کو گڈ ٹڈ
 نہیں ہونے دیا اور صاف طور پر بیان کر دیا ہے کہ کس بیت لحم میں مسیح کی پیدائش
 ہوگی۔ اس کے سات سو سال بعد ہمارے خداوند کی پیدائش پر یہ پیش گوئی
 پوری ہوئی۔

۱۔ مسیح کی تاریخ پیدائش:

خداوند مسیح کی پیدائش غالباً ۷ - ۴ ق م کے درمیان ہے۔ قدیم زمانے کی تقویم

میں کسی غلطی کی وجہ سے خداوند مسیح کی پیدائش سلسلہ نہیں ہے کیونکہ آجکل تو ہم اسی طرح سے شمار کرتے ہیں بلکہ حقیقتاً وہ ق۔م میں پیدا ہوا تھا۔ اس کی پیدائش اس وقت ہوئی جب ابھی ہیروڈیش بادشاہ زندہ تھا (متی - ۱۴:۲) اور ہیروڈیس نے ق۔م میں وفات پائی۔ جیمس آر (James Orr) نے مقدس متی رسول کی انجیل کے باب سے اندازہ لگایا ہے کہ یسوع کی پیدائش ۵ ق۔م کے آخری حصے میں ہوئی ہوگی۔ آر (Orr) کا خیال ہے کہ ریمزے نیکنے اور دوسرے لوگوں نے ردی مردم شماری اور علم النجوم کے حساب سے جو ۷، ۴ ق۔م اور یہاں تک کہ ۸ ق۔م میں بھی خداوند مسیح کی پیدائش کا خیال ظاہر کرتے ہیں۔ اس سے ہیروڈیس کی موت سے پہلے بہت لمبا وقفہ رہ جاتا ہے۔

تاہم سر ولیم ریمزے (Sir William Ramsay) نے حساب لگایا ہے کہ رومیوں کے زمانے میں مردم شماری ۹ - ۸ ق۔م میں ہوئی ہوگی۔ اس کا خیال ہے کہ چونکہ یہودیوں نے اسم نویسی کی مخالفت کی لہذا نظام الاوقات کے مطابق یہ کام ختم نہ ہوا۔ اور ممکن ہے کہ ۷ - ۴ ق۔م میں یہ کام شروع کیا گیا ہو۔ یہی وہ مردم شماری یا اسم نویسی ہوگی جس کا ذکر لوقا (۱۲: ۱-۱۳) نے خداوند مسیح کی پیدائش کے سلسلہ میں کیا ہے۔ اور یہ ۴ ق۔م ہوگا۔ پس عملی مقاصد پہلے ہم مسیح کی پیدائش ۷ - ۴ ق۔م کے قریب قرار دے سکتے ہیں۔

اسم نویسی یا مردم شماری :

خداوند مسیح کی پیدائش کے وقت مردم شماری یا اسم نویسی کے مسئلہ پر بہت بحث و تمحیص ہو چکی ہے۔ علماء و فضلاء نے پہلی اسم نویسی کے متعلق مقدس لوقا کے بیان پر نکتہ چینی کی ہے۔ انہوں نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ ردی اسم نویسی کے بارے میں لوقا سے لغزش ہوئی ہے۔ وہ یہ استفسار کرتے ہیں کہ ”پہلی“ سے کیا مراد ہے؟ اس اسم نویسی کو پہلی کیوں کہا گیا ہے؟ باقی تمام باتوں کا انحصار اسی سوال کے جواب پر ہے۔

اُن دوسری اسم نویسیوں جو اس کے بعد کی گئیں اُن سے امتیاز کی خاطر لوقا سے ”پہلی اسم نویسی“ کہتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ دوسرے موقعوں کے متعلق بھی

جانتا تھا جب مردم شماری کی گئی تھی۔ اس قسم کی ایک اسم نویسی سلسلہ میں ہونی جب یہودیہ کو رومی سلطنت کا ایک صوبہ بنادیا گیا۔ اب اگر ٹوٹ نے اسے پہلی اسم نویسی کہا ہے تو ہمارے لئے یہ فرض کرنا ناگزیر ہے کہ اسم نویسی کا باقاعدہ نظام رائج تھا۔

ٹوٹا کی انجیل میں جو بیان ہے اُس سے یہی مطلب نکلتا ہے کہ ٹوٹا نے ایسے نظام کا ذکر کیا ہے جو قیصر اوگستس کے حکم سے جاری ہوا تھا اور خداوند مسیح اسی پہلی اسم نویسی کے برس بعد پیدا ہوا تھا۔ رومی شخصی حکومت کے نظام کے مطابق اسم نویسی وقتاً فوقتاً ہوا کرتی تھی۔ ٹوٹا کو اپنے قارئین کی رومی سلطنت کے اسم نویسی کے بارے میں تمام حقائق کے علم پر اعتماد تھا۔ اُس نے اسے پہلی اسم نویسی کہا ہے۔ وہ جانتا تھا کہ اس کے قارئین کو اس کے متعلق واقفیت ہے۔ اگر ٹوٹا نے اس قسم کے نظام کے متعلق کوئی کہانی اختراع کر لی ہوتی تو اس کے ہر ایک ہمعصر کو معلوم ہو جاتا کہ اس قسم کی کوئی اسم نویسی نہیں ہوئی۔ لیکن چونکہ وہ اصول پرست مصنف تھا لہذا وہ کوئی غلطی نہیں کر سکتا تھا۔ علاوہ ازیں مختلف صوبوں میں اسم نویسی کے بارے میں بیانات ملتے ہیں اور اگرچہ ان سے ہمارے موجودہ علم میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا لیکن اس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ اوگستس اور اس کے جانشینوں کے عہد میں بھی اسم نویسی کا نظام رائج تھا۔

۲۔ اوگستس کا نظام اسم نویسی:

برٹش میوزیم نے ۱۸۹۸ء میں ایک جلد شائع کی ہے۔ اس کے متن کی غیر معمولی اہمیت کا اندازہ ان حقائق سے معلوم ہو جاتا ہے کہ اس میں رسولی زمانے کے ۱۰ افی م اور ۱۰۰ تک دستاویزیں ہیں۔ اس جلد میں سب سے زیادہ مسئلہ اہم دستاویز یہ ہے کہ رومی اسم نویسی باقاعدگی سے ہوا کرتی تھی۔ چودہ سال کے عرصہ میں محصول ادا کرنے والوں کا ایک دفعہ شمار ہوتا تھا۔ چودہ سال سے سٹاٹس سال کے مردوں اور بارہ سے سٹاٹس سال کی عورتیں رائے شماری کا محصول ادا کرتی تھیں۔ سب سے پہلی مرتبہ اسم نویسی کی براہ راست شہادت نیرو کے عہد حکومت کے آٹھویں سال سلسلہ میں ملتی ہے۔

لیکن اس دستاویز میں جس چودہ سالہ اسم نویسی کا ثبوت ملتا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مردم شماری ۹-۴ ق م میں ہوئی تھی اور یہی ہمارے خداوند کی پیدائش کا سال ہے۔ اس طرح سے کورنٹیس کے عہد کی اسم نویسی کا معتمد حل ہو جاتا ہے۔ اس سے پہلے علماء و فضلاء یہ تصدیق کرنا ضروری خیال کرتے تھے کہ آیا یہ حاکم کئی مرتبہ سیریا کا حاکم رہا تھا یا یہ تسلیم کر لیں کہ مقدس لوفت (لوقا-۲:۲) کا بیان درست نہیں ہے لیکن اسم نویسی کے بارے میں یہ بیانات مندرجہ بالا لوفت کی انجیل کے متن کی بہتر طور پر تفسیر کرتے ہیں شاید لوفت نے سب سے پہلی اسم نویسی کا ذکر کیا ہے نہ کہ کورنٹیس کی پہلی گورنری کے عہد کا۔ سر ڈبلیو ایم ریمزے (Sir W. M. Ramsay) سب سے پہلے شخص تھے جنہوں نے اس نئی دستاویز کی اہمیت کا اندازہ لگایا۔ لیکن اُس وقت سے لے کر آج تک ہر شخص پر محصول یا ٹیکس عائد کرنے کی بے شمار دستاویزات دریافت ہو چکی ہیں۔ سب سے ابتدائی زمانے کی دستاویز سن ۱۰۰ ق م ہے۔ اب یہ بالکل یقینی معلوم ہوتا ہے کہ اگستس نے ہر چودہ سال کے بعد اس قسم کی اسم نویسی کا نظام رائج کیا۔ اور اگر یہ وہی ہے جس کا لوفت نے ذکر کیا ہے تو ہم پہلی مرتبہ اپنے خداوند کی تاریخ کے بارے میں پچھلے تمام مضامینات میں ہم آہنگی پیدا کرتے ہیں تو اس طرح ہمارے خداوند کی پیدائش کا سال ۹ سے ۴ ق م کے درمیان ہے۔

”جب ۱۰۰ ق م میں ملک مصر رومی سلطنت کے زیر نگیں آیا تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اگستس نے سالانہ مردم شماری کا پُرانا طاعلی نظام جو کاتوں پہنے دیا۔ کچھ عرصے کے بعد چودہ سال کے بعد مردم شماری کا نظام رائج ہوا۔“

گرمین فیل (GREENFELL) اور ہنٹ (HUNT) نے یہ دلیل دی ہے کہ اگستس وہی تھا جس نے ہر چودہ سال کے بعد مردم شماری کا نظام رائج کیا۔

Ramsay W. M. The Learning of Recent Discovery on the Trustworthiness of the New Testament. Hodder and Stoughton, New York P. 226. 1914.

خداوند مسیح کی پیدائش کے وقت اسم نویسی کے متعلق وقت (لوقا-۱۱۲-۱۳) کے بیان کی آثار قدیمہ کی تصدیق :-

لوقا رسول بیان کرتا ہے کہ مسیح کی پیدائش کے وقت قیصر اگستس نے فرمان جاری کیا کہ ساری دنیا کے لوگوں کے نام لکھے جائیں۔ لوقا یہ بھی کہتا ہے کہ یہ اسم نویسی اُس وقت ہوئی جب گورنئیس سویریہ کا حاکم تھا۔ اور ہر ایک شخص کو اپنا اپنا نام لکھوانے کیلئے ”اپنے شہر“ کو جانا پڑا۔ کئی سالوں تک یہ خیال کیا جاتا رہا کہ ان چند سطروں میں لوقا سے بہت سی غلطیاں سرزد ہوئی ہیں۔ کیونکہ یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اُس نے مندرجہ ذیل حقائق کے متعلق سہول نظر سے کام لیا ہے :-

۱۔ اس قسم کی کسی شاہی اسم نویسی کی موجودگی۔

۲۔ گورنئیس اُس وقت حاکم تھا۔

۳۔ ہر ایک کو اپنے باپ دادا کے شہر میں جانا پڑا۔

زمانہ حال کی آثار قدیمہ کی دریافتوں نے قابل ذکر انداز میں لوقا کے بیان کی تصدیق و تشریح کی ہے اور مذکورہ بالا نکات کی صداقت پر مہر ثبت کر دی ہے۔

”اسم نویسی کے متعلق پیپرس پر لکھی ہوئی بے شمار دریافتوں سے ظاہر ہوتا

ہے کہ ہر چودہ سال کے بعد اسم نویسی ہوا کرتی تھی۔ اور اس قسم کی ایک مردم شماری

۹-۱۱ ق۔ م کے قریب ہوئی۔ اگرچہ اس سے پیشتر کے بیانات سے معلوم ہوتا ہے

کہ گورنئیس سند میں سویریہ کا حاکم تھا۔ اور یہ بات خداوند مسیح کی پیدائش کو بہت بعد

میں ڈال دیتی ہے۔ ۱۸۲۸ء میں روما میں ایک کتبہ دریافت ہوا تھا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ

گورنئیس دومرتبہ گورنر مقرر ہوا تھا۔ اور جنگ عظیم اول سے کوئی تھوڑی دیر پیشتر ریمز سے

ایشیائے کوچک میں ایک تحریر دریافت کی تھی جس سے معلوم ہوتا تھا کہ گورنئیس دومرتبہ سویریہ

کا حاکم رہا تھا۔ اس طرح سے خداوند مسیح کی پیدائش کے وقت بھی حاکم تھا اور اس کے بعد

۱۱-۱۲ ق۔ م میں مصر کے گورنر نے ایک حکم جاری کیا کہ اس وقت فلسطین کی طرح

مصر بھی رومی عملداری میں تھا۔ اس حکم سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اسم نویسی کے وقت

لوگوں کو اپنے اپنے آبائی شہروں میں جانا پڑتا تھا۔^{۱۲}
حاصل کلام یہ کہ آثارِ قدیمہ کی دریافتیں لوٹا کے بیان کی تصدیق کرتی ہیں۔

ج۔ بیت لحم کے قریب و خوار میں آثارِ قدیمہ :
اور اس کا پہلو ٹھاٹھا پیدا ہوا۔ اور اُس نے اُس کو کپڑے میں لپیٹ کر چرنی میں
رکھا کیونکہ اُن کے واسطے سرائے میں جگہ نہ تھی۔ (لوقا۔ ۷: ۲)
اس جگہ کا تعین کرنا کہ خداوند مسیح کی جائے پیدائش کون سی تھی مسیحی دنیا کیلئے دلچسپی
کا باعث ہے۔ اور خوش قسمتی سے اس موضوع پر بہت سے لوگوں نے روشنی
ڈالی ہے۔

۱۔ چرنی، سرائے :

کلیسیا کا ایک مقتدر لیڈر جیٹن شہید ہو گزرا ہے۔ (۱۱-۱۴۵ء) اُس نے
بیان کیا ہے کہ اس کے زمانے میں ایک غار تھی جس کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ یہ یسوع
کی جائے پیدائش ہے۔

آج بھی بیت لحم میں بہت سے پرانے مکانات ہیں جو چرنے کے پتھر کی پہاڑی
کے غاروں کے اوپر تعمیر کئے گئے ہیں اور آج بھی ان غاروں کو جانوروں کے اصطبل کے
طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ خداوند مسیح کے زمانے میں یقیناً غاریں اسی مقصد کے لئے
استعمال کی جاتی تھیں۔ اور غالباً اُس کی پیدائش اس قسم کی ایک غار میں ہوئی ہو۔ آج ولادت
کا گرجہ اُس غار کے اوپر کھڑا ہے جسے کئی سو سال سے خداوند یسوع کی جائے پیدائش سمجھا
جا رہا ہے۔ ہم اس روایت کو ۳۲۵ء تک لے چلتے ہیں۔ اُس سال یروشلیم کے بشپ
میکاریوس نے شہنشاہ کانستانتائن کو مطلع کیا کہ بیت لحم میں ایک غار ہے جسے لوگ مسیح کی
جائے پیدائش سمجھ کر اُس کا احترام کرتے ہیں۔

شہنشاہ نے حکم دیا کہ اس جائے پیدائش پر ایک گرجہ تعمیر کیا جائے تاکہ وہ جگہ زیارت گاہ بن جائے۔ اور ۱۲۳۵ء میں تعمیر کا کام شروع ہوا۔ اس گرجہ نے زمانے کے کئی نشیب و فراز دیکھے ہیں وہ تباہ بھی ہوا، مگر اس کی تعمیر نو بھی ہوئی۔ لیکن آج بھی وہ غار اس کے نیچے ہے اور اسے دیکھا جاسکتا ہے۔ اعلیٰ پایہ کے مقتدر اور مستند مؤرخین اس غار کو عورت و التفات کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ خداوند مسیح کی جائے ولادت ہے۔ اور اس روایت پر یقین نہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ یہ غار تقریباً چالیس فٹ لمبی اور بارہ فٹ چوڑی ہے۔

یسوع صبری میں پیدا ہوا کیونکہ ان کے واسطے سرائے میں جگہ نہ تھی (لوقا ۲: ۷)۔ عام طور پر بریٹن یا پچیس کے بعد کاروانوں کے لئے کارواں سرائے یا ٹھہرنے کی جگہیں ہوا کرتی تھیں۔ ہر کارواں سرائے ایک دن کے سفر کے بعد کا پڑاؤ ہوتا ہے۔ لیکن بیت لحم تو یروشلم کے جنوب میں صرف پانچ میل کے فاصلے پر ہے۔ اور تعجب ہوتا ہے کہ وہ سرائے کیوں تھی! اس کا جواب اس حقیقت میں ہے کہ اس مقام پر دوسری طرف جانے کا راستہ نکلتا تھا اور یہ جگہ ان مسافروں کے ٹھہرنے کیلئے تھی جو اس راستے سفر کیا کرتے تھے۔ اور بیت لحم اس چھوٹے راستے اور شاہراہ کا سنگم تھا۔

۲۔ داخل کی قبر:

اور داخل مرستی اور افرات یعنی بیت لحم کے راستے میں دفن ہوئی اور یعقوب نے اس کی قبر پر ایک ستون کھڑا کر دیا۔ داخل کی قبر کا یہ ستون آج تک موجود ہے۔ (پیدائش ۱۹: ۳۵-۴۰)۔ دائیں ہاتھ کا گنبد داخل کی روایتی قبر کی نشاندہی کرتا ہے۔ داخل یعقوب کی محبوبہ تھی۔ دنیا کی تاریخ میں سب سے پہلی عورت تھی جو دروزہ میں مری۔

۳۔ ولادت کا گرجہ:

بیت لحم میں ولادت کا گرجہ ملکہ ہلینا والدہ ماجدہ کا نشانہ کی زیر قیادت تعمیر ہوا۔ اس قابلِ صدا قرام خاتون نے اسی پیش کی عمر میں ۱۲۳۵ء کے قریب داعی اہل

کو لبیک کہا۔ اور اپنے وصال سے کوئی تھوڑا عرصہ پیشتر اُس نے ارض مقدس کی زیارت کی۔ یوہنا ۱۱: ۱۷ میں بتاتا ہے کہ کس طرح اس نے غار پر ایک گرجے کی خصوصیت کی جو ہمارے منجی کی جائے پیدائش تھی۔ وہ لکھتا ہے:-

”وہ جو ہمارا خدا تھا اُس نے زمین پر ایک غار میں پیدا ہونا قبول کیا۔ اور اُس کی جائے پیدائش کو عبرانی لوگ بیت لحم کہا کرتے تھے“ ۱۳

اس مقدس غار کو انواع و اقسام کی قیمتی چیزوں سے مزین کیا گیا۔ اور شاہنشاہ نے اپنی والدہ کے ساتھ بیش قیمت نذرانے چڑھائے۔ مقدس ٹوٹا (لوقا - ۲: ۴۰) نے خداوند یسوع کی پیدائش کے بارے میں صرف یہی کہا ہے کہ مریم نے ”اُسے چرنی میں رکھا کیونکہ اُن کے واسطے مراٹے میں جگہ نہ تھی“ اور یہ کوئی حیرانی کی بات نہیں ہے کہ یہ جگہ ایک غار تھی کیونکہ آج بھی اکثر اوقات فلسطین میں غاروں کو انسانی رہائش گاہوں اور جانوروں کے باندھنے کیلئے استعمال کیا جاتا ہے۔

میڈریان کے عہد سے لیکر کانٹنٹائن کے زمانے تک جو ایک سو اسی سال کا عرصہ ہے وہ مقام جہاں خداوند مسیح مړودل میں سے جی اٹھا وہاں دیوتا جیو پیٹر کا مجسمہ نصب کر دیا گیا اور وہ پہاڑی مقام جہاں صلیب تھی وہاں بت پرستوں نے وینس دیوی کا سنگ مرمر کا بت کھڑا کر دیا اور اُس کی پرستش کرنے لگے۔ بیت لحم میں ٹیموز (TAMMUZ) کے مجسمہ بھی سایہ فگن ہے یعنی اڈونیس (ADONIS) کے درختوں کی بھی بھرمار رہی۔ اور وہ غار جہاں شیر خوار نولود خداوند مسیح نے آغوشِ مادر میں آگوں آگوں کیا تھا، اُسے وینس کے آشنا کیلئے مخصوص کر دیا گیا۔ لیکن بادشاہ کانٹنٹائن کے عہد میں اس مقدس مقام پر ایک حسین و جمیل گرجہ تعمیر کیا گیا اور بت پرستوں کے تمام بتوں کو باہر پھینک دیا گیا۔ شاہنشاہ جیٹینس (۵۲۷-۵۶۵ء) نے کانٹنٹائن کے

۱۳ Finegan Jack. Light from the Ancient Past.

Princeton University Press, Princeton, New Jersey.

P. 438, 1946.

اس گرجے (باسلیق) کو مسمار کر دیا اور اس کی جگہ ایک بیت بڑا گرجہ تعمیر کرایا۔

جسٹین کا تعمیر کردہ گرجہ آج بھی بیت لحم میں موجود ہے۔ سکا ۳۱۷ء میں جب فارسیوں نے دوسری چیزوں کو تباہ کیا تو اس گرجے کو اپنی چیرہ دستیوں کا نشانہ بنایا کیونکہ انہوں نے گرجے کے باہر مجوسیوں کی یادگاری کے طور پر پچپکاری میں بنائے ہوئے ان کے مجسمے دیکھے جو فارسیوں کے لباس میں تھے۔ اہل اسلام بھی اس گرجے کی تعظیم و تکریم کرتے تھے اور ۹۰۰ء میں فاطمی خلیفہ الحکیم نے جب دوسری عمارتوں کو تباہ کرنے کا حکم دیا تو اسے بچنے دیا گیا۔

ولادت کا گرجہ اُس راس پر واقع ہے جس پر اب بیت لحم کے گاؤں کا جنوب مشرقی حصہ بنایا گیا ہے۔ مغرب کے سامنے کا حصہ گرجے میں داخل ہونے کا بڑا مدخل ہے۔

۳۔ بنیامینی رامہ :

رامہ میں آواز سنائی دی۔

رونا اور بڑا ماتم۔

راخل اپنے بچوں کو رو رہی ہے۔

اور تسلی قبول نہیں کرتی اس لئے کہ وہ نہیں ہیں۔ (متی - ۱۸:۲)

رامہ ان شہروں میں سے ایک شہر تھا جو جبعتون اور بیروت کے ساتھ

بنی بنیامین کو دیئے گئے۔ ان کا تعلق یروشلم کے گروپ کے ساتھ تھا۔ (یشوع - ۱۸:۲۵)

اس کے بارے میں دوسرا حوالہ قضاہ - ۵:۴ میں ملتا ہے جہاں یہ مذکور ہے کہ دوبارہ

رامہ اور بیت ایل کے درمیان قیام پذیر تھی۔ مقامات کی فہرست (یسعیاہ - ۱۰:۲۸-۳۲)

میں رامہ کے محل وقوع کے بارے میں بتایا گیا ہے لیکن رامہ کا خاص طور پر ذکر ہے کہ

اسور کے بادشاہ کی پیش قدمی کیوجہ سے وہ ہراساں ہوا۔ شاہ اسور نے مکاس کے مقام

پر نالے کو عبور کیا اور پھر اُس نے جتج اور رامہ کا امن و سکون تباہ کیا اور جبے ساؤل

خوفزدہ ہوا۔ آج بھی پورے یقین کے ساتھ ان مقامات کی نشاندہی کی جا سکتی ہے۔

جبکہ یا جیبہ اس بڑی وادی کے جنوبی سرے پر ہے اور اس سے ڈیڑھ میل پیسے
 اس کے اور اس بڑی شاہراہ کے درمیان آرام ہے (یہ نام ۷ - رامہ کا مترادف ہے)۔
 یہ مقام اونچائی پر واقع ہے اور اس کے قدیم نام کی وجہ تسمیہ بھی یہی ہے۔ شہر سے اس
 کا فاصلہ دو گھنٹے کا سفر ہے یعنی پانچ انگریزی میل یا چھ رومی میل۔ بنو کد لکھنے حیات
 کے میدان میں ربلہ کے مقام پر اپنا ہیڈ کوارٹر بنایا (یرمیاہ - ۵: ۳۹)۔ اسی مقام سے
 اس نے اپنے ہرنیلوں کو بھیجا اور انہوں نے یروشلم کو فتح کر لیا۔ اسی جگہ پر یہودی
 اسیروں کو پابہ زنجیر کیا گیا اور ان اسیروں میں یرمیاہ بھی تھا۔ کچھ لوگوں کو نقاہت ،
 پیرانہ سالی ، افلاس و تنگ دستی کی وجہ سے قتل کر دیا گیا کیونکہ یہ مناسب نہ سمجھا گیا کہ
 انہیں پابلے جایا جائے۔ اس طرح سے اس پیش گوئی کا ایک حصہ پورا ہوا۔ ” راتہ میں
 آواز سنائی دی۔ رونا اور بڑا ماتم۔ داخل اپنے بچوں کو رو رہی ہے“ (یرمیاہ - ۱۵: ۳۱)
 رامہ کو از سر نو تعمیر کیا گیا اور اسیری کے بعد (عزرا - ۲: ۲۴ ؛ نحمیاہ - ۷: ۳۰) اس کے پہلے
 باشندوں کی اولاد نے اس پر اپنا قبضہ جمایا۔

۷۔ ناصرة

” ناصرة نام ایک شہر میں جابسا تاکہ جو نبیوں کی معرفت کہا گیا تھا وہ پورا ہو کہ وہ ناصری
 کہلائے گا“ (متی - ۲: ۲۳)

ناصرۃ گلیل کا شہر تھا جو یوسف اور کنواری مریم کا آبائی وطن تھا اور تقریباً تیس سال
 تک خداوند مسیح ہمارے منجی کی زندگی کا مرکز رہا۔ (متی - ۲: ۲۳ ؛ مرقس - ۱: ۹ ؛
 لوقا - ۲: ۳۹ - ۵۱ ؛ ۱۴: ۳) اگرچہ خداوند یسوع بیت لحم میں پیدا ہوا اُسے یسوع
 ناصری کہا جاتا تھا۔ پرانے عہد نامہ میں اس شہر کا کوئی ذکر نہیں آتا لیکن اس جگہ ایک چشمہ
 اور اس کی مقامی سہولتوں سے گمان ہوتا ہے کہ زمانہ قدیم میں یہاں آبادی تھی۔ زمانہ قدیم
 کا یہ شہر آج کل الناصرو (EN-NASIRA) کے نام سے موسوم ہے اور یہ زیادہ تر

اُن مغربی اور شمال مغربی ڈھلاؤں کے درمیان پر آباد ہے جو گلیل کی پہلی پہاڑیوں میں ہے جو
اسدزلون کے میدان سے پہلے ہیں۔ ناصرة کا شہر گلیل کی جھیل اور بحیرہ روم پر حیفہ کے
تقریباً درمیان میں ہے۔ وہ سڑک جو میدان اور ساحل کی طرف جاتی ہے وہ اس درہ
کے کنارے کے اوپر سے گزرتی ہے۔ یعنی یہ سڑک پہاڑوں سے گزرتی ہوئی تہرلیس
اور دمشق کو جاتی ہے۔ ایک پتھر والا راستہ جنوب کی طرف جاتا ہے اور میدان میں دو
ناہموار پہاڑیوں سے گزرتا ہے۔

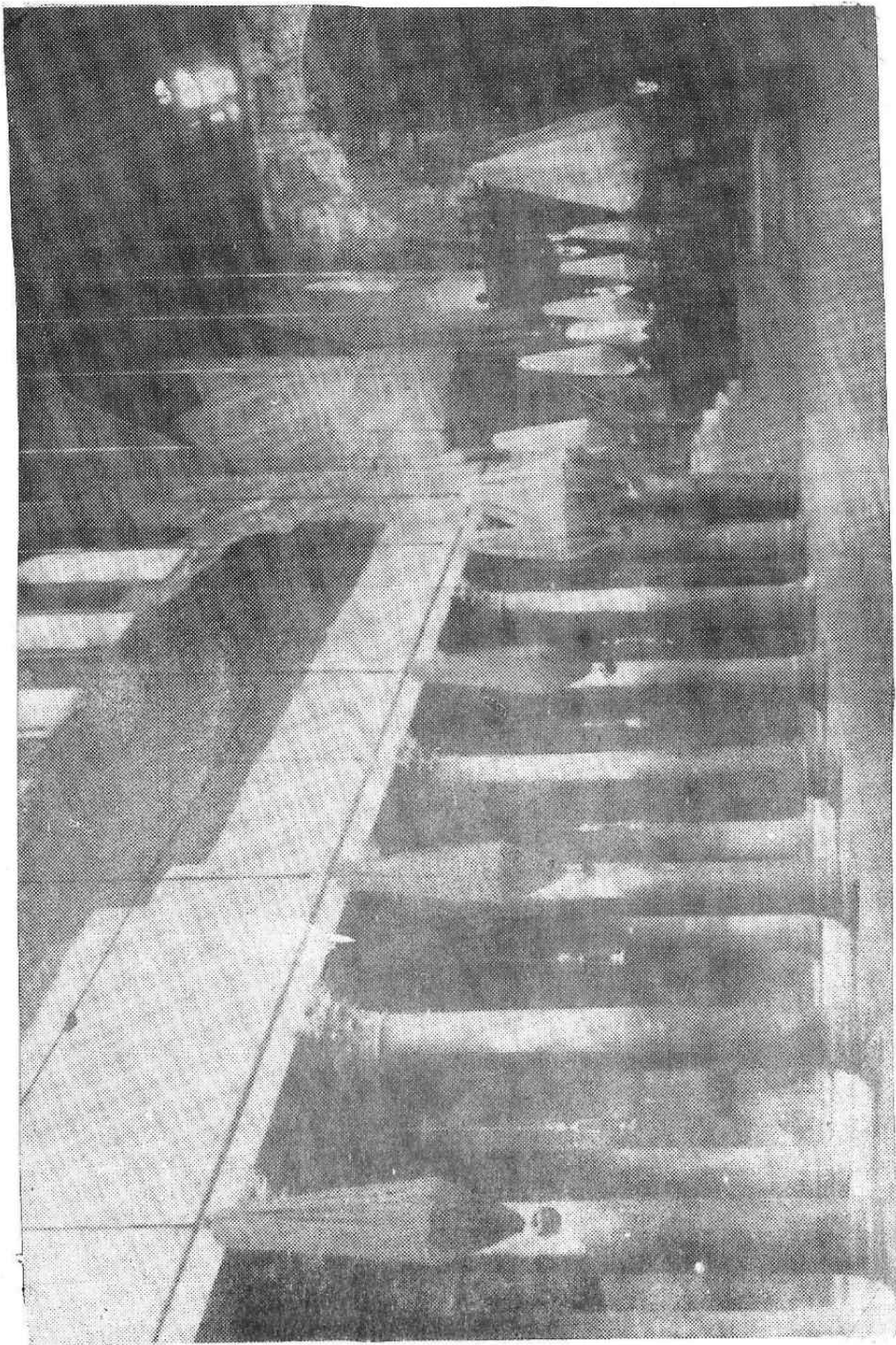
ناصرہ سے کوئی دو میل جنوب مشرق میں جبل کفسی (JEBEL KAFSY) ہے۔
یہ وہ سر کے بل گرائے جانے کا روایتی پہاڑ ہے جہاں سے ناصرة کے لوگ یسوع کو
اُس وقت اس پہاڑ سے سر کے بل گرانے چاہتے تھے جب انہوں نے اُسے رد کر دیا
تھا۔ (لوقا - ۴: ۲۹)

اس پہاڑی کے دامن میں شمال کی طرف یونانی آرٹھوڈوکس چرچ کے نیچے ایک
بہت اچھا چشمہ ہے۔ ایک نالی کے ذریعہ اس چشمے تک پانی آتا ہے۔ زمانہ قدیم کی
طرح عورتیں اور اُنکے بچے گھریلو استعمال کیلئے گھڑوں اور مہراجیوں میں اسی چشمہ
سے پانی بھر کر لاتے ہیں۔ مغربی پہاڑی کے سامنے کے حصہ میں بھی ایک چھوٹا سا چشمہ
ہے۔ پہاڑ کی بلندی شمال مغرب کو ہے اور اس پر نیبی سین (NEBY SAIN)
کی زیارت گاہ ہے۔ اس مقام سے اس سارے ماحول اور اکناف و جوانب کا دلفریب
نظارہ آنکھوں کو طراوت بخشتا ہے۔ جب مطلع صاف ہو تو مغرب میں بحیرہ روم سے
مشرق میں کوہ بلیشن تک اور بالائی گلیل اور شمال میں کوہ حرمون سے جنوب میں جلعاد
اور سامریہ تک دور دور سہانا منظر دکھائی دیتا ہے۔ اسدزلون کی ساری وادی
نظروں کے سامنے ہوتی ہے۔ یہ مقام میدان کا زارہ ہے۔ اور اسرائیل کی تاریخ
کے کئی جو اہمادی اور شجاعت کے معرکے اسی میدان میں ہوئے ہیں۔ کرمل اور محبہ د
سے تہور اور جلیوئے تک کا سارا علاقہ جنگی محروکوں کے سبب مشہور ہے۔

ناصرہ میں یسوع کے اپنے پہلے وعظ میں سادگی اور صاف گوئی بھی اہل سامریہ

ہیتِ لحم

چرنی کے اویہ گربہ گھر





یعقوب کا کنواں
سوئس میں یعقوب کا کنواں

کے دلوں میں اس کے خلاف غصہ کے جذبات پیدا ہوئے اور وہ اُسے قتل کرنے پر متل گئے۔ ”اور اُس نے ان کی بے اعتقادی کے سبب سے وہاں بہت سے معجزے دکھائے“ (متی۔ ۱۳: ۵۸) ناصرة میں اس کی زندگی محفوظ نہ تھی لہذا وہ کفر نخوم میں جا رہا۔ نتن ایل کے سوال میں طعن و علامت کے کتنے نشتر موجود ہیں جب اس نے کہا کہ ”کیا ناصرة سے کوئی اچھی چیز نکل سکتی ہے؟“ (یوحنا ۱: ۴۶)۔ اور اس پر بہت کچھ فکر کرنے کی گنجائش ہے۔

”مسلمانوں کے ابتدائی زمانے میں ناصرة پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹے۔ دسویں صدی کے دوران اس کی مذہبی زیارت گاہوں کی بے حرمتی کی گئی لیکن ایک صدی کے بعد صلیبی مجاہدین نے اسے مسلمانوں کے تسلط سے آزاد کرالیا اور اسے گلیل کا مذہبی اور سیاسی مرکز بنادیا۔ وہ اس پر حکمران ہے لیکن تیرھویں صدی میں مسلمانوں نے اس پر دوبارہ قبضہ کر لیا۔ ناصرة پھر زوال کی لپیٹ میں آگیا اور صرف اٹھارھویں صدی میں اسکی کھوئی ہوئی عظمت و حرمت کے آثار پیدا ہوئے“۔

کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلی مرتبہ مسیحی لوگ کانستانتائن کے زمانے میں یہاں آباد ہونے شروع ہوئے۔ اس بادشاہ کی والدہ محترمہ ملکہ ہلینا نے یہاں چرچ آف دی انسی ایشن (مریم کو پہلی مرتبہ یسوع کی پیدائش کی فرشتے کی معرفت خوشخبری) تعمیر کرایا۔ صلیبی مجاہدین کے زمانے میں یہ جگہ بشپ آف بیت سین (Bethsean) کا صدر مقام تھی۔ جب مسلمانوں نے اسے تباہ کر دیا تو ۱۶۲۰ء میں فرانسیسکنز نے اسے دوبارہ تعمیر کیا۔ ۱۷۹۹ء میں فرانسیسی جنرل نیپولین نے اس مقام پر شاندار فتح حاصل کی۔ ۱۸۳۶ء کے زلزلے میں اس جگہ کو نقصان پہنچا۔

ناصرۃ کے قریب و جوار میں آثار قدیمہ :
ایک صدی کے عرصہ تک قدیم زمانے کے شہروں اور قصبوں کی کھدائی کرتے ہوئے

فلسطین میں آثارِ قدیمہ کی جو دریافتیں کی گئی ہیں، اُن سب میں زیادہ دلچسپ سفید سنگِ مرمر کی ایک سادہ سی ریل ہے جو ناصرہ سے ملی ہے۔ ۱۸۷۸ء میں یہ پتھر مشہور زمانہ آثارِ قدیمہ کے ماہر فروچینر (FROCHNER) کے نوادرات کے ذخیرے میں سے ملا ہے۔ فروچینر موصوف نے اپنی تیار کردہ فہرست میں اس ریل کے متعلق یہ لکھا ہے: ”سنگِ مرمر کی ریل جو ۱۸۷۸ء میں ناصرہ سے بھیجی گئی۔“

فروچینر (FROCHNER) کو آثارِ قدیمہ کی دریافت کا جنون تھا لیکن آثارِ قدیمہ کے بارے میں اس کا مبلغِ علم شک و شبہ سے بالا تھا۔ اور اُسے اس فن میں مہارتِ تامہ حاصل تھی لہذا اُس سے سہوِ نظر کی توقع نہیں ہو سکتی تھی۔

فروچینر (FROCHNER) نے رختِ سفر باندھا اور ملکِ عدم کو سدھارا لیکن اُس کے جمع کردہ نوادرات اور (LOUVRE) واقع پیرس کے قیمتی نوادرات کے عجائب گھر کی زینت ہے۔

ناصرہ کی یہ سنگِ مرمر کی ریل (CABINET DE MODEILLES) میں رکھی گئی اور آخر کار یورپ میں اس ریل کی آمد کے کوئی آدھ صدی سے زیادہ گزرنے کے بعد ۱۹۳۰ء میں ایک عظیم مؤرخ بائیکل روسٹوزلیف (Michel Rostovtzeff) نے اس ریل کی بے قاعدہ سی صاف یونانی میں لکھی ہوئی لکیروں کی طرف غور کیا۔ اُس نے اسے حیرت سے دیکھا۔ اُس نے اس لکھی ہوئی عبارت کو پڑھا۔

”قیصر کا خزانہ۔ ہماری یہ خوشی ہے کہ تمام قبریں اور مقبرے اسی طرح رہنے دیئے جائیں انہیں کسی طرح کا نقصان نہ پہنچایا جائے۔ یہ چیزیں ان لوگوں کی یادگاریں ہیں جنہوں نے اپنے آبادِ اجداد کے عقیدے، یا بچوں یا اپنے اہلِ خاندان کے لئے انہیں تعمیر کیا ہے۔ تاہم اگر کوئی شخص اس قسم کی اطلاع دے کہ کسی شخص نے اُن کو یا تو تباہ کر دیا ہے یا کسی طریقے سے اس کی لاش قبر سے نکال لی ہے یا اُن کی بے حرمتی کرنے کیلئے انہیں کسی دوسری جگہ منتقل کر دیا ہے یا اس کی مہریں اور پتھر کو وہاں سے اٹھا لیا ہے تو ایسے شخص کے خلاف دیوتاؤں اور خانی بنی نوعِ انسان کے عقیدے کے نام پر اُن پر مقدمہ

داڑ کیا جائے۔ کیونکہ مدفون مردوں کا احترام زیادہ لازمی ہوگا۔ کوئی انہیں نقصان یا ضرر نہیں پہنچا سکتا۔ اس فرمان کی حکم عدولی کرنے والے کے بارے میں میری یہ خواہش ہے کہ مجرم کو قبر کی بے حرمتی کرنے پر سزائے موت دی جائے۔“

کیا اس فرمان کی اہمیت پر زور دینے کی ضرورت ہے کہ قبروں پر سے پتھر ہٹانے اور لاشوں کو قبروں میں سے باہر نکالنے کے بارے میں یہ چیز اس شہر سے دستیاب ہوئی ہے جہاں مسیح رہا کرتا تھا؟ جب علماء و فضلاء اور ماہرین آثار قدیمہ نے یہ سنا تو وہ اس جگہ پہنچے جہاں سے یہ کتبہ دستیاب ہوا تھا۔ انہوں نے اس کی تاریخ کا تعین اور زبان کا تجزیہ اور اس کی اہمیت کا اندازہ لگانے کی کوشش کی۔

علماء اور مؤرخین کی یہ رائے تھی کہ کسی رومی بادشاہ یا حاکم نے مسیح سے پہلے ناصرقہ میں کوئی تحریر نصب نہیں کرائی ہوگی۔ اس تاریخ کو ذہن میں رکھتے ہوئے یہ بات منطرحام پر لانا آسان ہے کہ حقیقتاً کس نے یہ حکم جاری کیا ہوگا۔ یہ شخص کلاڈیس کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا۔ مذکورہ بالا تحریر کے متعلق جب کلاڈیس کو اس کا حکم دینے والا تسلیم کر لیا جائے تو فوراً دو تین باتیں ذہن میں آتی ہیں جو اس کی تصدیق کرتی ہیں۔ کلاڈیس ایسا شخص تھا جس کی رائے قائل سمجھی جاتی تھی۔ وہ روم کا بادشاہ جیسے اول والی انگلستان تھا۔ جسے کتابیں پڑھنے کا شوق جنون کی حد تک تھا اور وہ کاروبار حکومت میں قطعاً کوئی دلچسپی نہیں لیا کرتا تھا۔ زمانہ قدیم کے مؤرخین اُسے پاگل قرار دینے پر مصر ہیں لیکن جوں جوں ہم کلاڈیس کے کارہائے نمایاں کا مطالعہ کرتے ہیں یہ بات زیادہ واضح ہوتی ہے کہ وہ بحر علوم کا شناس اور ادرہم و فراست میں پُر طولی رکھتا تھا۔ اُسے غالباً تشیح کے دور سے پڑتے تھے اور اس کے کاموں میں بے ربطگی سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ نیم نچتہ ذہن کا مالک تھا۔ اور اپنے ایام طفولیت میں اُس سے مضحکہ خیز حرکات سرزد ہوئیں اور وہ غلط فہمیوں کا شکار ہوا جن سے اس کی شخصیت مجروح ہوئی۔ یہ صاف ظاہر

ہے کہ چونکہ وہ اگستس کی اصلاحات کو جاری رکھنے کا خواہشمند تھا۔ اُسے بحیرہ روم کے علاقے کے مذہبی حالات کے متعلق پوری پوری واقفیت تھی اور وہ اس میں بڑی دلچسپی لیتا تھا۔

زبان کے متعلق نوٹ:- یہ ناصرقہ کے کتبہ کی سیدھی اور صاف طرز تحریر ہے۔ اور اُس شخص کی زبان ہے جس نے یہودی مذہب کے مسئلے کا مطالعہ کر رکھا تھا اور دیکھا تھا کہ یہ پریشان کن ہے۔ یہ بات بڑی حیران کن ہو گی۔ اگر کلوڈیس جیسے ان سب باتوں کا علم تھا وہ فلسطین سے باہر پہلا رومی نہیں تھا جس نے مسیحیوں کے بارے میں سنا ہو۔
پروفیسر مونگلی آنو (Mamigliano) کی پختہ رائے ہے کہ کلوڈیس نے ہی ناصرقہ کا یہ کتبہ کندہ کرایا تھا۔

”اعمال کی کتاب جس کی تصدیق دو رومی مؤرخین اودر سیس (OROSIUS) اور سوٹونیس (SUETONIUS) نے کی ہے اُس کے مطابق کلوڈیس نے یہودیوں کو روم سے نکال دیا۔ یہ سلسلہ کی بات ہے اور ملاحظہ کریں کہ اس کی ناصرقہ کی اُس تحریر سے کتنی مطابقت ہے۔ سوٹونیس نے مزید لکھا ہے کہ کلوڈیس کو یہ قدم اس لئے اٹھانا پڑا کیونکہ یہودیوں نے شہر کے اس حصے میں جہاں وہ رہتے تھے خریستوس (Chrestos) کے آسمانے پر گڑبڑ اور بلوہ کروا دیا تھا“ ۳

ظاہر ہے کہ ان مؤرخین نے یہ حوالہ یسوع مسیح کے متعلق دیا ہے اور یہ اصرار کرنا کہ سوٹونیس نے دو یونانی الفاظ یعنی خریستس (CHRISTOS) اور خریستوس (CHRESTOS) خلط ملط کر دیئے ہیں (اور بعض فضلا کا یہی خیال ہے) اُس حقیقت سے انکار کرنا ہے جو کھدائی کے ذریعہ زمین سے دریافت ہوئی ہے۔

پہلی صدی مسیحی کے چالیسویں سال میں روم میں سب سے پہلی بار خداوند مسیح کی انجیل کی منادی کی گئی اور عبادت خانوں کے یہودی ختیہ اور فریسی مخالفت کا طوفان

برپا کر رہے تھے۔ یہودی حلقوں میں ہچل مچی ہوئی تھی۔ گرنٹاریوں کا سلسلہ شروع تھا۔ شہنشاہ دونوں طرف مائل تھا۔ مذہب کے متعلق وہ کچھ جاننے کا خواہشمند تھا اور وہ یہودیوں کے مسئلے سے بھی آگاہ تھا اور وہ عدالتی کارروائی کا بھی دلدارہ تھا۔ اُس نے مقدمے کو سنا اور اسے ایک عجیب سی کہانی معلوم ہوئی۔ اُسے اندازہ ہوا کہ یہ ہنگامہ کسی شخص مسیح نام کے متعلق ہے جس کے بارے میں اُس کے شاگرد کہتے ہیں کہ وہ مردوں میں سے جی اٹھا ہے۔" ریتوں نے اپنی صفائی میں فریسیوں کے خالی قبر والے بیان کو پیش کیا جسے مقدس متی رسول نے یوں لکھا ہے :- "اس کے شاگرد آکر اُسے چرا کر لے گئے۔" (متی - ۲۸: ۱۳)

نتیجہ میں کلودیس کی تلون مزاجی اور احتیاط کا مستند بیان موجود ہے۔ چونکہ وہ اس معاملے کا فیصلہ نہ کر سکا اس نے یہودیوں کو بھیج دیا۔ اس نے فلسطین میں تفتیش کرائی تاکہ اسے صحیح معلومات حاصل ہوں۔ اسے حاکموں نے اطلاع دی کہ اس کے مردوں میں سے جی اٹھنے کی خوشخبری کی منادی بڑے زور و شور سے کی جا رہی ہے۔ حاکم کہنے لگا "میں کیا کروں؟" اس تصفیہ طلب معاملے میں شہنشاہ کا فرمان جاری ہوا :- "ایک سخت حکم کے ذریعہ اس شورش کو اسی مقام پر فرو کر دو جہاں سے یہ شروع ہوئی ہے۔" اگر یہ استدلال درست ہے تو تین باتیں پیدا ہوتی ہیں۔

اول :- روم میں مسیحیت کی منادی اس وقت سے کہیں پہلے شروع ہوئی جس کا قیاس کیا جاتا ہے۔ اور جیسا ہمیں کتاب مقدس سے معلوم ہوتا ہے۔ پلوٹس رسول کی آمد سے کئی سال پہلے شروع ہوئی۔ "اور اپنی دعاؤں میں ہمیشہ یہ درخواست کرتا ہوں کہ اب آخر کار خدا کی مرضی سے مجھے تمہارے پاس آنے میں کسی طرح کی کامیابی ہو۔"

(رومیوں - ۱: ۱۱)

دوم :- کلیسیا کے خلاف حکومت کی کارروائی کلودیس کے عہد میں ہوئی ہوگی۔ اور رستم میں روم کی بڑی آتشزدگی کے بعد نیرو کے عہد حکومت میں اس کا آغاز نہ ہوا ہوگا۔

سوم۔ سب سے آخر میں یہ کہ یہوشلیم کی طرح روم میں بھی خالی قبر کی حقیقت کو مسیح کے دشمنوں نے تسلیم کر لیا تھا۔ پس ایک شہنشاہ کے فرمان میں بیسویں صدی میں قیامت ایسح کی کہانی پر ایک لادینی تبصرہ نظر آتا ہے اور اس کی مرکزی حقیقت کی یہ قانونی شہادت ہے۔

۹۔ کفر نخوم

یونانی زبان کے لفظ کپرناتوم کی انگریزی صورت کفر نخوم ہے۔ اور پھر ارامی زبان کفرناٹوم کو (KEPAR NAHUM) کپرناتوم یعنی ناٹوم کا گاؤں کہا گیا ہے۔ اور وہ ”ناصرۃ کو چھوڑ کر کفر نخوم میں جا بسا جو جھیل کے کنارے زبولون اور نفتالی کی سرحد پر ہے“ (متی - ۴: ۱۳) کفر نخوم گلیل کا ایک شہر ہے اور رسولوں نے خداوند مسیح کی زندگی کے سلسلہ میں کئی مرتبہ اس کا ذکر کیا ہے۔ یہ شہر ”گیلیل کی جھیل“ کے مغربی کنارے پر واقع تھا۔ اور ناصرۃ اور قانا گیل سے اس کی سطح کم اونچی تھی۔ اور اس جھیل سے ایک کافی چوڑی سڑک کفر نخوم تک جاتی تھی۔ اسی وجہ سے اسے ”شہر“ کہا جاتا تھا۔ اس شہر کا اپنا عبارت خانہ تھا۔ اس بگڑے رومی دستے کا صوبہ دار بھی رہا کرتا تھا۔ (لوقا: ۱۰: ۸-۸)۔ رومی سپاہیوں کے دستے کے علاوہ یہاں محصول کی چوکی بھی تھی۔ واجب الوصول محصول، محصول چوکی پر بھی اور گشتی افسر بھی اکٹھا کیا کرتے تھے۔ (متی - ۹: ۹؛ مرقس - ۲: ۱۴؛ لوقا - ۵: ۲۷)۔

کفر نخوم خداوند یسوع اور اس کے شاگردوں کی جائے رہائش تھی اور کئی مرتبہ اس مقام کو ”اس کا اپنا شہر“ بھی کہا گیا ہے۔ کفر نخوم میں بے شمار معجزے دکھائے گئے اور بہت سے وعظ بھی کئے گئے۔ ناصرۃ میں اس نے ”پرورش پائی“، لیکن کفر نخوم اس کا اپنا شہر تھا اور جب کبھی وہ اس شہر میں آیا تو کہا گیا ہے کہ وہ ”گھر میں ہے“

(مرقس - ۱:۲)۔ اسی جگہ اس نے متی کو اپنا شاگرد ہونے کیلئے چنا۔ (متی - ۹:۱۹)۔
 شمعون پطرس اور اندریاس دونوں بھائی کفر نخوم کے رہنے والے تھے۔ اسی جگہ خداوند
 مسیح نے صوبہ بیدار کے نوکر کو شفا بخشی (متی ۵:۸ ; لوقا ۱:۷)۔ شمعون کی ساسس کو
 اچھا کیا (متی ۸:۱۴ ; مرقس ۱:۳۰)۔ اور مفلوج اور اس آدمی کو بھلا چٹکا کیا جس میں
 ناپاک دیوی کی روح تھی (مرقس ۱۶:۱۹ ; لوقا ۴:۳۳)۔

کفر نخوم میں ہی اُس نے شاگردوں کو تلقین کی کہ وہ بچے کی مانند ہیں (مرقس ۹:۳۳)۔
 اور کفر نخوم کے عبادت خانہ میں جب یوحنا نے اُس سے سوال کیا تو اُس نے اُس کا بڑے
 پیار سے الفاظ میں جواب دیا۔

وہ انخام جس کے متعلق کفر نخوم اور دوسرے ایوان نہ لانے والے شہروں کو
 آگاہ کیا گیا (متی - ۱۱:۲۳) وہ ہو کر رہا۔ اور خداوند کی باتیں پوری ہوئیں۔ کوئی مذہبی روایت
 ان مقامات کے محل وقوع کی نشاندہی نہیں کر سکتی۔ وہ ایسے زمین بوس ہوئے کہ
 صفحہ ہستی سے ان کا نام و نشان مٹ گیا۔ دو مختلف مقامات کے متعلق کہا جاتا ہے کہ
 یہاں کفر نخوم آباد تھا۔ اور دونوں وعیداروں کے درمیان ٹھنی ہوئی ہے مگر اس مقام
 کے صحیح محل وقوع کے متعلق وثوق سے فیصلہ کرنا محال ہے۔ کہا جاتا ہے کہ کفر نخوم وہاں آباد
 تھا جہاں تل ہم (TELL-HUM) ہے۔ یہ مقام دریائے یردن سے نکلنے والی
 ایک ندی سے تین میل جنوب مغرب میں ہے۔ اور خان منیج (KHAN MINYEH)
 کا بھی نام لیا جاتا ہے جو کنیست کے شمالی کنارے پر ہے لیکن زیادہ تر شہادتیں
 مؤخر الذکر یعنی خان منیج کے حق میں ہیں۔

آثارِ قدیمہ :

ابھی تک کھدائی کا کام سارے شہر میں نہیں کیا گیا لیکن ۳۸۵ء میں ایک زائر سلویا
 (SYLVIA) نے ”ہمارے خداوند کے عبادت خانہ“ کا عجیب و بالتحفیل بیان
 قلم بند کیا ہے۔ یہ بیان ٹھیک طور پر اُس بازار کا ذکر کرتا ہے جو راستے سے ہوتا ہوا سیدھا
 اس بڑے عبادت خانہ کے کھنڈرات تک پہنچتا ہے۔

» عبادت خانے کی عمارت بڑی عظیم اور دیدہ زیب تھی۔ یہ عمارت سفید چُونے کے پتھر کی بنی ہوئی تھی اور جنوب میں اس کا رُخ جھیل اور یرושلیم کی طرف تھا۔ عام طور پر فلسطین میں قدیم عبادت خانے یرושلیم کے رُخ کو ہی بنائے جاتے تھے لیکن شمالی فلسطین میں اُلی کا رُخ جنوب کو ہوتا تھا۔ یہ رسم اُس رسم کے مطابق ہے کہ یرושلیم کی طرف منہ کر کے دعا کی جاتی ہے اور پُرانے عہد نامے میں بھی اس کا ذکر آیا ہے۔

۱۔ اسلاطین - ۳۸ : ۸ : ۳۴ : ۳۸ : دانی ایل - ۴ : ۱۰ - اور ربتوں کی تعلیم بھی یہی تھی۔

کہا جاتا ہے کہ رتی حناہ نے رتی اشی سے کہا ”آپ جو فلسطین کے شمال میں رہتے ہیں جنوب کی طرف منہ کر کے دعا کیا کریں“۔

یہ عبادت خانہ غالباً چوتھی صدی کا ہے۔ لیکن پہلی صدی کے عبادت خانے کے
گھنڈرات پر غالباً اس صوبیدار نے یہ عبادت خانہ بنوایا تھا جس کا ذکر لوقا ۷: ۴ میں ملتا ہے۔
اغلے درجے کی اونچی کرسیاں آج بھی دیکھی جاسکتی ہیں۔ اور اس سے زیادہ خوبصورت
بات یہ کہ پتھر کا تراشا ہوا چوکھٹ کے اوپر رکھا ہوا برتن ہے جس میں من رکھا ہوا ہے۔
اور یہ اس مٹہور رسم کے عین مطابق ہے کہ من والا برتن اس طرح رکھا جاتا تھا۔ یہ برتن
جس میں من رکھا ہوتا تھا عبادت خانہ میں پلیٹ اور ریڈنگ ڈیسک کے سامنے ہوتا تھا
اور یہی وجہ ہوگی کہ خداوند مسیح نے یہ وعظ کیا ”یہ وہ روٹی ہے جو آسمان سے اُترتی
ہے“ اور مقدس یوحنا رسول کی انجیل ۴: ۳۸ - ۵۹ میں اس کا ذکر ہے۔ اس پلیٹ
پر کھڑے ہونا بڑی سعادت ہے اور ایک وعظ کی مسنادی میں سنجیدگی اور حسن
پیدا کرتا ہے۔

د کفر خوم کے عبادت خانے کا وہ حصہ جو جھیل کی طرف تھا اس میں تین دروازے
اور ایک بڑی کھڑکی تھی۔ اندر دنی حصہ سترنٹ لمبا اور پچاس فٹ چوڑا تھا۔ داخل ہونے

2 Finegan Jack. Light from the Ancient Past.

Princeton University Press. Princeton, New Jersey.

P. 228, 1946.

والے دروازے کو چھوڑ کر تینوں طرف ستونوں کی قطاریں تھیں ان کے اوپر ایک سہن تھا۔ غالباً یہ عورتوں کیلئے بنایا گیا تھا۔ مشرق کی طرف بھی ایک برآمدہ تھا۔ عبادت خانے کے مختلف حصے کئی لوگوں کے علیحدہ جات سے بنے تھے، اور ایک ستون کے ایک ٹکڑے پر آج بھی اس کے معنی (Zabida bar Tachanan) لکھا ہوا ہے اور یہ غالباً زبدی بن یوحنا ہے۔

گیلیل میں اور بھی بہت سے عبادت خانے دریافت ہوئے ہیں مگر ان میں سے غالباً کوئی بھی تیسری صدی مسیحی سے پہلے کا نہیں ہے، بیت الفا کا مشہور عبادت خانہ جو غربت بیت الفا (Khirbet Beit Alfa) کے قریب یزید عسیل کی دلدلی میں ہے، اس کا بھی کاری کا خوبصورت فرش ہے۔ لیکن یہ عبادت خانہ چھٹی صدی کا ہے۔

۱۰۔ قانا گلیل

پھر تیسرے دن قانای گلیل میں ایک شادی ہوئی اور یسوع کی ماں وہاں تھی (یوحنا - ۱:۲)۔ پس وہ پھر قانای گلیل میں آیا جہاں اُس نے پانی کو رے بنایا تھا۔ (یوحنا - ۴:۴۶) شمعون پطرس اور توہا جو تو آدم کہلاتا ہے اور نثن ایل جو قانای گلیل کا تھا اور زبدی کے بیٹے اور اس کے شاگردوں میں سے دو اور شخص جمع تھے۔ (یوحنا - ۱:۲)

قانای گلیل وہ مقام تھا جہاں خداوند مسیح نے اپنا سب سے پہلا معجزہ دکھایا۔ اس نے شادی کی تقریب پر پانی کو رے بنایا (یوحنا - ۱:۲) مندرجہ بالا حوالوں سے

of Finegan Jack. Light from the Ancient Past.

Princeton University Press, Princeton, New Jersey.

P. R 27. 1946.

معلوم ہوتا ہے کہ قانا گلیل میں تھا اور جلیل کے مغرب میں ادسچائی پر واقع تھا۔ یوسف سیف نے اس نام کے دوسرے گاؤں کا بھی ذکر کیا ہے لیکن غالباً یہی وہ قانا گلیل ہے جہاں وہ کچھ عرصہ تک رہا اور یہ مقام (Asochus) کے میدان میں ہے۔ یونانی زبان کا لفظ قانا غالباً قدیم عبرانی کا (KANAH) ہے جس کے معنی "نیستان" یعنی ایسی جگہ کے ہیں جہاں سرکنڈا پیدا ہوتا ہے۔ یہ قدیم نام خربت قانا کے نام سے موسوم ہے۔ اب یہ جگہ کھنڈرات کا ڈھیر ہے۔ اس میں چٹان سے کائی ہوئی قبریں، بانی کے حوض اور تالاب ہیں۔ یہ چیزیں سہل البتوف (Asochus) کے میدان کے شمالی کنارے پر ہیں۔ اس کے قریب ولدل ہیں جو دور دور تک پھیلی ہوئی ہیں۔ ان میں سرکنڈوں کی بھرا رہے لہذا یہ جگہ اسم باسٹلی ہے۔ عربی میں اسے قانا الجلیل کہتے ہیں۔ اور یہ (Kana Tes Balilais) کا مترادف ہے۔ اس جگہ کے باشندے اسے اس نام سے بھی پکارتے ہیں۔ غالباً یہ خیال اس وجہ سے پیدا ہوا ہے کہ انجیل مقدس میں "قانا گلیل" کا ذکر آیا ہے۔ مندرجہ بالا صورت حال انجیل مقدس کے بیان کے عین مطابق ہے۔

در ادبی حوالوں سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس دور کے بادشاہ نکلت پلا سر جس کا عہد ۷۴۵ - ۷۲۲ ق م ہے، اس کے زمانے میں قانا ایک ہشتا بستہ گنجان آبادی کا شہر تھا۔ نکلت پلا سر کہتا ہے کہ اس نے ۷۳۲ ق م کے قریب قانا گلیل کو فتح کیا۔ اور ساٹھ چھ سو آدمیوں کو اسیر کر کے لے گیا۔ ۹۰۰ اور ۱۰۰۰ ق م کے درمیانی زمانے کو ماہرین آثار قدیمہ "آہن دوم" کا نام دیتے ہیں۔ اس زمانے کے مٹی کے برتن قانا گلیل سے ملے ہیں۔ نئے عہد نامہ کے حوالہ جات اور یوسف سیف کے بیانات سے ظاہر ہوتا ہے کہ قانا گلیل پر ابتدائی درمیانی عہد میں قبضہ ہوا تھا۔ اس زمانے کے اور دوسرے زمانے کے بے شمار مٹی کے برتن ملے ہیں۔ اور ادبی ذرائع سے معلوم ہوتا ہے کہ قانا آباد تھا۔

ایک اور مقام کیفرتینا (KEFFER KENNA) نامہ کے پانچ میل

مشرق میں بہت سے مستند ماہرین نے دریافت کیا ہے اور وہ اسے قانا کہتے ہیں۔ تاہم اس کی تائید میں ہمارے پاس آثار قدیمہ کی کافی شہادتیں ہیں نہ ادبی ثبوت۔

۱۱۔ وکیلِس

اور گلیل اور وکیلِس اور یروشلم اور یہودیہ اور یرون کے پار سے بڑی جھیل اس کے نیچے ہوئی۔ (متی - ۲۵: ۴)

وہ گیا اور وکیلِس میں اس بات کا چرچا کرنے لگا۔ (مرقس - ۵: ۲۰) اور وہ پھر صور کی سرحدوں سے نکلی کر صیدا کی راہ سے وکیلِس کی سرحدوں سے ہوتا ہوا گلیل کی جھیل پر پہنچا۔ (مرقس - ۷: ۳۱)

انجیل مقدس میں تین مرتبہ وکیلِس کا ذکر آیا ہے۔ یہ ایک قسم کی کنفیڈریسی تھی۔ اس نام سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس میں دس شہر شامل تھے۔ وکیلِس یونانی نام ہے جس کے معنی ہیں ”دس شہر“۔ یہ یونانی شہر تھے جنہیں الیگزینڈر جانیس (Alexander Jannaeus) نے محکوم کیا تھا اور اس کے بعد پوپے نے یہودیوں کے تسلط سے آزاد کیا۔ اس کے بعد وہ سیریا کے زیر نگیں بھی رہے لیکن انہیں کافی خود مختاری حاصل تھی۔ پلینی (PLINY) ۲۳-۷۹ء کے مطابق یہ اتحاد کے دس شہر مندرجہ ذیل تھے۔ ۱۔ دمشق ۲۔ تلذفہ ۳۔ رافانا ۴۔ سائیتھوپولس ۵۔ گدرا ۶۔ بیرو ۷۔ دلون ۸۔ پیلہ ۹۔ گلاتسہ اور ۱۰۔ کناتہ

یقینی طور پر نہیں کہا جاسکتا کہ ان شہروں کو کہاں تک آزادی حاصل تھی۔ پوپے اور بڑا جن کے عہد میں انکی آزادی میں فرق رہا ہوگا تاہم

”انہیں آزادی تھی کہ جو فرقہ چاہیں اختیار کریں۔ ان کی اپنی مجالس تھیں۔ ان کے ماں اپنے بچے رائج تھے۔ انہیں پناہ حاصل کرنے کا حق تھا۔ جائیداد اور ارد گرد کے اضلاع میں انتظام کا حق تھا۔ دفاعی اور تجارتی مقاصد کیلئے انہیں ایک دوسرے کے ساتھ جماعت

جہیز میت اور شہنشاہیت دونوں میں یونان کے شہروں میں کنفیڈریسی کا رواج
عام تھا اور کنفیڈریسی اس شہروں کا آپس میں اتحاد اس وجہ سے تھا تاکہ تجارت اور غیر ملکی
شعروں کے مقابلہ میں یونانی جدید کی ترقی کی جاسکے۔
اور مشرق

ابراہیم کے زمانہ (پیدائش ۱۵۱۳ء : ۱۵۷۵ء) سے لے کر آج تک یہ شہر قائم ہے اور آج کل تو یہ شام کا بڑا ہی ترقی یافتہ اور کاروباری شہر ہے۔ چودھویں یا تیرھویں صدی ق.م میں ارامیوں نے اس پر اپنا تسلط جمایا اور عہد عتیق کے زمانہ تک اس پر قابض رہے۔ دمشق کے بادشاہ اکثر اوقات اسرائیل سے ہمدرد پیکار رہے۔ سکندریہ اعظم کے عہد سے یہ شہر یونانی اقتدار کے زیرِ نگیں آیا۔ اس کے بعد مصر کے طاعلی خاندان نے اس پر قبضہ جمایا لیکن ۲۶۱ ق.م سے بیشتر انطاکیہ کے سلوکی بادشاہوں نے اسے فتح کر لیا۔ دنیا کے زرخیز ترین تخلصان میں یہ شہر واقع ہے۔ اس شہر میں بائبل مقدس کے زمانے کی ایک نشانی رہ گئی ہے۔ یہ وہ کوچہ ہے جو سیدھا کہلاتا ہے۔ مشرقی دروازے سے یہ کوچہ مغرب کی طرف شہر کے وسط میں چلا جاتا ہے۔

۲:- سائینٹھوپولس : (SCYTHOPOLIS)

وہ دسٹن شہر جو وکٹوریہ ایسوسی ایشن میں شامل تھے ان میں صرف یہی ایک شہر تھا جو دریائے
پیدون کے مغرب میں تھا۔ یہ شہر پانچویں عہد نامہ کے شہر بیت شان کے مقام پر آباد
تھا۔ (دیشورج - ۱۱: ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰) جب تھوٹمس
سوم (THO THMES III) بیٹی اول اور ریمیس دوم نے فلسطین فتح کیا تو
بیت شان کا شہر آباد تھا اور اس وقت سے لے کر آج تک یہاں ایک شہر ہے۔ ایسا

2 Smith George Adam: *The Historical Geography of the Holy Land*. Hodder and Stoughton, London.

P. 594. 1896

معلوم ہوتا ہے کہ سکندر اعظم کے جانشینوں نے اسے سائنٹھوپولس کا نام دیا۔ غالباً اس کی وجہ یہ تھی کہ ستھین نے اس شہر پر قبضہ جمایا تھا اور وہ اسی جگہ آباد ہو گئے تھے۔ وہ سکتے جو دستیاب ہوئے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ سکندر اعظم کے عہد میں یہ شہر یونانی شہر بن چکا تھا۔
 عالمی یورجینس اول (Ptolemy Euergetes I) ۲۲۹-۲۲۲ ق.م کے زمانے میں یہ شہر مصر کے زیر نگیں تھا لیکن ۱۹۸ ق.م میں یہ الطاکبہ کے سلوکیوں کے تسلط میں آگیا۔ ۴۵-۴۳ میں جب سیریا کی سلطنت کا شیرازہ بکھر گیا تو پوپیتس نے اسے وکیلس کے شہروں میں شامل کر لیا۔

اب اس یونانی شہر کے تمام آثار معدوم ہو چکے ہیں اور صرف پتھر کا بنا ہوا عظیم امفی تھیٹر رہ گیا ہے۔ یہ امفی تھیٹر آج بھی وادی میں دیکھا جاسکتا ہے جو ٹیلے کے جنوب کو ہے اور اس کے نیچے قدیم بیت شان کے کھنڈرات ہیں اور اب اس کے ادھر پہلے جھاڑیاں لگی ہوئی ہیں۔

۳۔ گیل کی جھیل کے مشرق میں واقع شہر:

گیل کی جھیل کے مشرق میں وکیلس کے تین شہر تھے۔ ہیس دوسروں کی نسبت جھیل کے زیادہ قریب تھا۔ آجکل یہاں سوتسی لے (SUSIYE) آباد ہے۔ تلمودی زمانے کے یہودی اس جگہ کو سیتھا (SUSITHA) کے نام سے پکارتے تھے۔ یونانی زبان میں ہیس گھوڑے کو کہتے ہیں۔ اور سیتھا اس کا عبرانی ترجمہ ہے اور عربی میں اسے سوتسی لے کہتے ہیں جو عبرانی کی بگڑی ہوئی صورت ہے۔ ہیس کے نام کے سوا باقی دوسری نشانیاں صفحہ ہستی سے ہٹ چکی ہیں۔

ابھی تک وثوق سے نہیں کہا جاسکتا کہ رفانا کہاں واقع تھا۔ غالباً یہ جگہ وہی ہے جسے ۱۔ مکابوں۔ ۵: ۳۷ میں رافون کہا گیا ہے اور جو عسارات قریم کے نزدیک تھا۔ (پیدائش۔ ۵: ۱۴) عسارات قریم یا تو تل عسارہ پر واقع تھا یا تل عسارہ پر۔ یہ دونوں جگہیں گیل کی جھیل کے مشرق میں بیٹل اور پچیس میل کے فاصلہ پر ہیں۔ رفانا اس وقت غالباً ہیس سے کوئی بیس میل مشرق میں تھا۔

اس کے مشرق میں کتاتہ کا شہر تھا۔ اگرچہ اس معاملہ میں فضلاء مختلف رائے ہیں کہ کیا اس کا محل وقوع وہاں تھا جہاں القرق (EL KERAK) یا قاناوت (KANAWAT) آباد ہیں۔ اگر یہ جگہ وہاں واقع تھی جہاں القرق واقع ہے تو یہ جگہ گلیل کی جھیل سے تقریباً چالیس میل مشرق میں تھی۔ اور اگر یہ مقام قاناوت پر واقع تھا تو یہ جگہ گلیل کی جھیل سے پچاس میل کے فاصلہ پر تھی۔ چونکہ قاناوت کے مقام پر ایک خوبصورت یونانی شہر کے کھنڈرات ہیں لہذا کتاتہ، القرق کی بجائے اس جگہ واقع تھا۔ یہی وہ کتاتہ ہے جس کا ذکر گنتی ۳۲: ۴۲ میں ہے۔

۴۔ گدارا:

دکھن کے سلسلہ کا ایک شہر گدارا تھا جو یردن کے مشرق میں اور یرموق کے جنوب میں گلیل کی جھیل کے جنوبی سرے کے تقوڑا سا جنوب میں تھا۔ اب اس مقام پر اُم قیس یا مقیس کے کھنڈرات ہیں۔ اس مقام پر یونانی شہر کے کھنڈرات آج بھی نظر آتے ہیں جن میں ایک بڑا تھیٹر بھی ہے جو سیاہ بساٹ چٹان کو تراش کر بنایا گیا تھا۔ انطیاکس اعظم ۲۱۸ ق.م کے زمانے میں اس جگہ ایک مضبوط قلعہ تھا۔ اور اس کے بعد الیگزینڈر جینیس (۱۰۴ - ۷۹ ق.م) نے اس کا محاصرہ کیا۔

۵۔ پیلا اور دیون:

سائیموپولس یا بیت شان کی نسبت تقوڑا سا جنوب میں یردن کے مشرق میں لیکن وہاں کی گہری وادی میں دکھن کے سلسلہ کا ایک اور شہر پیلا آباد تھا۔ آجکل اس جگہ کا نام فحل ہے۔ اس شہر کا ذکر تھوٹمیس (THOTHMES) ۱۵۰۳ - ۱۴۴۷ ق.م نے پاہل (PAHAL) کے نام سے کیا ہے، العجائزہ کے خطوط میں اسے پھیلی (PIHILI) کہا گیا ہے۔ پیلا اس نام کی یونانی صورت ہے۔ بائزنٹیم (BYZANTIUM) کے شیفن کے قول کے مطابق اس شہر کو سکندر اعظم نے آباد کیا تھا۔ تلمود میں اسے پاہل کہا گیا ہے اور موجودہ زمانے میں فحل اس کی عربی صورت ہے۔ فحل کے مقام پر اس یونانی شہر کے بے شمار کھنڈرات دیکھے جاسکتے ہیں۔

سے اسے فلدلفیہ کہنے لگے۔ ۲۱۸ ق م میں انطیا کس سوم نے اس شہر کو لے لیا۔ اُس نے اُس حوض پر قبضہ کر لیا جہاں سے ایک زیر زمین راستے سے محاصرہ کے دوران اہل شہر پانی حاصل کیا کرتے تھے۔ پیاس سے مجبور ہو کر انہیں اطاعت قبول کرنی پڑی۔ ۳۰ ق م میں ہیروڈس اعظم نے اسے اسی طرح فتح کیا۔ یونانی مندر، تھیٹر، اور دوسری عمارتوں کے کھنڈرات جہاں میں ایک گرجہ بھی ہے، آج بھی عمان میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ چوتھی صدی مسیحی میں فلدلفیہ عرب کے رومی صوبے کا ایک بڑا مشہور شہر تھا۔

دکھن کے سلسلہ کے یہ شہر اسی طرز پر تعمیر کئے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ ہر ایک شہر کے بازار میں سٹوڈن کی قطار شہر کے عین مرکز میں سے گزرتی تھی۔ ہر ایک شہر کا کم از کم ایک مندر اور ایک تھیٹر ہوا کرتا تھا اور بعض شہروں کے زیادہ بھی ہوا کرتے تھے۔ یہ تمام شہر فن تعمیر کے بہترین نمونے تھے۔ تاہم شہروں کا نظام حکومت ایک جیسا تھا اور اسی جگہ سے علاقہ کے تمام گاؤں کو کنٹرول کیا جاتا تھا۔

۱۲۔ سامریہ

”اور اس کو سامریہ سے ہونے پرانا ضرور تھا۔ یوحنا۔ ۴: ۴۔

”اور اپنے آگے قاصد بھیجے۔ وہ جا کر سامریوں کے ایک گاؤں میں داخل ہوئے تاکہ اُس کیلئے تیاری کریں۔“ لوقا ۹: ۵۲۔

نئے عہد نامے کا سامریہ پرانے عہد نامے کا کوہ افرائیم تھا۔ یہی وہ جگہ تھی جہاں افرائیم، نصف بنی اور دان کو حصہ ملا تھا۔ مغربی پہاڑیوں کے جنوبی حصے کا یہ کھلا حصہ ہے اور یہاں تک رسائی بڑی آسان ہے۔ کنعان کی سرزمین میں داخل ہونے کے بعد ابراہام سب سے پہلے اس علاقے میں آیا۔ پیدائش۔ ۱۳، ۱۴، ۱۵۔

یعقوب بھی جب اپنے اہل خاندان کے ساتھ ذرا آرام سے واپس آ رہا تھا پیدائش۔ ۲۵: ۲، ۲۸: ۵۔ تو وہ اسی راستے سے آیا اور اُس نے تھوڑی دیر تک یہاں

قیام کیا۔ اس کی سرحدوں کے قریب پرانے عہد نامے کے کئی عظیم واقعات ہوئے ہیں جب اسرائیل کی سلطنت تقسیم ہوئی تو اسرائیل اور یہوداہ کی دو متوازی سلطنتیں قائم ہو گئیں۔

”عمری نے سامریہ کو ایک ٹیلے پر آباد کیا۔ دفاعی نقطہ نگاہ سے یہ جگہ بڑی اہم ہے۔ اُس نے اسے سلطنت کا صدر مقام قرار دیا۔ اور اپنی تباہی ۷۲۲ ق۔ م تک اس کی یہ حیثیت برقرار رہی“۔

شمالی سلطنت کی اسیری کے بعد اس جگہ زیادہ تر غیر ملکی لوگ آباد ہو گئے۔ مسیحی عہد کے شروع میں اس جگہ کو مقدس سرزمین کا حصہ نہیں سمجھا جاتا تھا۔ یہ جگہ حقارت کی نظر سے دیکھی جاتی تھی کہ یہ ناپاک سرزمین ہے۔ لہذا ہر سچا اسرائیلی مذہبی طور پر اس جگہ سے گریز کرتا تھا۔

سامریہ کی شمالی سرحد اسدرون کے جنوبی کنارے کے ساتھ ساتھ چلی جاتی تھی۔ اس کی مشرقی حد یردون تھی اور مغربی حد شارون کا مشرقی کنارہ تھا۔ جنوب کی حد کا صحیح تعین نہیں تھا۔ اگرچہ عام سرحد سیدھی بیت ایل کے جنوب تک جاتی تھی۔ سامریہ سطح سمندر سے کوئی دو ہزار فٹ بلند ہے اور زیادہ سے زیادہ بلندی تین ہزار فٹ سے زائد ہے۔ عام طور پر یہ کوئی پہاڑی سلسلہ نہیں ہے جس میں اونچی وادیاں اور میدان ہوں۔

سیکم سامریوں کا اُمّ البلاہ اور بڑا شہر تھا۔ یہ شہر کوہ گمریم اور عیبال کے درمیان گلیل سے یردشلیم جانے والی سیدھی شاہراہ پر واقع تھا۔ یہ شہر ۱۲۰۰ میں یونانیوں نے (Tavia Neapolis) کے نام سے ازسرنو تعمیر ہوا۔ اور آج کل اسے نیپلس کا گاؤں کہتے ہیں جہاں سامریہ نسل کے لوگ آباد ہیں۔ سوخار جس کا ذکر یوحنا ۵: ۲ میں ملتا ہے بعض اوقات یہ سمجھا جاتا ہے کہ یہ سیکم ہے لیکن غالباً یہ آج کل کا گاؤں اسکار ہے جو کوہ عیبال کے جنوب مشرقی دامن میں ہے۔

سامریہ کے بڑے بڑے شہر اور قصبات یزرعیل، بیت شان، مجدو، عنگنیم (Engannim) سکم، ترصہ، بیت ایل، سبلہ اور سامریہ تھے۔ میں نے اس سے پیشتر ذکر کیا ہے کہ سامریہ کا شہر عمری نے آباد کیا تھا۔ کالکن (Calchin) اس کے بارے میں کہتا ہے:-

”عمری نے سامریہ کی بنیاد رکھی اُس نے یہ جگہ دو قطار چاندی کے عوض خریدی تھی۔ یہ جگہ خوبصورت اور وسیع النظار ہے اور ایک مستطیل پہاڑی پر ہے جو وادی الشغیر (جو کی دادی) جس میں وہ واقع ہے اس کی سطح سے چار سو فٹ اونچی ہے اور سکم سے چھ میل شمال مغرب میں ہے۔ اس پہاڑی پر جس کے چاروں طرف وادی سے پورے اونچی اونچی پہاڑیاں ہیں عمری نے نیا شہر تعمیر کیا جو سلطنت کا مستقل صدر مقام بن گیا۔“

سامریہ کے شہر کا دوسرا حصہ محاصرہ ہوا لیکن اس نے اطاعت قبول نہ کی۔ پہلا محاصرہ ۹۰۱ ق م میں اور دوسرا اس کے ۹ سال بعد لیکن آخر کار تین سال کے محاصرہ کے بعد ۷۲۲ ق م میں شاہ اسور سلمنسر نے اسے فتح کر لیا۔ یہی عہد ہے پیشتر ہیروڈیس اعظم نے سامریہ کی از سر نو تعمیر کی اور اس کا نام سیستہ رکھا جو لاطینی اوگستاکا یونانی مترادف ہے اور آگستس کا مونٹ ہے۔ چند ٹوٹے پھوٹے ستون، برآمدے اور ہیروڈیس کی عظیم الشان تعمیرات کی بچی بچی نشانیاں رہ گئی ہیں مگر اس شہر کا کوئی وجود نہیں ہے اور اُس کی جگہ ایک چھوٹا سا گاؤں ہے۔

۱۳۔ سامریہ اور اسکے گرد و نواح میں آثار قدیمہ کی دریافتیں

”پرو عمری کے پیرد تھے اُن پر جو جنیت کے بیٹے تبتی کے ہیرو تھے غالب آئے۔“

Calchin John B. Historical Geography of Bible

Lands Philadelphia. The Westminster Press.

P. 35. 1904.

سوتبنی مرگیا اور عمری بادشاہ ہوا۔ "اسلاطین۔ ۱۴: ۲۲۔ اس نے سامریہ کا پہاڑ سمر سے دو قنطار چاندی میں خریدا اور اس پہاڑ پر ایک شہر بنایا اور اس شہر کا نام جو اس نے بنایا تھا پہاڑ کے مالک سمر کے نام پر سامریہ رکھا۔ ۱۔ اسلاطین۔ ۱۴: ۲۲۔

جب ۱۹۰۸-۱۹۱۰ء میں جی۔ اے۔ ریسنر (G. A. REISNER) کی زیرِ ہدایت مارورڈ یونیورسٹی نے اس جگہ کی کھدائی کی تو اس کی تصدیق ہو گئی۔ مقامی پہاڑی پر ایک محل دریافت ہوا جسے عمری کا محل خیال کیا گیا۔ اس طرح سے بائبل کے اس بیان کی کہ عمری نے سامریہ کی بنیاد رکھی تصدیق ہو گئی۔

۱۲۔ "جو ہاتھی دانت کے پلنگ پر لیٹے اور چار پاٹیوں پر دراز ہوتے اور گلہ میں سے برتنوں کو طویلہ میں سے بچھڑوں کو لے کر کھاتے ہو۔ اور رباب کی آواز کے ساتھ گاتے اور اپنے لئے داؤد کی طرح موسیقی کے ساز ایجاد کرتے ہو۔ جو پیالوں میں سے فے پیتے اور اپنے بدن پر بہترین عطر طے ہو لیکن یوسف کی شکستہ حالی سے غمگین نہیں ہوتے۔" (عاموس - ۴: ۱-۶)۔ ان آیات میں ایسے لوگوں پر افسوس کیا گیا ہے۔ (عاموس نے سامریہ کی عیش و عشرت کی مذمت کی ہے۔ آئناہ قدیہ نے اس پر روشنی ڈالی ہے)۔

۱۹۳۱ء میں جے۔ ڈبلیو۔ کروفت (J. W. CROWFOOT) کی زیرِ ہدایت سامریہ کی کھدائی شروع ہوئی۔ شہر کے اس علاقے سے جہاں شاہی محلات اور امراء و وزراء کی رہائش گاہیں تھیں وہاں سے ہاتھی دانت کے کام کی بہت سی چیزیں ملی ہیں جس سے عاموس کے بیان کردہ "ہاتھی دانت کے پلنگ" پر روشنی پڑتی ہے۔ ہاتھی دانت کی زیادہ تر چیزیں جو منقش صورت میں اور آسودگی اور عیش و طرب کے لئے ہیں اور سامانِ زیبائش میں مرصع سازی کا کام کیا گیا ہے۔ عیش و طرب اور تسکین و راحت کے سامان میں کنول، سوسن، پیپائڈس، شیر، بیل، ہرن، پردوں والے انسان، ابوالبہول اور مصری دیوتاؤں کے بت مثلاً آئیسس اور ہورس دیتا۔

"سامریہ کے بہت سے افسرانِ محمول چنگی نے دارالسلطنت میں شاہی خزانے

میں محاصل کا اندراج کرتے وقت نے اور روغن کو محصول کی صورت میں وصول کیا ہے۔ ایک محصول وصول کر نیوالا افسر منبرا، بتاتا ہے کہ دسویں برس میں شاہی ہتھم نے بیرام کے شہر سے رگتا بن البشع، عَزَّا، علیبا، بعل بن البشع اور یبآؤ کی سے بطور خراج سامریہ بھجوائی۔ ایک اور محصول وصول کرنے والا (منبرا) لکھتا ہے کہ دسویں برس عَزَّا سے جتلیو کو عہدہ روغن کا مرتبان وصول ہوا۔ محصول لینے والوں کے بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ محصول کی ادائیگی نے اور روغن کی صورت میں کی جاتی تھی اور اسی ذریعہ سے عیش و عشرت اور آرام و استراحت کے متوالے نے نوشی کی محفلیں برپا کرتے تھے۔ اور عہدہ روغن اور عطر حاصل کرنے کا بھی یہی ذریعہ ہے۔ اسی لئے وہ اپنے آپ کو معطر کیا کرتے تھے۔“

سامریہ میں ہیرو دیس اعظم کی عمارت کے متعلق آثار قدیمہ کے کار ہائے نمایاں :
سامریہ کی کھدائی ۱۹۰۸-۱۹۱۰ء میں ہوئی۔ ہیرو دیس اعظم نے ہیکل کی جو تعمیر کی اس کی شہادت مل گئی۔ اگرچہ اس کے بعد کے رومی شہنشاہوں نے بھی اس کی از سر نو تعمیر میں حصہ لیا اور ہیرو دیس کے استعمال کردہ تعمیر سامان کی جگہ دوسرا سامان لگایا گیا۔ سامریہ میں ہیرو دیس کا مندر یونانی اور رومی طرز پر تعمیر کیا گیا۔ اُسکی بڑی بڑی سیڑھیاں تھیں اور ایک بڑا چبوترا اور دیو ہیکل ستون تھے۔ یہ سب چیزیں اس طرح بنائی گئی تھیں کہ دلوں پر ان کی عظمت کا سکھ بیٹھ جائے۔

ہیرو دیس کے زمانے کے سامریہ کی دیواروں کا حصہ آج بھی دیکھا جاسکتا ہے۔ اس پہاڑی کے قریب موجود زمانے کی سڑک پہ کھڑے ہو کر جب اوپر دیکھیں جہاں شہر آباد تھا تو دو گول برج نظر آتے ہیں جو ہیرو دیس کے زمانہ میں شہر کے پھاٹک کے دونوں طرف بنائے گئے تھے۔

Free Joseph Archaeology and Bible History.

Van Kampen Press, Wheaton Ill P. 194.

1950.

۱۔ یعقوب کا کنواں :

پس وہ سامریہ کے ایک شہر تک آیا جو شوخار کہلاتا ہے۔ وہ اس قطعہ کے نزدیک ہے جو یعقوب نے اپنے بیٹے یوسف کو دیا تھا اور یعقوب کا کنواں وہیں تھا۔ چنانچہ یسوع سفر سے تنہا ماندہ ہو کر اُس کنوئیں پر پونہ بیٹھ گیا۔ یوحنا۔ ۴: ۵، ۶۔

یہ تاریخی کنواں اُس میدان کے شمال مغرب کو ہے جو کوہ سامریہ، کوہ عیبال اور کوہ کریم کو جدا کرتا ہے اور یروشلم سے کوئی چالیس میل کے فاصلہ پر ہے۔ یہ کنواں یعقوب نے اس وقت کھدوایا تھا جب وہ سکیم میں تھا (پیدائش۔ ۳۳: ۱۹)۔ اور اُس پاس اس کے سوا کوئی دوسرا کنواں نہیں ہے۔ اس کنوئیں کی نشاندہی بڑی مستند ہے۔ اور وہ پتھر جو بتلی کو جوڑنے کیلئے استعمال ہوئے ہیں اُن کے معائنہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ قدیم زمانے کے ہیں۔ یہ اٹلاک یونانی آرٹھوڈاکس چرچ کی ہے۔ انہوں نے چوتھی صدی کے گرجے کے کھنڈرات پر اسے تعمیر کرایا۔ یہ کنواں ۱۲۵ فٹ گہرا ہے اور اس کا قطر سات فٹ ہے۔ اس کا پانی بہت اچھا ہے۔

وہ میدان جہاں یعقوب کا کنواں واقع ہے۔ ابراہم نے خداوند کیلئے قربانگاہ بنائی۔ خداوند اس پر ظاہر ہوا تھا اور اُسے کہا تھا۔ ”یہ ملک میں تیری نسل کو دینگا“ (پیدائش ۱۲: ۷-۸)۔ یعقوب بخیر و عافیت سکیم کے شہر میں آیا جو کنعان کے ملک میں ہے اور شہر کے سامنے اپنے خیمے لگائے۔ اور زمین کے جس قطعہ پر اُس نے اپنا خیمہ کھڑا کیا تھا اُسے اُس نے سکیم کے باپ حمور کے لڑکوں سے چاندی کے توتے دیکر خرید لیا۔ اور اس نے وہاں ایک مذبح بنایا اور اُس کا نام ایل الہ اسرائیل رکھا (اسرائیل کا خدام پیدائش ۳۳: ۱۸-۱۹)۔ اسی وادی میں یوسف اپنے بھائیوں کی تلاش میں آیا جو چراگاہ میں اپنے گٹے چراہے تھے۔ وہ درمیان میں اُن سے ملا۔ اور اس کے بھائیوں نے بیٹا روپے کے عوض اُسے اسماعیلیوں کے ہاتھ بیچ دیا (پیدائش ۳۷)۔ اسی وادی میں یعقوب نے وفات پائی اور اسی جگہ اسرائیلی یوسف کی ہڈیوں کو لے کر آئے جب وہ مصر سے چلے آئے تھے۔ (پیدائش۔ ۴۸: ۵۰ باب)۔

اسی کنوئیں پر ہمارے خداوند اور سامری عورت کے درمیان وہ عظیم المیہ کا گفتگو ہوئی۔ اور اسی مقام پر زندگی کے پانی اور خدا کی روح سے پرستش کرنے کے بارے میں سب سے اعلیٰ سچائی کے متعلق سنایا تھا۔ (خدا روح ہے اور ضرور ہے کہ اس کے پرستار روح اور سچائی سے پرستش کریں) اس طرح سے اُس نے یہ ظاہر کیا کہ وہ مسیح موعود ہے۔ (یوحنا ۴)

اس کنوئیں کی سند کے متعلق کبھی شک نہیں گزرا بلکہ تمام لوگ اسے یعقوب کا تاریخی کنواں سمجھتے ہیں جس کا ذکر بائبل مقدس میں آیا ہے۔ یہ وہی کنواں ہے جو قدیم روایات میں مذکور ہے۔ اس کا محل وقوع اور اُس کی گہرائی سب مستند ہیں۔ سب سے پہلے بازنطینی شہنشاہ کانستانتائن اعظم کی والدہ محترمہ مقدسہ ہلینا نے اس کنوئیں پر ایک گرجہ تعمیر کرایا شہنشاہ جیٹین (JUSTINIAN) نے اس گرجہ کی زیب و زینت کا اہتمام کیا۔ اور اہل فارس اور عرب اس کا احترام کرتے تھے۔ لیکن حروب صلیبیہ کے زمانے کے مسلمانوں نے ۱۰۰۹ء میں اسے پھر برباد کر دیا۔ یہ جگہ کھنڈرات کا ڈھیر بنی رہی اور ۱۱۵۴ء میں صلیبی مجاہدین نے اسے از سر نو تعمیر کیا لیکن جب انہیں ۱۱۸۷ء میں یہاں سے نکال دیا گیا تو اسے پھر تباہ کر دیا گیا۔

یہ مقدس زیارت گاہ ۱۵۵۵ء سے یونانی آرتھوڈاکس برور ہڈ آف دی ہولی سپلر (Green Orthodox of the Holy Sepulchre) کے زیر اہتمام ہے اور یہ دوشلیم کے یونانی آرتھوڈاکس قبیلہ کے سردار کے زیر قیادت چند سالوں سے اس کی تعمیر نو کا کام شروع ہوا ہے۔

۱۲۔ بیت صیدا

پس انہوں نے فلپس کے پاس جو بیت صیدا کی گلیل کا تھا اُس سے درخواست

کی کہ جناب ہم یسوع کو دیکھنا چاہتے ہیں۔ یوحنا۔ ۲۱:۱۲۔
 نئے عہد نامے کا بیت صیدا غالباً وہی بیت صیدا تھا جسے فلپس بادشاہ نے
 ازسرنو تعمیر کیا اور اس کا نام جولیس رکھا۔ یہ شہر دریائے یرون کے مشرق میں اس جگہ کے
 قریب تھا جہاں دریا گلیل کی جھیل میں گرتا ہے اور غالباً یہ وہی پہاڑ کی چٹان ہے جسے اب
 اتل (et-TELL) کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ جھیل کے دوسری طرف یہ جگہ کفر نخوم
 سے تقریباً اڑھائی میل کے فاصلہ پر ہے۔ اور بیت صیدا عام طور پر گلیل کا حصہ خیال کیا
 جاتا ہے۔ اس سے یوحنا۔ ۲۱:۱۲ کے بیان کی تصدیق ہوتی ہے جہاں اسے ”بیت
 صیدا ی گلیل“ کہا گیا ہے۔ طالمی نے بھی لکھا ہے کہ جولیس (JULIAS) گلیل کا شہر ہے
 اور اسی طرح سے کسی زمانے میں یہودیہ کو یرون کے پرے کہا جاتا تھا۔

۱۵۔ قیصریہ فلیتی

جب یسوع قیصریہ فلیتی کے علاقہ میں آیا تو اس نے اپنے شاگردوں سے یہ پوچھا
 کہ لوگ ابن آدم کو کیا کہتے ہیں؟ متی۔ ۱۶:۱۳، مرقس۔ ۸:۲۷۔
 قیصریہ فلیتی گلیل کی جھیل سے شمال میں کچھ فاصلے پر سطح مرتفع پر کوہ حرمون کے جنوبی
 دامن میں تھا۔ اس جگہ پانی کی ایک بڑی ندی پہاڑ کے غار سے نکلتی ہے اور دریائے یرون
 کا یہ سب سے بڑا معاون ہے۔ اگرچہ آجکل یہ غار پتھروں کے گرنے سے اٹ گئی ہے
 لیکن یوسیفوس نے بڑے دلکش انداز میں اس کا بیان کیا تھا۔
 ”اس مقام پر ایک پہاڑ اونچا اٹھتا ہے۔ پہاڑ کے دامن میں ایک غار سرسبز
 وادی میں چلی جاتی ہے۔ اس کے اندر ایک بہت گہری جھاٹیاں لیتی ہوئی کھود ہے جس
 میں بہت زیادہ پانی کھڑا رہتا ہے۔ اس کی تہ کی گہرائی کو ابھی تک نہیں معلوم کیا جاسکا۔“

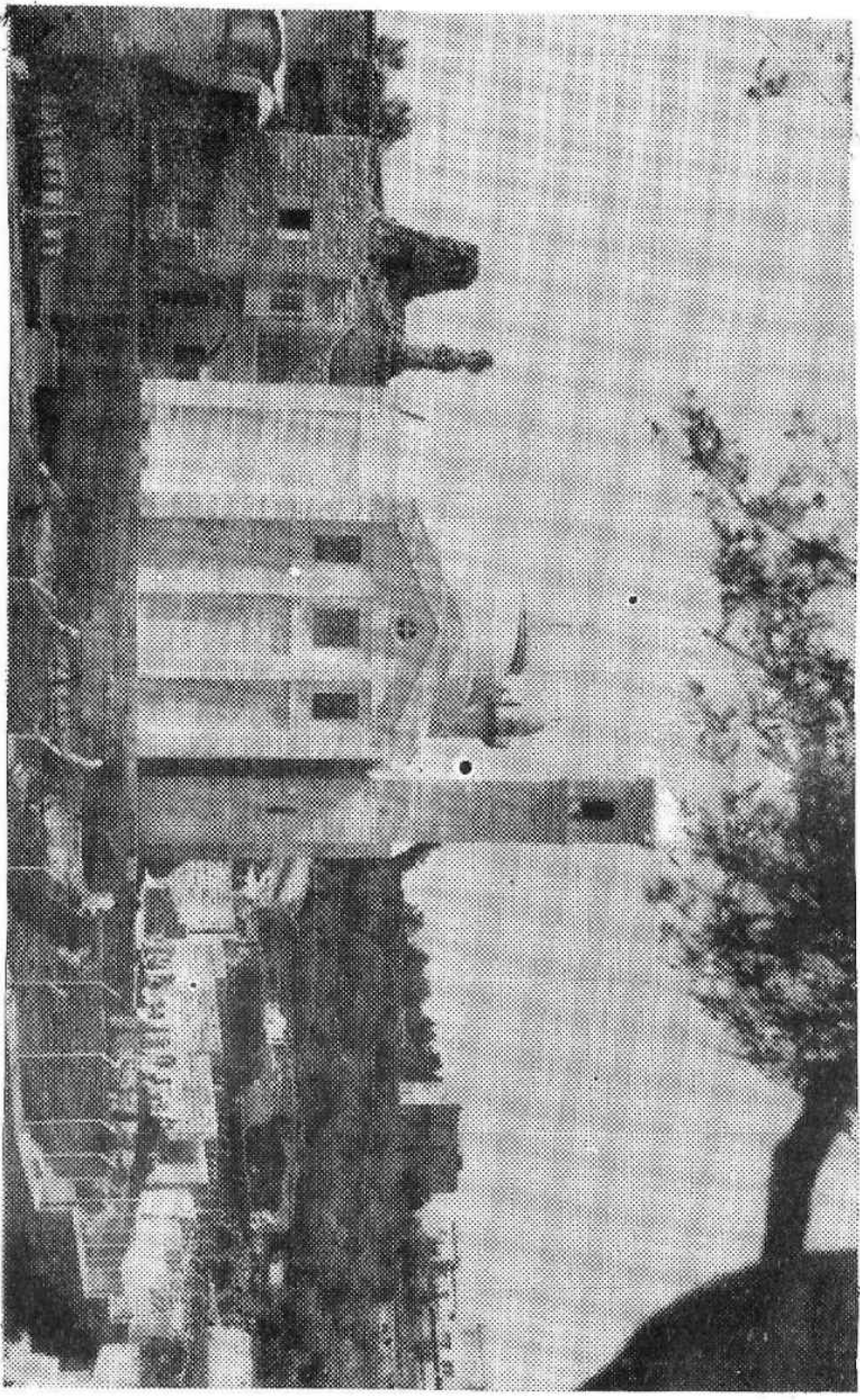
یہ غار یونانی دیوتا پان کے نام کی وجہ سے مقدس سمجھی جاتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اسے
پہ نیا س (موجودہ بے نیاس) کا نام دیا گیا۔ ہیرودیس اعظم نے سفید پتھر کا ایک خوبصورت
مندر بنوایا اور اسے قبیر اگستس کے نام سے مخصوص کیا۔ اور فلپس نے اس جگہ ایک
شہر آباد کیا۔

۱۶۔ بیت عنیاہ

اور وہ یروشلم میں داخل ہو کر سیکل میں آیا اور چاروں طرف سب چیزیں ملاحظہ
کر کے ان بارہ کے ساتھ بیت عنیاہ کو گیا کیونکہ شام ہو گئی تھی۔ مرقس۔ ۱۱: ۱۱۔
آرمی زبان میں بیت عنیاہ کے معنی ہیں ”غربت کا گھر“۔ یہ ایک چھوٹی سی مضافاتی
بستی تھی جس کے مکان کی چھتیں نیچی اور پتھر کی سلوں کی تھیں۔ یہ گاؤں کوہ زیتون کے پہلو
میں یروشلم سے دو میل کے فاصلہ پر تھا۔ مقدس یوحنا رسول اسے مریم اور اس کی
بہن مرتھا کا گاؤں کہتا ہے۔ یوحنا۔ ۱۱: ۱۱۔ خداوند یسوع آرام کرنے کیلئے اپنے دوست
لعزر اور اس کی بہنوں مریم اور مرتھا کے ہاں آیا کرتا تھا۔ کھجوروں کے اتوار کے بعد وہ
اپنے شاگردوں کے ساتھ یہاں آیا۔ ممکن ہے کہ لعزر کو مردوں میں سے چلانے کی وجہ
سے اس کی گرفتاری عاجلانہ طور پر عمل میں آئی ہو۔ شمعون کوڑھی نے بیت عنیاہ
میں اس کی ضیافت کی، اور اسی جگہ اس کے سر پر تیل ڈالا گیا۔ اسی وجہ سے فریسیوں
اور فقیہوں کے دلوں میں صدا اور کینہ کے جذبات بھڑک اٹھے۔ خداوند یسوع کے زمانے
میں بیت عنیاہ سے یروشلم کو ایک پگڈنڈی کوہ زیتون کے اوپر سے جاتی تھی۔ اسی
راستے پر کھجور کے اتوار کا شاندار جلوس یروشلم کی طرف روانہ ہوا۔ آجکل بیت عنیاہ
اس شاہراہ پر ہے جو تیمیحو سے یروشلم کو جاتی ہے۔ اور اس شاہراہ پر موٹر گاڑیں
رواں دواں ہیں۔ آجکل کا بیت عنیاہ خستہ حال گاؤں ہے جسے زلزلوں نے تباہ کیا
ہے اور غربت اور افلاس اس کی روزمرہ کی زندگی کو گھن کی طرح کھائے جا رہے ہیں۔
ایک غار میں بنی ہوئی قبر جس کے اوپر ایک پتھر بھی ہے اسی طرح کی قبر ہے جس میں سے

حضرت کی قبر ————— بیت عنیا





بیتِ عنیاہ ————— مریم ماں تھا کے گھر کے اُوپر گرہِ سبہ گھر

خداوند یسوع نے لعزہ کو مردوں میں سے چلا یا تھا۔ (یوحنا۔ ۱۱: ۳۸)

بیت عنیاہ کا وہ نیا گرجہ جسے سینٹ لعزہ کے نام سے پکارتے ہیں وہ نہ صرف لعزہ کو مردوں میں سے چلائے جانے کی یادگار ہے بلکہ یہ اُن حقائق کی یاد میں بھی ہے جسے انا جیل لعزہ اور اُس کے خاندان کے بارے میں بتاتی ہیں جنہیں خداوند کی دوستی نے یہ اعزاز بخشا۔

۱۴۔ یروشلم

یہ ایک قدیم زمانے کا شہر ہے اور اس وسیع و عریض میدان میں ہے جہاں دریائے یرون کی وادی کوہ مواب اور مغربی شاخوں کے درمیان چوڑی ہو جاتی ہے۔ اور یہ شہر اسی جگہ آباد تھا جہاں سے اسرائیلیوں نے یثوع کی قیادت میں یرون کو عبور کیا تھا۔ (یثوع۔ ۱۴: ۳)۔

یہ شہر سطح سمندر سے ۸۲۵ فٹ نیچے ہے، اور اس کی آب و ہوا گرم ہے۔ موسم گرما میں اس کا درجہ حرارت ۱۲۰- ف تک پہنچ جاتا ہے اور بارش چار انچ سالانہ ہے۔ دنیا کا یہ سب سے زیادہ پرانا شہر ہے۔ نمک اور نפט کی تجارت میں اُس کا کوئی ثانی نہیں تھا۔ بحیرہ مردار کے علاقے کی یہ قدرتی پیداوار ہیں۔ یہ شہر فلسطین کے پہاڑی ملک کو جانیوالی شاہراہ پر تھا۔ غالباً یثوع کی فوجوں نے چودھویں صدی ق م میں اسے تباہ کر دیا اور نئے عہد نامہ کے زمانے سے پہلے اس کی شہرت بالکل ختم ہو گئی تھی۔

۱۔ عہد عتیق کا یہ جگہ :

کم از کم بازنطینی زمانے سے اس جگہ آبیولے زائرین اور سیاحوں کو تل السلطان کا ٹیلہ دکھایا جاتا ہے کہ اس جگہ پرانے عہد نامے کا یہ سچا آباد تھا۔ اس مقام پر اس شہر کے کھنڈرات تھے جس کی دیواریں واضح طور پر یثوع کی زیرِ کمان اسرائیلی حملہ

آوروں کی لگاؤ سے زمین پر اس ہو گئی تھیں۔ اسی جگہ راقب رہتی تھی جس نے عسبرانی جاسوسوں کی امداد اور دوستی کا دم بھرا اور صرف اسی کا گھر عام تباہی سے محفوظ رہا۔
 (یشوع - ۲ : ۴ : ۲۲ - ۲۵)۔ اسی مقام پر اخی آب کے عہد میں جی آیل نے شہر کہ
 از سیر نو تعمیر کرنے کی لعنت کا خطرہ مول لیا اور اس کا پہلو ٹھاٹھا اور صوبہ سے چھوٹا بیٹا
 مر گئے (اسلاطین - ۱۴ : ۱۳۴)۔ اس مقام کا روایتی محل وقوع بہت اعلیٰ تھا۔ وہ
 شاندار ٹیلہ جو میدان سے ابھرتا ہے وہ اس روایتی چٹنے کی بگڑانی اور محافظت کرتا ہے
 جسے آج کل عین السلطان کہتے ہیں اور جس کا پانی زمین سے اوپر نوار سے کی صورت میں
 نکلتا ہے۔ یہی پانی اس علاقے کی خوشحال زندگی کا ضامن تھا ورنہ یہ جگہ سٹسان
 اور آجھاڑ ہوتی۔

آج بھی چشمہ سینکڑوں ایکڑ گھنے کیلوں، کھجوروں، سنگتروں اور دوسرے
 ترش پھلوں اور انگور کے باغوں کیلئے آبپاشی کیلئے پانی مہیا کرتا ہے۔ اناج اگانے
 کیلئے، پینے، نہانے دھونے اور کھانا پکانے کیلئے ہزاروں سرودھن اور نیچے جو
 موجودہ دور کے بیدجو میں لہتے ہیں اسی چٹنے کا پانی استعمال کرتے ہیں۔ اس دس
 پڑوس کے کیمپوں میں رہنے والے مہاجرین بھی یہی پانی اپنے کام میں لاتے ہیں۔ یہی وہ
 چشمہ ہے جس کا پانی معجزانہ طور پر الیشع نے میٹھا بنایا تھا۔ (اسلاطین - ۲ : ۱۹ - ۲۲) پہاڑوں
 سے اونچا اٹھتا ہوا ٹیلے کے اوپر چٹنے کے ساتھ وہ پہاڑ ہے جو روایت کے مطابق آزمائش
 کا وہ حقیقی پہاڑ ہے جہاں سے یسوع کو دنیا کی تمام سلطنتیں دکھائی گئیں۔ (متی - ۸ : ۱۱)

ب۔ عہد جدید کا بیدجو :

نئے عہد نامہ کے ایام میں بیدجو اس پہاڑ کے جنوب میں دور تک پھیل چکا تھا جس
 پر پرانے عہد نامہ کا شہر آباد تھا۔ بیدجو کا علاقہ جو کھجوروں اور بلسان کی وجہ سے مشہور تھا
 انتونی نے کلہ پیڑا کی نذر کیا لیکن اگستس نے اسے ہیرودیس اعظم کو دے دیا۔ ہیرودیس
 نے یہاں ایک محل کپرس، ایک تھیٹر، ایک امفی تھیٹر اور ایک بہت بڑا سرکس تعمیر
 کرائے۔ اس بڑے سرکس میں اس نے اپنی موت کے لمحے بہت سے سرکردہ یہودیوں

کو قتل کروانے کا منصوبہ بنایا تاکہ اُس کے ماتم کرنے والوں کی کمی نہ ہو۔ یہ یجہ کا یہ محل جس میں ہیرو دیس نے وفات پائی اس کے بعد شمعوں نے اسے نذر آتش کر دیا۔ یہ شمعوں بادشاہوں کا غلام تھا۔ اس کے بعد ارغلاؤس نے ایک بڑا شاندار محل تعمیر کیا۔

اسی جگہ ہیرو دیس نے اپنے نوجوان معصوم بہنوئی ارسلو بیوس سردار کاہن کو قتل کیا تھا۔ اب اس سرسبز شاداب اور پید و نخل شہر کا جو کچھ باقی بچ رہا وہ عربوں کی قومی یادگار بن گیا ہے۔ اس وادی کی سیر و سیاحت کے لئے آنے والوں کو رہنما اور گاڑیوں کے ڈرائیور ضرور سیر کراتے ہیں۔ خداوند سیوع اپنی زمینی خدمت کے دوران اور قدیم زمانے کے بنی اسرائیل اس مقام سے گزرے۔ یہ مقام ان پرانی یادوں کو اپنے سینے میں چھپائے ہوئے ہے۔

ج۔ عہد جدید کے یجہ کی کھدائی:

۱۹۰۶-۱۹۰۹ء میں یجہ کے محل وقوع کی تاریخ معلوم کرنے کی مکمل کوشش کی گئی اور یہ کسہرا جرمنی کے دو اشخاص کے سرسے ہیں کے نام سیلین (S. Selin) اور واٹزنگر (Watzinger) تھے۔ ان کی تحقیقات کے نتائج ۱۹۱۳ء میں شائع ہو کر منظر عام پر آئے اور اس ٹیلے کے بارے میں بہت زیادہ دلچسپی پیدا ہوئی۔ ان ہی دو جرمنوں نے سب سے پہلے قرون وسطیٰ کے دھات کے زمانے کے پتھر کے پشتوں کو دریافت کیا۔ (اب یہ ۱۴۰۰ ق. م کے قریب کے ہیں) یہ دھات کے ابتدائی زمانے کی دیواروں کا سلسلہ اور نام نہاد ہیلانی (Hilani) طرز تعمیر چٹے کے اوپر ہے اور اس کی تاریخ کا تعین اور اسکی نشاندہی ایک مسئلہ بنا ہوا ہے۔ ان جرمنوں نے اس وقت اپنی تحقیق شروع کی جب فلسطین کی تاریخ کو معلوم کرنے کیلئے ظروف سے امداد لی جانے کا فن اپنے ابتدائی مراحل میں تھا۔ ظروف سے کسی زمانے کی تاریخ کا تعین کرنا بڑا ہی اہم ذریعہ ہے کیونکہ ہمارے پاس کوئی تحریری ماخذ نہیں ہوتے۔ یہ کوئی جبرانی بات نہیں ہے کہ نئی شہادتوں کی روشنی میں ان کی تعین کردہ بہت سی تاریخوں کی نظر ثانی کی گئی۔ لیکن ان کے کام کے نتائج سے ہمارے

سامنے اہم مواد موجود ہے جس سے اس مقام کو سمجھا جاسکتا ہے۔

۵۔ سقوطِ یریح کی تاریخ :

۱۹۳۰ - ۱۹۳۶ء میں یریح کی کھدائی سے گارٹینگ (GARSTANG) نے یہ معلوم کیا کہ یہ شہر ۱۲۰۰ ق.م میں گرا تھا۔ یہ بات اس حقیقت سے بھی ظاہر ہوتی ہے کہ (MYKENEAN) چیزیں اس جگہ نہیں ملتی ہیں۔ یہ تاریخ بائبل کے بیان کے مطابق ہے جس میں خروج کی تاریخ کا ذکر آیا ہے جو گارٹینگ (GARSTANG) کی یریح میں استعمال ہونے والے سالے اور بائبل کی تاریخ کے مطابق ۱۴۲۶ ق.م ہو سکتی ہے۔

”اُس نے اور دوسرے فضلاء نے خیال کیا کہ چونکہ ہمارے علم میں ظروف سازی کے تاریخی ادوار کے بارے میں ۱۹۱۲ء سے اضافہ ہونے کی وجہ سے تاریخ کا زیادہ صحیح تعین ممکن ہے۔ لہذا وہ نتائج جو بسٹن سال بٹوے سلیمن (SELLIN) اور واٹزنگر (WATZINGER) نے مرتب کئے تھے اُن کی آزمائش ضروری ہے۔ اس کام سکیلے سرچارلس مارشٹن (Sir Charles Marston) نے فنڈ فراہم کئے۔ گارٹینگ نے زمین کی بہت سی تہیں دیکھیں جو مختلف ادوار کی آبادی کو ظاہر کرتی تھیں۔ سب سے پہلی تہہ ۱۹۳۵ - ۱۹۳۶ء میں دریافت ہوئی۔ یہ تہہ اُس زمانے کی ہے جب ابھی ظروف سازی کا فن شروع نہیں ہوا تھا اور خیال کیا جاتا ہے کہ فلسطین کی یہ سب سے پہلی آبادی تھی۔ اونچی سطح پر واقع جگہیں ظاہر کرتی ہیں کہ ظروف کچی مٹی کے تھے اور انہیں پکایا نہیں جاتا تھا۔ اور ایک تہہ سے دوسری تہہ تک اُس کے بعد کے زمانے کی مثالیں ملتی ہیں جب یریح تباہ ہوا تھا۔ چتھاق کی چیزیں، ظروف، عبتے اور اس طرح کی دوسری چھوٹی چھوٹی چیزیں فلسطین کے اُس زمانے کے متعلق ملی ہیں جس کا سان گمان بھی نہیں کیا جاتا تھا ہماری آنکھوں کے سامنے ایک نیا منظر پیش کرتی ہیں۔ ایک تہہ کے مکانات گول شکل کے جبکہ اوپر والی اور پختی تہہ میں وہ مربع شکل کے تھے۔ وہ یریح جو ۱۸۰۰ ق.م میں تعمیر ہوا۔ ایک

خوفناک آگ سے جل کر راکھ کا ڈھیر بن گیا۔“ لے

بعض فضلاء کا خیال ہے کہ یریحو سے جو شہادتیں ملی ہیں ان کے مطابق یہ شہر ۱۲۰۰ ق.م کے بعد زوال پذیر ہوا۔ ولینٹ (VINCENT) نے یریحو کے گرنے کی تاریخ ۱۲۵۰ اور ۱۲۰۰ ق.م مقرر کی ہے لیکن جی. ای. رائٹ (G.E. Wright) نے بتایا ہے کہ ۱۳۰۰-۱۲۰۰ ق.م کے زمانے کے وہ خاص قسم کے نقش و نگار والے ظروف جن پر جانوروں، پرندوں اور درختوں کی تصویریں بنائی گئی ہیں وہ اُس دور کے ظروف بالکل نہیں ہیں لہذا یریحو کے زمین بوس ہونے کی تاریخ ۱۳۰۰ ق.م سے پہلے کی ہونی چاہیے۔ جب رائٹ (Wright) نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ یریحو بالضرور ۱۳۰۰ ق.م میں فتح ہوا ہوگا۔ اُسے اس کے سوا کوئی چارہ نظر نہ آیا کہ وہ اس کے سقوط کی تاریخ کا ۱۲۷۵ اور ۱۳۰۰ ق.م سے زیادہ قریب کے زمانے میں تعین کرے۔ ایک اور محقق نے سقوط یریحو کی تاریخ ۱۳۷۵ اور ۱۳۰۰ ق.م کے مابین مقرر کرنا زیادہ قرین قیاس سمجھا ہے۔

ہیم گارٹینگ (Garstang) نے ۱۹۲۸ء میں اپنی کتاب یریحو کی کہانی کا نظر ثانی شدہ ایڈیشن شائع کیا ہے۔ اس کتاب میں اُس نے اشارہ کیا ہے کہ اُسے معلوم ہے کہ بہت سی آراء پیش کی گئی ہیں جو اُس کی اُس رائے سے متضاد ہیں، جس میں اُس نے سقوط یریحو کی تاریخ ۱۲۰۰ ق.م کے قریب مقرر کی ہے۔ گارٹینگ کا خیال ہے کہ اُن میں سے کسی رائے کی اساس اُس کے یریحو کی کھدائی کے نتائج کے علم پر نہیں ہے۔ اور بہت سی آراء میں منطقی دلائل کا فقدان ہے اور یا وہ آراء خروج کے بارے میں کسی مخصوص تصور کو پیش نظر رکھ کر قائم کی گئی ہیں۔

۱۹۵۲ء - ۱۹۵۶ء تک یریحو میں آثارِ قدیمہ کا کام بڑی سنجیدگی سے جاری رہا۔ اس دفعہ مس کیتھلین کنیان (Miss Kathleen Kenyon) نے برٹش سکولز

آف آرکیالوجی اور بہت سے دوسرے تعاون کرنے والے اداروں پچھلے یہ کام کرنے کا بیڑا اٹھایا۔ مس کنیان نے بتایا ہے کہ یریحو کے مقام پر ۱۵۰۰ اور ۱۲۰۰ ق۔ م کے زمانے کی کوئی نشانی موجود نہیں ہے۔ وہ دیواریں جن کے متعلق گارٹینگ کا خیال ہے کہ وہ ۱۲۰۰ ق۔ م میں زلزلے اور آتش زدگی سے تباہ ہو گئی تھیں وہ اس سے زیادہ پہلے کے زمانے کی ہیں۔

یریحو کے متعلق اپنی بحث کو ختم کرتے ہوئے یہ کہنا ضروری ہے کہ یریحو آخری شہر تھا جہاں یروشلیم میں صلیب دیئے جانے سے پیشتر خداوند یسوع گیا تھا۔ اسی جگہ اُس کی زندگانی سے ملاقات ہوئی۔ (لوقا۔ ۱۹: ۱۰-۱۱) اور شہر کے خوبصورت مکان میں زندگانی نے یسوع کی خاطر مدارت کی۔ آج بھی گولر کے درخت یریحو میں اُگتے ہیں اور ابتدائی زمانوں میں گولر کے درختوں کی موجودگی کا ثبوت ملتا ہے۔ مکابیوں کے زمانے کے ایک قلعے کی کھدائی ہوئی تو اس میں سے اس درخت کی لکڑی نکلی۔ اناجیل میں خداوند مسیح اور بھیک مانگنے والوں کی کہانی درج ہے۔ بھیک مانگنے والے قدرتا بڑے بڑے دولت مند شہروں میں اپنا کاروبار کیا کرتے تھے اور ان میں سے ایک یریحو بھی تھا۔ اس شہر سے خداوند مسیح پہاڑ سے ہوتا ہوا (Walden) کے جنوبی کنارے پر آیا۔ اس کے بعد وہ اسی بیابان میں پہنچا جہاں اپنی زمینی خدمت کے شروع میں ابلیس نے اُسے آزمایا تھا۔

دوسرا حصہ

خاندان ہیرودیس

اس سے پیشتر کہ اُن اشخاص کے ذاتی خصائل اور تاریخ کے متعلق غور کیا جائے یہ بات بڑی اہم معلوم ہوتی ہے کہ لفظ ”ہیرودیس“ کے بارے میں تمام انجمنوں کو دور کر دیا جائے۔

ہیرودیس کوئی ذاتی نام نہیں تھا بلکہ قبیلے یا خاندان کا نام تھا۔ وہ پشت میں کا ہیرودیس کے گھرانے سے تعلق تھا وہ اسی نام سے موسوم تھی اور کتاب مقدس میں یہی نام دیا گیا ہے۔ چونکہ اس سادہ سی حقیقت کو فراموش کر دیا گیا ہے لہذا بہت بڑی الجھن پیدا ہو گئی ہے لہذا کئی لوگ وقتا کے اس بیان کو غلطی سے مبرا نہیں سمجھتے جب وہ ہیرودیس انتیپاس کو ”ہیرودیس“ کہتا ہے کیونکہ یو سیفنس اُسے صرف انتیپاس ہی کہتا ہے لیکن یہ نکتہ اٹھانا غلطی ہے کیونکہ وقتا اُسے صرف ”ہیرودیس“ اور ”چوتھائی ملک کا حاکم ہیرودیس“ کہتا ہے۔ اور اُسی باب میں وہ اُسے گلیل کا چوتھائی ملک کا حاکم“ کہتا ہے (لوقا - ۱۳: ۱۹)۔ اور یو سیفنس بار بار اُسے ”چوتھائی ملک کا حاکم ہیرودیس“ اور ”گیلیل کا چوتھائی ملک کا حاکم ہیرودیس“ اور ہیرودیس جو انتیپاس کہلاتا تھا، کہتا ہے۔

لہذا ہیرودیس کے متعلق کہ وہ کون تھا، اس کا سرکاری لقب کیا تھا اور سیاسی جغرافیہ کے متعلق وضاحت جیسی بر حقیقت اور مکمل ہے اور لوقا کا بیان عین تاریخی ہے۔ چوتھی پشت تک ہیرودیس اعظم کے تمام جانشین جن کا فلسطین کی حکومت سے تعلق رہا ہے اور نئے عہد نامہ میں اُن کا ذکر ہوا ہے۔ انہیں تاریخ میں ہیرودیس، ہیرودیس ارخلاؤس، ہیرودیس انتیپاس، ہیرودیس فلپس دوم، ہیرودیس اگرے پادل اور ہیرودیس اگرے پادوم

کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ اس خاندان کا بانی ہیرودیس اعظم انتیپاٹر کا بیٹا تھا۔ انتیپاٹر کی رگوں میں ادومی خون تھا اور وہ اسی نسل سے تعلق رکھتا تھا۔ اور اودم عیسو کے خاندان سے تھا۔ جان ہائیکینس (John Hayek) نے ۱۳۰ ق۔م میں جب فلسطین کو فتح کیا تو وہ انتیپاٹر اور دوسرے ادومیوں کے ساتھ یہاں لے آیا۔ اور انہوں نے یہودیوں کی سختی کی رسم کو قبول کر لیا اور مشرق پر یہودی مذہب ہوئے۔ تاہم یہودی لوگ ادومیوں کو شک و شبہ کی نظروں سے دیکھتے تھے اور ان کے دل تعصب سے بھرے ہوئے تھے اور وہ انہیں ”نیم یہودی“ کہا کرتے تھے۔

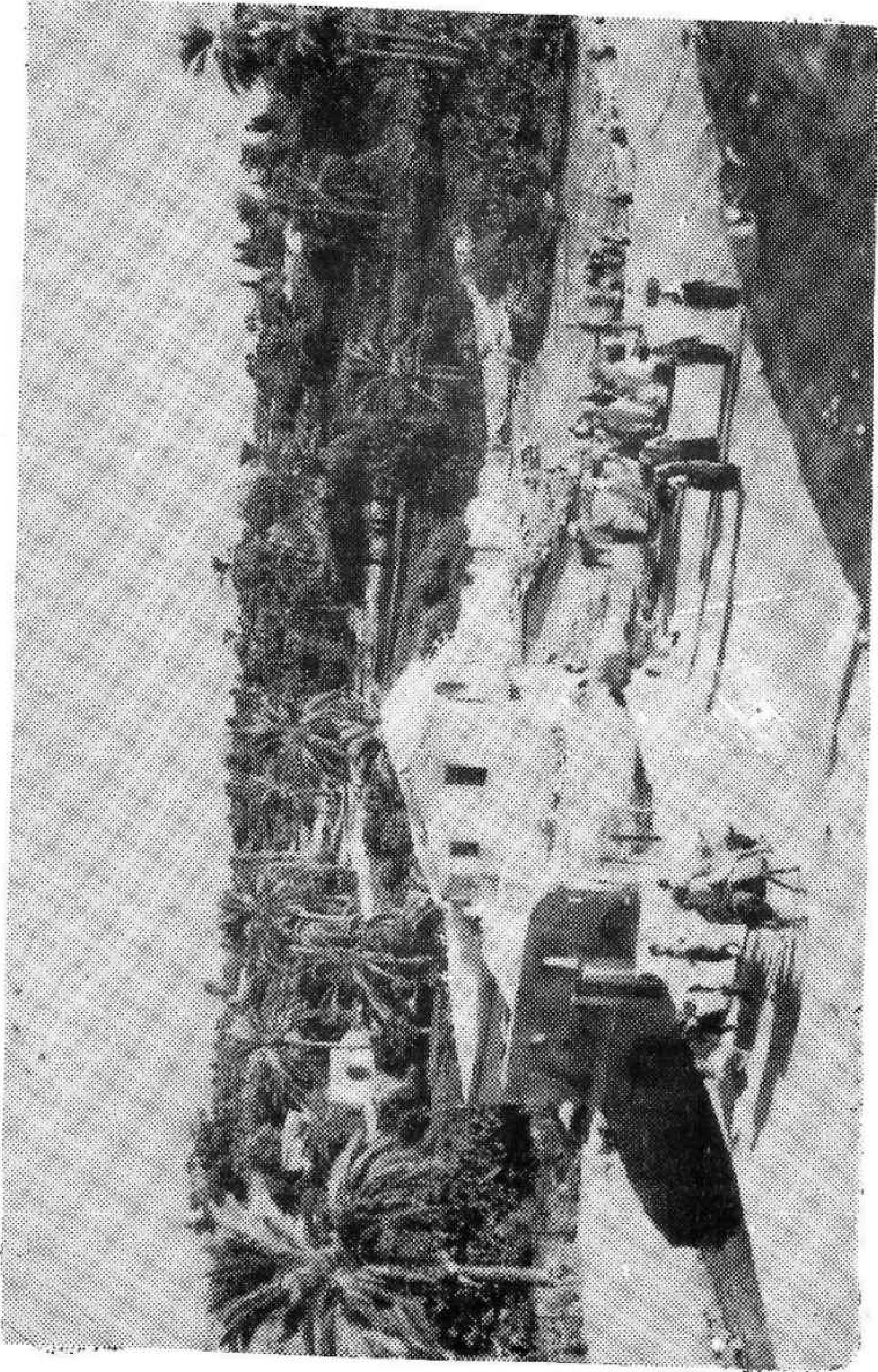
ہیرودیس اعظم

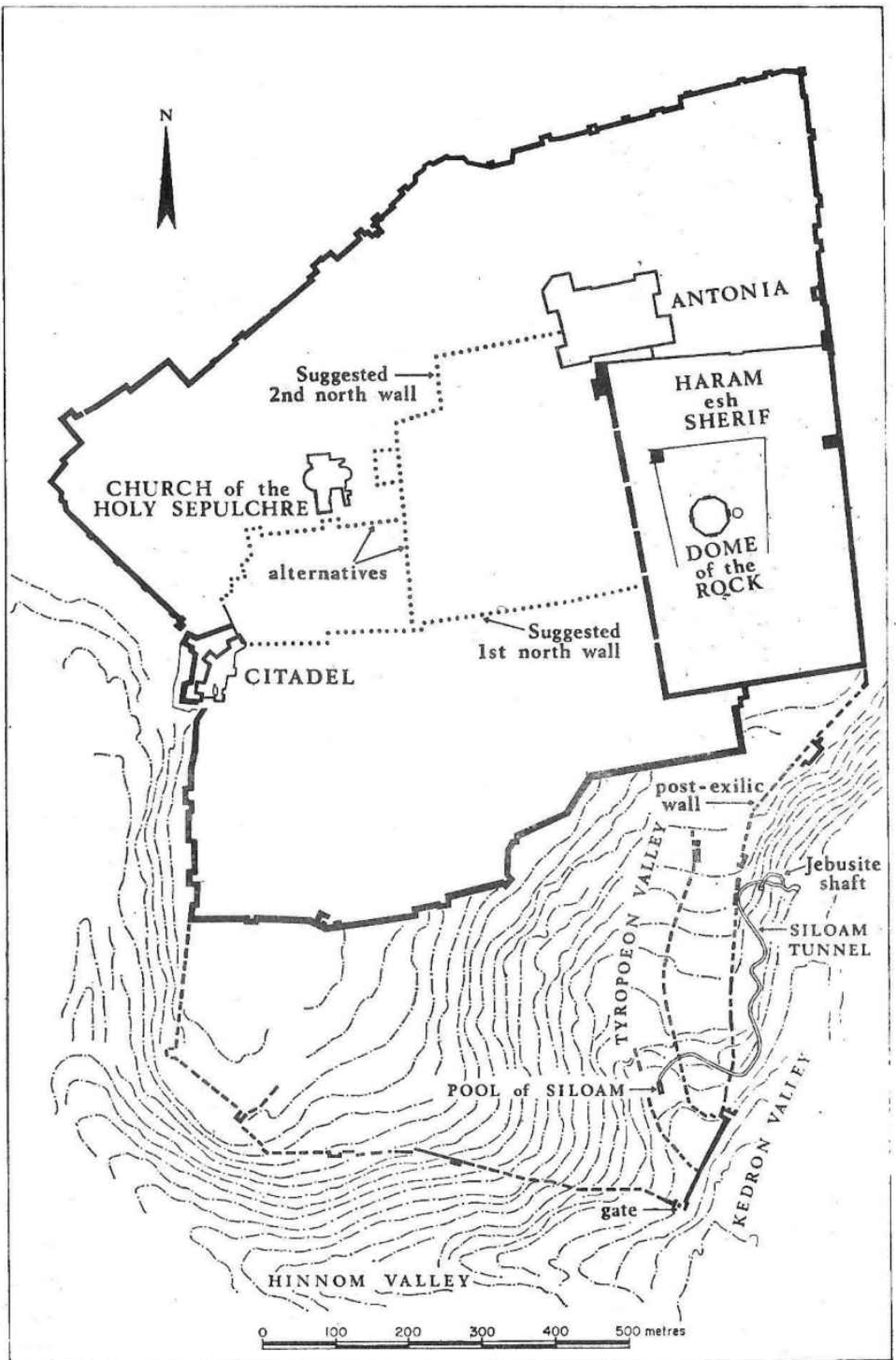
جولیس سیزر جب رومی سلطنت کا شہنشاہ تھا تو اُس نے یہودیہ میں نئی طرز حکومت کا آغاز کیا لیکن ۱۵ مارچ ۴۴ ق۔م کو اُسے قتل کر دیا گیا اور یہودیہ کی اس چھوٹی سی سلطنت کے برے دن آگئے۔ ہیرودیس اعظم کے والد انتیپاٹر کو ایک حریف نے نہر دے دیا۔ اور وہ ۴۳ ق۔م میں مر گیا۔ اُس کے چار بیٹے تھے۔ فیساہیل (Phasael)، ہیرودیس (جو بعد میں ہیرودیس اعظم کہلایا)، یوسف، فیروڈاس (Pheroras) اور ایک بیٹی میریمنی تھی۔ دوسرا بیٹا ہیرودیس اعظم بائبل مقدس کی تاریخ میں اس وجہ سے مشہور ہے کہ ہمارے خداوند مسیح کی پیدائش کے وقت وہ یہودیہ کا حاکم تھا۔ (متی - ۱:۲)

ہیرودیس اعظم ابھی جوان ہی تھا کہ اُس کی سیاسی زندگی کا آغاز ہوا۔ اُس کے باپ انتیپاٹر نے شمالی فلسطین میں اُسے گلیل کے علاقے کا گورنر مقرر کر دیا۔ یوسف نے لکھا ہے کہ ہیرودیس اعظم کو پندرہ برس کی عمر میں رومی شہنشاہ کے زیر نگیں گلیل کا حاکم مقرر کیا گیا۔ لیکن غالباً اُس وقت اُس کی عمر پچیس برس کی ہوگی۔ ہیرودیس نے رومی صاحبان اختیار کیلئے جزیہ کی وصولی میں کامیابی حاصل کی۔

”مارک انٹونی نے ہیرودیس کو چوتھائی ملک کا حاکم بنا دیا اور اس کے بعد اُس نے سینٹ کو قائل کر لیا کہ ہیرودیس کو بادشاہ بنا دیا جائے۔ عظیم رومی مؤرخ ٹیسیٹس نے

جدید پیریگو ————— سامنے الشیع کا چشمہ ہے





نقشه بیت المقدس

اس امر کی تصدیق کی ہے کہ مارک آنتونی نے اُسے تخت نشین کیا اور قیصر ادگستس نے اُس کے استحقاقات و مراعات میں توسیع کی۔ لیکن جب تک ہیروڈیس نے ۳۷ ق.م میں یروشلم کو فتح نہ کر لیا فلسطین پر وہ اپنے شاہی حقوق کا دعویٰ کرنے میں کامیاب نہ ہوا۔ تاہم قیصر نے اس کی تاج پوشی کی تقریب پر شاہانہ پیش کش کا اہتمام کیا اور یہ دم بڑے بزرگ و اہتمام سے ادا ہوئی۔

۳۴ ق.م میں یہودیہ کا چوتھا ملک کا حاکم بننے کے بعد ۲۰ ق.م میں ارستو بولس (ARISTOBULUS) کے بیٹے انٹیگونس (ANTIGONUS) نے سر اٹھایا اور یہودیہ کو روکیڈالا اور ہیروڈیس کو بڑی عجلت سے فلسطین کو خالی کرنا پڑا۔

لیکن میرل سی ٹینی (MERRIL C TENNEY) نے ہیروڈیس کے متعلق جو کچھ لکھا ہے وہ انگریز (UNGER) کے بیان کے بالکل خلاف ہے۔ ٹینی (TENNEY) رقمطراز ہے:

”ہیروڈیس جیسی اور شدہ زور تھا۔ عظمتوں کی رفعتوں کو چھونے کی اُس کے دل میں ساحری اور دلبری تھی اور سیاست کے واڈ پیچ سے بخوبی آگاہ تھا۔ وہ پڑا اسرار ڈپلومیٹ اور عاشق زار اور سنگدل دشمن تھا۔ وہ انتہا درجے کا وفادار اور دیوانگی کی حد تک حاسد بھی تھا۔“

ایک اور مصنف نے ہیروڈیس کے کردار کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے: ”ہیروڈیس بارعب شخصیت کا مالک تھا۔ اس کی جہانی قوت و توانائی بے مثال تھی۔ اسکی ذہنی صلاحیتیں غیر معمولی اور اس کے ارادے مصمم اور اٹل ہوا کرتے تھے۔ ہیروڈیس عظیم کے کردار کے متعلق علماء مختلف رائے ہیں۔ درحقیقت ہمیں خود ہی اس کا فیصلہ کرنا ہے کہ ہیروڈیس جیسے انسان کے کردار کے متعلق رائے قائم کرنے بجائے کیا لائحہ عمل اختیار کرنا چاہیے۔“

ہیرو دیس انٹرنیٹ کے سرطان اور استغناء نے ذاتی و بہت زیادہ پھول جاتا، کے مرض میں مبتلا ہوا اور یکم اپریل ۲۰۲۰ ق م کو عدم آباد مدھارا، آخر میں یہ سمجھا آسان ہے کہ بیت لحم میں بچوں کے قتل عام کے متعلق تاریخ کیوں خاموش ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بیت لحم جیسے ایک چھوٹے سے غیر معروف گاؤں میں ایک درجن یا اس سے زیادہ معصوم بچوں کا قتل ہیرو دیس کے اس سے کہیں زیادہ وحشیانہ جرائم کے مقابلہ میں کسی تبصرے کا محتاج نہ تھا۔

ہیرو دیس ایک مٹا کر کی حیثیت سے :

ہیرو دیس شاہی شہزادوں اور خود نکالش کا دلدادہ تھا۔ وہ شاندار عمارتوں اور یادگاروں کی تعمیر میں مہارت رکھتا تھا۔ یہ وہ شہزادہ تھا جس کی ام البطلان تھی۔ تھی اس لئے ہیرو دیس کی شان انہ گیم گسٹری اور خود و شہزادوں کی صورت میں ظاہر ہوئے۔ یہودیوں کے ساتھ مصالحت کی غرض سے جو اس کے مظالم کی وجہ سے ناراض تھے اس نے بات چیت کے ذریعہ انہیں رضامند کر لیا کہ وہ ان کی قدیم بیگلی کو از سر نو تعمیر کرے۔ یہ بیگلی سلیمان بادشاہ نے تعمیر کی تھی لیکن دور میں لوگ تباہ کرتے ہیں کہ ایسا کرنے میں اس نے اپنے سفلی جذبات کی تسکین کی کیونکہ اس طرح سے وہ بیگلی کے ان فیسی چیزوں کو حاصل کرنا چاہتا تھا جو وہاں تھیں بالخصوص وہ ان چیزوں کو اپنے قبضہ میں لینا چاہتا تھا جن کا تعلق لادیلوں اور کاہنوں سے تھا اور ان کے لئے ان کی اہمیت بہت زیادہ تھی۔

ہیرو دیس کی تاج پوشی یہودیہ کے بادشاہ کی حیثیت سے ۳۷ ق م میں ہوئی۔ اپنی تاج پوشی کے بعد اس نے اپنے غیظ و غضب کی آگ کو ٹھنڈا کرنے کی غرض سے یہودیہ کو فتح کرنے کے لئے فوجی بہم کا آغاز کیا تاکہ رومیوں کی امداد سے اس علاقے کو جان انرکیشن دوم (John Hyrcanus II) کے بھائی ارشد ہیرو دیس دوم (Antigonus II) نے بیٹے انٹی گوٹس (Antigonus) سے ہتھیارے۔ تین مہینے کے محاصرے کے بعد وہ یہودیہ کو فتح کرنے میں کامیاب ہوا۔

اور اسی سال یہودیہ کے بادشاہ کی حیثیت سے حکومت کرنے لگا۔
ہیروڈیس کے خصائل کے متعلق انگریز کا بیان :

”ہیروڈیس نہ صرف نسلی طور پر اداوی اور مذہبی طور پر یہودی تھا بلکہ اعمال و افعال میں بہت پرست اور کردار میں عنفرت صفت انسان تھا۔ اپنے عہد حکومت کے دوران اس نے اپنے آپ کو شاہ طردہ عیال، حاکم، ظالم و جبار اور منتقم مزاج ثابت کیا۔ اس نے اپنی شاہی سلطنت کا منہ بٹھانے کے لئے مطلق العنانی کا ڈنکا بجایا۔ اس کے مزاج و کردار کی یہ خصوصیت اپنی گھناؤنی صورت میں اپنے ہی خاندان پر جبر و تشدد کرنے میں ظاہر ہوئی۔ اس کی نوادس بیویاں تھیں اور معمولی شہ کی بناء پر اس نے اپنی چینی بیوی میرینی اور اس کے بھائی ارستو بولس اور الیگزینڈر کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اور اپنی موت سے پانچ روز قبل جب وہ پستیرمرگ پر ایڑیاں رگڑ رہا تھا تو اس نے اپنے بیٹے انتیپاتر د ہیروڈیس کے باپ کا نام بھی انتیپاتر تھا، کو قتل کر دینے کا حکم دیا“ ۷

اس قسم کا کردار رکھنے والے شخص کا ادگستس نے کیا خوب مضحکہ اڑایا تھا ”ہیروڈیس کا بیٹا ہونے کی نسبت اس کا سورا ہونا بہتر ہے“ اس بات کو مد نظر رکھ کر عیسویوں کی تحقیق کے متعلق ہیروڈیس کے عہد کو سمجھنا بڑا آسان ہے۔ ”یہودیوں کا بادشاہ جو پیدا ہوا ہے وہ کہاں ہے“ اسی حد کی بنا پر ہیروڈیس نے آدمی بھیج کر بیت لحم کے تمام لڑکوں کو مروا ڈالا۔ (متی - ۲۳: ۱۳، ۱۴)

کہا جاتا ہے کہ اس طرح سے وہ متوقع مسیحی کی نسل کو ختم کرنا چاہتا تھا۔ مبادا وہ آکر اس کی بادشاہت چھین لے۔ ہیروڈیس نے قدیم ہیکل کو اس کی بنیادوں تک گرا دیا۔ اس نے ایک ہزار گاڑیوں کو پتھر ڈھونڈنے کیلئے اور دس ہزار ماہر کاریگروں کو کام پر لگایا تاکہ وہ کاہنوں کو سنگ تراشی اور نجاری کا فن سکھائیں۔

وہ ہیکل جو اُس نے تعمیر کرائی اُس کی لمبائی ایک سو ہاتھ اور اونچائی پچیس ہاتھ تھی۔ یہ ہیکل سفید پتھر سے بنائی گئی تھی ہر ایک پتھر پچیس ہاتھ لمبا اور آٹھ ہاتھ اونچا تھا۔ اس عمارت کے اوپر ایک بڑا سفید گنبد تھا جو سونے کے کنگرے سے سجایا گیا تھا۔ وہ دور سے ہرن کا پہاڑ لگتا تھا۔ جب یہودیوں نے ہیکل کی تکمیل پر اپنی عید منائی اور قربانیاں گزرائیں تو یہودی روایت کے مطابق کاہنوں نے یہ ہیکل ایک سال چھ ماہ میں تعمیر کی تھی لیکن اس کے چھجے اور بیرونی احاطہ بنانے میں آٹھ سال صرف ہوئے۔ ممکن ہے کہ ایسا ہی ہو لیکن ہیکل میں سال بہ سال عمارتوں میں اضافہ ہوتا رہا۔ اور اگرچہ ہیرودیس نے ۶۰ ق م کو ہیکل کی تعمیر کا کام شروع کیا لیکن عقلی طور پر یہ صحیح ہے کہ اس کی تعمیر میں چھیالیس برس لگے۔ اور یہودیوں نے خداوند مسیح کے سامنے بھی یہی کہا تھا۔ (یوحنا ۲: ۲۰) لیکن ابھی خاتمہ نہیں تھا۔ کیونکہ حقیقت میں ۶۳ء تک کام جاری رہا یعنی طیبس بادشاہ کے رومیوں سپاہیوں کے ہیکل کو تباہ و برباد کرنے کے چھ سال پہلے تک۔ اُس زمانے میں بھی جب وسپاسین کی زیرکمان رومیوں نے ۶۳ء میں فلسطین پرورش کی۔ ہیرودیس کا پڑ پوتا اگرچہ دوم اس مقدس مقام کو پہلے کی نسبت بیس ہاتھ زیادہ اونچا کرنے کی زبردست تیاریاں کر رہا تھا۔ اور اسی نے اس شخص میں خزانوں کے منہ کھول دیئے تھے۔

انتونیز کا محل جو یہوشلیم میں ہیکل کے ساتھ ملحق ہے وہ اسی جگہ پر تعمیر کیا گیا ہے جہاں براہ (Barah) کا قلعہ تھا۔ جان ہارگیش (John Hargreaves) نے ایک برج بنوایا اور عام طور پر وہ اسی جگہ رہائش پذیر رہا۔ وہ اس برج میں کہانت کا لباس رکھا کرتا تھا کیونکہ اسے یہ لباس پہننے کا اختیار تھا۔ ہیرودیس اعظم کے زمانے سے پہلے اسے بیرس (Baris) کہا جاتا تھا۔ لیکن ہیرودیس نے صرف کثیر سے اس کی مرمت کرائی اور پہلے کی نسبت اسے زیادہ مضبوط بنایا تاکہ جہاں سے ہیکل کی حفاظت اور نگہبانی کی جائے۔ اُس نے مارک انتونی (Mark Antony) کے اعزاز میں اس کا نام انتونیز رکھا۔ (انتونیز کا تفصیلی تذکرہ اسی کتاب میں کسی اور جگہ ملاحظہ فرمائیں)

ہیرودیس نے وہ دیواریں بھی تعمیر کرائیں جو یہوشلیم پر قبضہ کرنے کے دوران

اس نے ساخت و تاراج کر دی تھیں۔ ان دیواروں کو ناقابلِ تسخیر بنانے کی غرض سے اُس نے جگہ جگہ برج بنوائے۔ شہر کے شمال مغرب کو سنے میں اُس نے تین نئے برج بنوائے۔

(Hippodamus) فیسا ایل (Phasael) اور میریمنی (Mariamne)۔

ہیرودیس نے موجودہ ترکی قلعہ کے مقام پر ایک پر شکوہ شاہی محل تعمیر کرایا۔ اسکی مغربی اور شمالی دیواریں ایسی ہی تھیں جیسے پُراٹے شہر کی دیواریں مشرق اور جنوب کی دیواریں بھی اسی ہی موٹائی کی تعمیر کرائی گئیں۔ اس کے دو بال تھے۔ ہر ایک بال مقدس مقام کے برابر تھا۔ اور اُس میں کرسیوں پر بیٹھنے کے لیے ایک سو مہانوں کی گنجائش تھی۔ اس میں اور کمرے بھی تھے جو قیمتی ساز و سامان سے مزین تھے۔ برج اور محل کے سامنے کا حصہ سنگ مرمر سے بنا تھا۔ محل کے جنوب کی طرف برآمدے تھے جو کھلے صحنوں میں کھلتے تھے۔ ان صحنوں میں جھاڑیاں، فوارے اور بہت سی روشیں تھیں۔ ان فواروں میں پانی اس کا رینہ سے آتا تھا جو کافی اونچائی پر واقع تھے۔

یہ وہی محل ہے جہاں ہمارے منجی کی پیلاطس کے سامنے پیشی ہوئی۔ یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ جس زمانے میں یہودیہ پر رومی شہنشاہ کے مقرر کردہ حاکم برسرِ اقتدار تھے۔ یہ محل حاکموں کی سرکاری رہائش گاہ تھا۔ غالباً اسی محل کے مشرقی دروازے سے پیلاطس ہمارے خداوند یسوع کو لوگوں کے سامنے لایا اور اُسے چھوڑ دینے کا ارادہ کیا۔ لیکن تمام لوگ چلا آئے ”اے اے لے جا۔۔۔ اس کو مصلوب کر مصلوب!“

(لوقا-۲۳: ۱۸، ۲۱)۔

۲۵- ق۔م کے قریب ہیرودیس نے کھیلوں کا اہتمام کیا۔ یہ کھیل اگستس کی یاد میں ہر پانچویں سال ہوا کرتی تھیں۔ اس کے متعلق یوسیمس نے لکھا ہے کہ ہیرودیس نے یرושلم میں ایک تھیٹر اور میدان میں ایک عظیم الشان اور وسیع و عریض مفتی تھیٹر تعمیر کرایا۔ لیکن اگر اُس نے شہر میں کوئی تھیٹر تعمیر کرایا تھا۔ تو آج کل اُس کی کوئی نشانی نظر نہیں آتی۔

”چند سال ہوئے مرحوم ڈاکٹر شیک (Dr. Shick) نے شہر کے جنوب میں

ایک پہاڑی پر ہنوم کی دادی سے کافی دور ایک بہت بڑے سے تھیٹر کے کھنڈرات دریافت کئے گئے۔ اس تھیٹر کا رخ شمال کو اور اس کا قطر ایک سو تیس فٹ سے زیادہ تھا۔ اپنی نشستوں پر بیٹھے ہوئے تماشاخانے دور فاصلے پر یروشلم کو دیکھ سکتے تھے۔ بعض فضلا کا خیال ہے کہ یہ تھیٹر وہی ہے جس کے متعلق یوسیفوس نے قیاس ظاہر کیا ہے کیونکہ ہیرودیس کبھی جرأت نہیں کر سکتا تھا کہ مقدس شہر میں تھیٹر قسم کی کوئی چیز تعمیر کر کے یہودیوں کے جذبات کو مجروح کرے۔

جب یہ سب کچھ یروشلم میں ہوا تھا تو ہیرودیس نے سامریہ میں ایک ہیکل تعمیر کرا دی۔ کیونکہ اُس کا خیال تھا کہ اس سے اُس کی جان کو بھی کوئی خطرہ نہ ہے گا اور یہ ہیکل اُس کی شان و شوکت کی جتنی جاگتی شاہد ہوگی۔

ہیرودیس کی عمارات کے متعلق علم آثارِ قدیمہ کے کارہائے نمایاں :
سامریہ کے متعلق سامریہ کے باب میں ملاحظہ فرمائیے جہاں آثارِ قدیمہ کی دیانتوں کا ذکر ہے۔

ہیرودیس کے محل اور ہیکل کے متعلق یروشلم کے باب میں ملاحظہ فرمائیے جہاں یہ یروشلم کے قریب و جوار میں آثارِ قدیمہ کا ذکر ہے۔
ہیرودیس اعظم، شہنشاہِ روم کے زیرِ فرمان تھا۔ لہذا اس کو صرف تانبے کے سکے ہی رائج کرنے کا اختیار تھا۔ یہ سکے مختلف مالیت اور شکل و صورت کے ہیں۔ ایک سکے کے سامنے کے حصے پر ایک برتن کی تصویر ہے جس کا ڈھکنا گھنٹی کی شکل کا ہے۔ اس کے اوپر دو کھجور کی ٹہنیاں ہیں۔ سکے کے دوسری طرف ”بادشاہِ ہیرودیس“ کے الفاظ ہیں جو سکے کے کونے کے ساتھ ساتھ ہیں اور درمیان میں ایک تین پائے کی میز ہے۔ اس میز کے بائیں ہاتھ ”سال ۳“ کا مخفف ہے اور دائیں ہاتھ طغرا ہے۔ بہت سے اور نمونے بھی ملتے ہیں۔

ب۔ ہیرودیس ارخلاؤس :

مگر جب سنا کہ ارخلاؤس اپنے باپ ہیرودیس کی جگہ یہودیہ میں بادشاہی کرتا ہے تو وہاں جانے سے ڈرا اور خواب میں ہدایت پاکر گلیل کے علاقہ کو روانہ ہو گیا۔ (متی - ۲۲:۱۲)۔

ہیرودیس ارخلاؤس، ہیرودیس اعظم کا سب سے بڑا فرزند اور جہت رتقا، جو اس کی سامری ملکہ مالتھیسی کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔ اس کی فطرت تشدد اور غیظ و غضب کی طرف مائل تھی اور یہ چیزیں اسے باپ سے ورثہ میں ملی تھیں۔ اس نے روم میں دوسرے ہیرودیس کے خاندان کے شاہزادوں کی طرح تعلیم و تربیت حاصل کی تھی لہذا وہ دربار روم کی بے اصول اور ظالمانہ کار فرائیوں سے کما حقہ واقف تھا۔ اس کا باپ انتیپاترا اپنی زندگی کے آخری ایام میں تخت کے تمام وارثوں کو نیست و نابود کر دینا چاہتا تھا لہذا اس نے ارخلاؤس اور اس کے سوتیلے بھائی فلپس پر بغاوت کا الزام لگایا لیکن دونوں بری ہوئے۔ اپنے باپ کی وصیت کے مطابق اپنے باپ کی سلطنت کا بیشتر حصہ ملے۔ اور اسے گورنر کا عہدہ بھی تفویض ہوا۔

شہنشاہ روم کی عدالت میں اس کے بھائی انتیپاس نے اس وصیت کے خلاف مقدمہ دائر کر دیا اور ابھی یہ مقدمہ زیر سماعت تھا کہ ارخلاؤس نے بہت سے یہودیوں کو بغاوت کے الزام میں گرفتار کیا۔ اور ان کی شہریت کو سختی سے کچل دیا اور تین ہزار کموت کے گھاٹ اتار دیا۔ لہذا یہودی اس سے نفرت ہو گئے۔ انہوں نے روم میں اس کے دعویٰ کے خلاف آواز بلند کی لیکن اس مخالفت کے باوجود ارخلاؤس شہنشاہ روم کی حمایت بخسروی حاصل کرنے میں کامیاب ہوا۔ ارخلاؤس جب بلا شرکت غیرے یہودیہ کا حاکم مقرر ہوا تو اس نے بڑی سختی سے حکومت کرنی شروع کی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہودیہ اور سامریہ میں لوگوں کے دلوں میں بے چینی سی تھی۔ یہودی اور سامری قومیں اگرچہ ایک دوسرے کے سخت دشمن تھیں اس مشترکہ بحران میں دونوں ایک

دوسرے کی پھنوا ہوئیں۔ انہوں نے روم میں اپنا ایک دفتر بھیجا کہ ارخلاؤس کے جبر و تشدد کے خلاف شہنشاہ روم سے فریاد کرے۔ اس مرتبہ انہیں کامیابی حاصل ہوئی۔

ارخلاؤس کو تنبیہ کی گئی کہ وہ آنے والی تباہی سے اپنے آپ کو بچائے۔ اب ارخلاؤس بے جھجکت تمام دربار روم میں حاضر ہوا تاکہ اپنی صفائی پیش کرے لیکن یہ سب کچھ بے سود تھا، اُسے معزول کر دیا گیا۔ رومی حکومت نے اس کی تمام منقولہ اور غیر منقولہ جائیداد ضبط کر لی اور اُسے گال کے شہر دی آنا میں جلا وطن کر دیا گیا۔

ارخلاؤس نے بھی اپنے باپ کی طرح عمارات میں دلچسپی لی۔ اور یہ سچو میں ایک شاہی محل تعمیر کیا اور اپنے نام پر ایک گاؤں ارخلائیس آباد کیا۔ اُس نے میریمنی کے ساتھ شادی کی پھر اُسے طلاق دے دی اور گلاپیرا (GLAPHYRA) سے شادی رچائی۔ یہ عورت اُس کے سونپے بھائی الیگزینڈر کی بیوی تھی۔

ج۔ ہیرودیس انتیپاس:

جب ہیرودیس اعظم بم۔ ق۔ م کو ملک عدم کو سدھارا تو اُس کا بیٹا گلیل کے شمالی صوبے اور دریائے یردن کے پار کے علاقے پیریہ کا حاکم مقرر ہوا۔ انتیپاس نے عرب کے بادشاہ ارتاس کی بیٹی سے شادی کی۔ لیکن ان کی شادی کو ابھی زیادہ عرصہ نہیں ہوا تھا کہ دونوں کے تعلقات کشیدہ ہو گئے اور ہیرودیس نے اُسے اپنے باپ کے پاس اُس کے میکے بھجوا دیا اور خود اپنے بھائی کی بیوی ہیرودیس کے ساتھ رہنے لگا۔ اسی غیر شرعی اور بد اخلاقی کی بدولت یوحنا بپتسمہ دینے والے نے اس کو ظاہریت کی۔ (متی۔ ۱۴: ۱-۱۳)۔

پیلاطس نے ہیرودیس انتیپاس کی کچھری میں مسیح کو بھیجا تاکہ وہ اُس کے مقدمے کی سماعت کرے کیونکہ مسیح کا تعلق گلیل سے تھا، اور یہ علاقہ ہیرودیس انتیپاس کی عملداری میں تھا۔

انا جیل میں ہیرودیس انتیپاس کی تصویر کوئی دل آویز اور دل کش نہیں ہے وہ

شکی مزاج (متی - ۱۴: ۱۱) لومڑی کی طرح مکار اور پرے درجے کا بدچلن تھا۔ چونکہ وہ اپنے بھائی ارخلاؤس سے چھوٹا تھا لہذا اُسے اپنے باپ کی سلطنت کا بڑا حصہ نہ مل سکا۔ اسی نے شہنشاہ روم کے پاس اپنے باپ ہیروولیس عظیم کی وصیت کے متعلق اپنا دعویٰ دائر کیا تھا۔

اس کی تعلیم و تربیت بھی اپنے بھائی ارخلاؤس اور سوتیلے بھائی فلپس کے ساتھ روم میں ہوئی تھی۔ اُس نے اہل روم کی بہت سی خوبیوں اور اعلیٰ اخلاقی اقدار کو اپنے میں سمولیا تھا لیکن رومیوں کے بُرے اطوار و خوبیوں پر حاوی تھے۔ ذرا ملاحظہ فرمائیے کہ فلپس کی بیوی ہیروڈیاس پر روم میں اُس نے کس طرح ڈورے ڈالے اور آخر کار اُسے اپنی ہوس کا نشانہ بنانے میں کامیاب ہوا۔ چونکہ ہیروڈیاس انتیپاس کے سوتیلے بھائی ارستوبولس کی بیٹی تھی جو ہیروولیس عظیم کا بیٹا تھا (ریمرے)، اس رشتہ سے وہ انتیپاس کی بھتیجی تھی اور اس کے ساتھ ہی وہ اُس کے دوسرے سوتیلے بھائی فلپس کی بیوی تھی لہذا انتیپاس اور ہیروڈیاس کے مابین یہ رشتہ گناہ عیباں کا رشتہ تھا۔ اور یہی وجہ تھی کہ یوحنا بپتسمہ دینے والے نے انتیپاس کو ملامت کی۔

اُس نے گلیل کی جھیل کے مغربی کنارے پر ایک پُر فضا اور خوبصورت مقام پر شاندار دارالحکومت تعمیر کرایا۔ اور روم کے شہنشاہ تبریالس کے نام پر اس کا نام تبریالس رکھا۔ اس نے سیفورسن کی دیواریں بنوائیں اور اُسے اپنا صدر مقام قرار دیا۔ اُس نے بیت صیدا کو شہر کا درجہ دیا اور تبریالس کی بیٹی جوگیا کے نام سے اُسے موسوم کیا۔ اس کی فطرت میں عارتیں تعمیر کرنے کا شوق جنون کی حد تک تھا۔ اس کی مثال یہ ہے کہ اُس نے بیت آرامفتھا (Betharamphtha) کے مقام پر بڑا ہی شاندار کام کرایا۔ اور اُسے ”جوگیا“ کا نام دیا۔ لیکن ان سب شاندار کارناموں کے باوجود اپنی رعایا کے لئے اُس کا اخلاقی نمونہ بہت ہی بُرا تھا۔

۱۔ ہیرودیس فلپس :

ہیرودیس فلپس، ہیرودیس اعظم اور یرشلیم کی کلہو پٹیرا کا بیٹا تھا۔ اپنے باپ کی وفات پر اُس کے جھٹے میں گاؤرنتیس، ٹرے کانیشس اور پنیاس آئے۔ اس کے خصائل ہیرودیس کے خاندان کے دوسرے افراد سے بالکل مختلف تھے۔ وہ غلوت پسند، شرمیلا، باوقار، متین اور منصف مزاج تھا۔ اپنے بھائیوں کی طرح وہ سازشی بھی نہیں تھا۔ اور یہ قیاس کرنا صحیح ہے کہ اُس میں یہ غیر ہیرودیسی خصائل اس وجہ سے تھے کہ اُس کی والدہ کا اس پر بہت زیادہ اثر تھا۔

اپنے عظیم باپ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اُس نے بھی عمارتیں بنوانے کی طرف توجہ دی۔ لیکن دوسرے ہیرودیسوں کے برخلاف اُس نے اپنی عمارات کو مفید مقاصد کے لئے تعمیر کرایا۔ اُس نے تیس برس تک حکومت کی اور اپنے عہد حکومت کا بیشتر حصہ اُس نے مختلف شہروں اور عمارتوں کی تعمیر میں صرف کیا۔

”دریائے یردن کے دہانے پر اُس نے پنیاس کا شہر تعمیر کیا اور شہنشاہ کے اعزاز میں اس کا نام قیصریہ رکھا۔ اس شہر کو ساحل پر واقع قیصریہ سے ممتاز کرنے کی غرض سے اس کا نام قیصریہ فلپی رکھا گیا۔ (متی - ۱۴: ۱۳؛ مرقس - ۸: ۲۷)۔“

وہ بیت صیدا جس کا ذکر نئے عہد نامہ میں ہے، غالباً وہی بیت صیدا ہے جسے فلپس نے از سر نو تعمیر کیا اور اُسے جو لیا س کے نام سے موسوم کیا۔ یہ شہر گلیل کی جھیل کے شمال مغربی کنارے پر ہے اور غالباً اُسکی شناخت اُس پہاڑی سے کی جاتی ہے جسے اتل کہتے ہیں۔

اُس نے اپنی بھتیجی سلوئی سے شادی کی جو ہیرودیا س کی بیٹی تھی۔ سلوئی اُس کی

۱. Finegan Jack. Light from the Ancient Past.

Princeton University Press, Princeton, New Jersey.

P. 216 1946.

وفات کے بعد بھی زندہ رہی۔ پوسٹیفنس نے اچھے الفاظ میں اُس کا تذکرہ کیا ہے۔ ۳۲ء
 میں اس کا انتقال ہوا۔ چونکہ اس کی کوئی اولاد نہ رہی تھی لہذا اس کا چوتھائی ملک سیریا
 کی رومی حکومت کے زیرِ نگیں رہا۔ اور ۳۷ء میں کالیکولا (Caligula) نے اپنے
 بھتیجے اگرِتیا اول کو یہ علاقہ اور لسانیاں کا علاقہ دے دیا۔ اگرِتیا اول ارستو بولس کا
 کا بیٹا تھا۔ مقدس لوقا کی انجیل ۱۱:۳ میں فلپس کو اوریہ اور ترخونی تیس کا حاکم
 کہا گیا ہے۔ انجیل مقدس میں لسی اور جگہ اس کا ذکر نہیں آیا۔

تتبریس قیصر کی حکومت کے پندرہویں برس جب پنطس پیلایطس یہودیہ کا
 حاکم تھا اور ہیرودیس گلیل کا اور اس کا بھائی فلپس اوریہ اور ترخونی تیس کا اور
 لسانیاں ایلنے کا حاکم تھا۔ (لوقا - ۱۱:۳)۔

س:- ہیرودیس اگرِتیا اول (۳۷-۴۴ء) :

ہیرودیس اگرِتیا اول ہیرودیس اعظم اور میریمنی کا پوتا تھا (اور ان کے بیٹے
 ارستو بولس کا بیٹا تھا جسے ہیرودیس اعظم نے ق.م میں قتل کروا دیا تھا)۔ ہیرودیس
 اگرِتیا اول اپنے چچا انتیپاس سے نفرت کرتا تھا اور جب ۳۷ء میں انتیپاس کو جلاوطن
 کر دیا گیا تو اُسے اپنے چچا کا گلیل اور پریہ کا علاقہ مل گیا۔ وہ یہودیوں کے ساتھ بڑی
 ہوشیاری سے پیش آتا تھا اور ان کے ساتھ مل کر مسیحیوں کو ستانے میں کوئی دقیقہ
 فروگذاشت نہیں کرتا تھا اور یہاں تک کہ مقدس یعقوب رسول کو تلوار سے قتل کر
 دیا۔ (اعمال - ۱:۱۲ - ۳)۔

س:- ہیرودیس اگرِتیا دوم (۴۴-۴۷ء) بطور بادشاہ - وفات ۴۷ء :

جب ۴۴ء میں ہیرودیس اگرِتیا اول ملک عدم کو سدھارا تو اس کا بیٹا ہیرودیس
 اگرِتیا دوم سترہ برس کا جوان لڑکا تھا۔ اور خیال کیا جاتا تھا کہ وہ کاروبار حکومت کو چلانے
 کے ناقابل ہے۔ لہذا ملک کو ایک رومی حاکم کے زیرِ نگرانی کر دیا گیا۔ اور اس کے بعد

اگر با دوم کو بعض علاقے دیدیئے گئے جس میں گلیل کے مشرق کا علاقہ شامل تھا۔ ہیرودیس اگر با دوم کا ذکر نئے عہد نامہ میں کیا ہے جب مقدس پوتوس رسول کی اس کے سامنے پیشی ہوئی تھی۔ (اعمال - ۲۵: ۱۳؛ ۲۶: ۱)۔

۱۔ ہیرودیس:

ہیرودیس وہ عشوہ طراز عورت تھی جو یوحنا بپتسمہ دینے والے کے سر کاٹنے کی مہرک تھی۔ یوحنا بپتسمہ کے قلعہ میں قید و بند کی مصیبتیں جھیل رہا تھا۔ (متی - ۱۴: ۱۱-۱۲ مرقس - ۴: ۱۴-۲۹؛ لوقا - ۳: ۱۹، ۲۰)۔

انجیل مقدس کے مطابق ہیرودیس اس سے پیشتر فلپس کی بیوی تھی لیکن اس نے اپنے خاوند سے بے وفائی کی اور چوتھائی ملک کے حاکم ہیرودیس کے محلہ عروسی میں داخل ہوئی۔ ہیرودیس فلپس کا بھائی تھا۔ اس براخلاقی اور بے راہروی کے سبب یوحنا نے اسے ملامت کی۔ ہیرودیس نے اس رسوائے زمانہ ہیرودیس کو خوش کرنے کے لئے یوحنا کو گرفتار کیا اور قید خانہ میں ڈال دیا۔ مقدس متی رسول کی انجیل میں مرقوم ہے کہ وہ یوحنا کو قتل تو کر دیتا لیکن عام لوگوں سے ڈرتا تھا کیونکہ وہ اسے نبی جانتے تھے۔ لیکن مقدس مرقس کی انجیل کے مطابق ہیرودیس نے خاص طور پر یوحنا کے قتل کی خواہش ظاہر کی لیکن ہیرودیس کا منیر ابھی سرورہ نہیں ہوا تھا لہذا وہ ہیرودیس کی اس خواہش کو پورا کرنے کا خواہاں نہیں تھا۔ ہیرودیس کے جشن سالگرہ پر ضیافت میں ہیرودیس کی بیٹی سلومی نے اپنے رفیق سے ہیرودیس اور تمام ہمالوں کو محفوظ کیا۔ ہیرودیس نے سلومی سے کہا کہ اُسے منہ مانگا انعام دیا جائیگا۔ چنانچہ ہیرودیس کے سکھانے پر سلومی نے یوحنا بپتسمہ دینے والے کا سر مانگ لیا۔ ہیرودیس مول و غمگین سرور ہوا مگر اُسے اپنے وعدے اور قسموں کا پاس تھا۔ لہذا ہیرودیس کے حکم پر سلومی کو یوحنا بپتسمہ دینے والے کا سر تھال میں رکھ کر پیش کیا گیا اور وہ اُسے اپنی ماں کے پاس لے آئی۔

” اور موقع کے دن جب ہیرو دیس نے اپنی ساگرہ میں اپنے امیروں اور فوجی سرداروں اور گلیل کے رئیسوں کی ضیافت کی اور اُسی ہیرو دیاس کی بیٹی اندر آئی اور ناچ کر ہیرو دیس اور اُس کے ہمالوں کو خوش کیا تو بادشاہ نے اُس لڑکی سے کہا جو چاہے مجھ سے مالک، میں تجھے دوں گا۔ اور اُس سے قسم کھائی کہ جو تو مجھ سے مانگے گی اپنی ادھی سلطنت تک تجھے دوں گا۔ اور اُس نے باہر جا کر اپنی ماں سے کہا کہ میں کیا مانگوں؟ اُس نے کہا یوحنا ہیشمہ دینے والے کا سر۔“ مرقس - ۲۱: ۴، ۲۲، ۲۳۔

ہیرو دیاس ارستو بیولس فرزند ہیرو دیس اعظم اور میریمنی کی بیٹی تھی۔ اور میریمنی مائریگینس کی دختر تھی۔ اُس کا دوسرا خاوند ہیرو دیس انتیپاس تھا جو گلیل اور پریہ کا حاکم اور ہیرو دیس اعظم اور مالتھسی (MALTHACE) کا بیٹا تھا۔ اس لحاظ سے ہیرو دیس انتیپاس ارستو بیولس کا سوتیلہ بھائی اور ہیرو دیاس کا باپ تھا۔ اور ہیرو دیاس کا پہلا خاوند جس سے ستومی پیدا ہوئی بعض کا خیال ہے کہ انجیل کا بیان یوسیفس سے بالکل مختلف ہے۔

” ہیرو دیاس ہیرو دیس اعظم کی پوتی تھی۔ اُس کا باپ ارستو بیولس میریمنی کے بطن سے نکلا ہے۔ ق۔ م میں قتل کر دیا گیا تھا۔ مقدس مرتس کی انجیل ۱۴: ۳ میں ہیرو دیاس کو فلپس کی بیوی کہا گیا ہے اور بلاشبہ وہ ترخونی نس کا حاکم تھا۔ یوسیفس کے بیان کے مطابق ہیرو دیاس کی شادی ہیرو دیس اعظم اور میریمنی دوم کے بیٹے ہیرو دیس سے ہوئی تھی۔ یہ میریمنی دوم سردار کاہن کی بیٹی تھی۔ یوسیفس یہ بھی لکھتا ہے کہ ہیرو دیاس کی بیٹی ستومی کی شادی فلپس سے ہوئی تھی جو ترخونی نس کا حاکم تھا۔ ممکن ہے کہ انجیل میں رشتے کے متعلق کوئی الجھن ہو یا یہ بھی ممکن ہے کہ اس ہیرو دیس کا نام فلپس اول ہو۔“

— Finegan Jack. Light from the Ancient Past.

Princeton University Press. Princeton, New Jersey.

P. 217. 1916.

یوسیف کے مطابق ہیرودیس کی خواہش ہیرودیس انتیپاس کی تباہی کا باعث بنی۔ یہ حیا باختہ عورت ہیرودیس انتیپاس کے بھائی اگرپا کی سطوت کی حاسد تھی، لہذا اُس نے ہیرودیس کو اکسایا کہ وہ کالیگولا سے بادشاہ کا خطاب طلب کرے لیکن اگرپا کی سازشوں اور ریشہ دوانیوں کے آگے اُس کی ایک نہ چلی اور یہ اعزاز خود رکشا اُسے جلا وطن کر دیا گیا۔ لیکن ان آلام و مصائب اور سیہ بختی میں ہیرودیس ہر طرح اُس کی دفا شعار بیوی رہی۔

ط۔ سلومی:

ہیرودیس اور فلپس کی بیٹی نے بادشاہ ہیرودیس انتیپاس اور اُسکے بھانوں کو محل میں اپنے ناچ سے خوش کیا اور اپنی ماں کے کہنے پر اُس نے یوحنا بپتسمہ دینے والے کا سر مانگ لیا۔ (مرقس - ۶: ۲۱-۲۵)۔

۲۔ رومی خاندان

۱۔ قیصر اگستس:

تاریخ بائبل میں قیصر اگستس سب سے پہلا شہرہ آفاق رومی شہنشاہ ہے جس کے عہد میں خداوند مسیح کلام خدا مجسم ہوا۔ (لوقا - ۱: ۲) اس کا اصلی نام گیس اکٹیویس سیپیس تھا اور وہ ۶۳ ق۔م میں پیدا ہوا۔ اس زمانہ میں سیرو روما کا قتل تھا۔ وہ جولیس سیزر کا بڑا بھتیجا تھا۔ اُس کی والدہ سیزر کی چھوٹی ہمیشہ جو لیا کی بیٹی تھی۔ ابھی وہ انیس برس کا تھا جب ۴۴ ق۔م میں جولیس سیزر کو سینٹ ڈس میں قتل کر دیا گیا۔ لیکن بساط سیاست کی شاطرانہ چالوں سے وہ جتنی طور پر آگاہ تھا لہذا اُس نے سازشوں اور جمہوریت کے آخری

ایام کے خطرات کا مردانہ وار مقابلہ کیا اور کامیاب و کامران ہوا۔ اور ایکٹیم (ACTIVUM) کی جنگ کے بعد اُس کے تمام حریف یکے بعد دیگرے میدان سے فرار ہو گئے۔ اب مقطع میں سخن گسترانہ بات آپڑی۔ اب مشکل یہ تھی کہ قیصر کو کون سا موزوں نام دیا جائے جو ریاست کے نئے حکمران کے منصب عالی کے شایان شان ہو۔ اُس نے ریکس (REX) یا آمر (DICTATOR) کہلانے کو پسند کیا۔ لہذا ۲۷- ق م میں سینٹ کے ایک حکم کی رو سے اُسے اوگستس کا نام دیا گیا۔

چونکہ یہودیہ اور فلسطین کا رومی سلطنت سے ارتباط تھا اسی وجہ سے ابتدائی زمانہ کی مسیحیت سے اوگستس کا تعلق رہا ہے اور خداوند مسیح کی پیدائش کے وقت یہودی قوم کی سیاسی اور مذہبی زندگی کے سلسلہ میں اس کا ذکر بھی آتا ہے۔

اُن دنوں میں ایسا ہوا کہ قیصر اوگستس کی طرف سے یہ حکم جاری ہوا کہ ساری دنیا کے لوگوں کے نام لکھے جائیں۔ (لوقا-۱۱۲)

”قیصر اوگستس کے عہد میں بہت سی اصلاحات ہوئیں۔ سینٹ کی قطہیر ایسے ہوئی کہ نااہل اور بد عنوان اراکین کو خارج کر دیا گیا۔ فوج کے بہت سے جوانوں کو سبکدوش کر دیا گیا اور سبکدوش شدہ فوجی افسروں کو نو آبادیوں یا خرید کردہ اراضی پر آباد کر دیا گیا۔ ایک باقاعدہ پیشہ ورانہ فوج تیار کی گئی جو شہریوں کی تربیت گاہ اور درس گاہ بن گئی۔ اپنے عہد سے سے ریٹائر ہونے پر فوجی افسروں کو بولس دیا جاتا تھا اور صوبوں میں کالونیوں میں آباد کیا جاتا تھا جہاں وہ اچھی طرح سے گزر بسر کرتے تھے اور اپنی قوم کے قائد بن کر سلطنتِ روما سے وفاداری کا دم بھرتے تھے۔“

اوگستس نے لوگوں کے اخلاقی معیار کو بلند کرنے کی بھی کوشش کی۔ اُس نے ریاست کے مذہب کا احیاء کیا اور بہت سے مندر تعمیر کرائے۔ تمام صوبوں میں شاہی

۱۰ Tenney Merrill C. New Testament Survey.

Eerdmans Publishing Company, Grand Rapids, Michigan. P. 3. 1968.

مسک کو رائج کیا کہ ریاست کی حیثیت سے روم کی پرستش کی جائے۔ بعض جگہوں پر شہنشاہ کی بھی پرستش کی جانے لگی کہ وہ خداوند اور خدا ہے (Deus Dominus)۔ لیکن اُس نے ایسی پرستش کا کبھی مطالبہ نہیں کیا۔ ۱۹ اور ۱۸ ق م کے قوانین کے ذریعہ خاندانی زندگی کو بحال کرنے اور شادی بیاہ کرنے اور گھر بسانے کی حوصلہ افزائی کی گئی۔

اپنی تمام سلطنت کے استحکام اور اشتغال کی خاطر اُس نے ساری آبادی اور تمام املاک کے اعداد و شمار جمع کرنے کے احکام صادر فرمائے۔ اس طرح سے فوج میں بھرتی پھیلے جوانوں اور محاصل کھیلنے بنیادی اطلاعات فراہم کرنا چاہتا تھا۔ سپین، گال اور الپائن کے اضلاع زیرِ نگین ہوئے۔ اگرچہ ٹیوٹو برگ (TEUTOBERG) کے جنگل میں جرمنوں کے ہاتھوں اُس کی فوج کو شکست فاش ہوئی۔ اُس نے اپنی سرحدوں کو مضبوط بنایا۔ اگستس نے روم کے پولیس اور آگ بجھانے والے محکموں کو منظم کیا۔ اور انارچ کی رسد کھیلے ایک سپردانز مقرر کیا۔

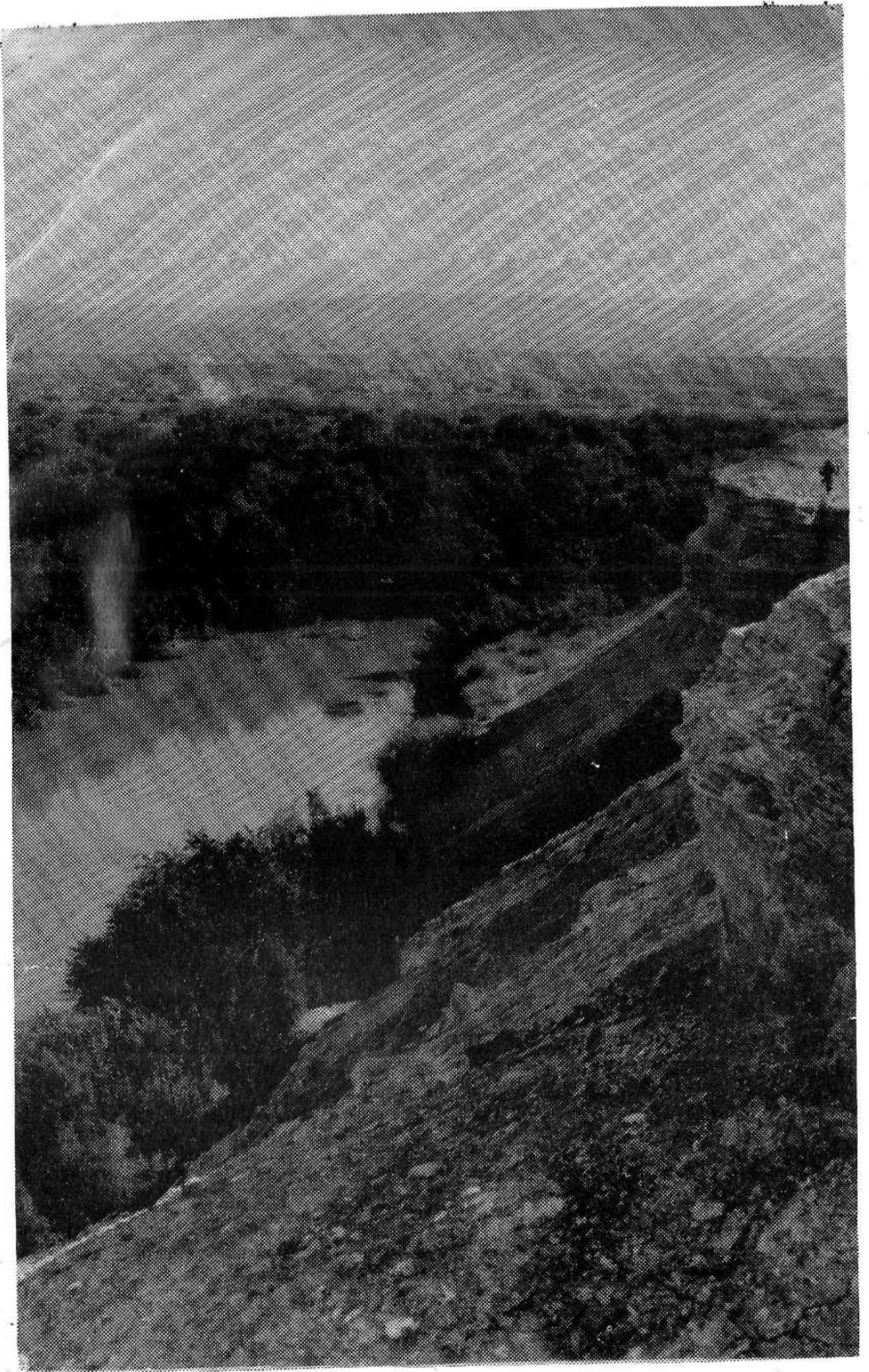
اگستس اکثر دون کی لیا کرتا تھا کہ جب وہ مسندِ تخت پر بیٹھا تو روم محض اینٹ تھا لیکن وہ اُسے سنگِ مرمر چھوڑ کر رخصت ہوگا۔ اپنے اکتالیس سالہ دورِ حکومت میں اُس نے بد امنی اور انتشار کو نظم و امن میں تبدیل کر دیا۔ حکومت پر اعتماد بحال ہوا اور خزانوں میں روپہلی سیکوں کی جھنکار ہوئی۔ رفاہ عامہ کے اداروں کی کارگزاری بے مثال اور ملک میں امن و خوشحالی کا سورج طلوع ہوا۔

ب۔- تبریس قیصر:

تبریس قیصر کی حکومت کے پندرھویں برس جب پنطس پیلاطس یہودیہ کا حاکم تھا اور ہیرودیس گلیل کا اور اس کا بھائی فلپس اتر یہ اور ترخونی تیس کا اور لسانیا تیس ایلینے کا حاکم تھا۔ (لوقا۔ ۱: ۳) اگستس کی پالیسیاں بار آور ہوئیں۔ چہار سو امن اور خوشحالی کی بہار چاندن



قیصر گشت
لوقا ۲: ۱، ۳
(۳۱ ق م - ۶۱۹)



دریائے پردن

جلوہ آرا تھی۔ لیکن وہ سلطنت کیلئے ایک مسئلہ چھوڑ گیا جسے وہ اپنی زندگی میں حل نہ کر سکا۔
یعنی اس وسیع و عریض سلطنت کا جانشین۔ اس کے صلب سے سلطنت کا کوئی وارث
نہیں تھا جسے وہ تاج و تخت اور حکومت کی ذمہ داریاں سونپ سکے اور نہ ہی کوئی ایسا
مناسب انتظام کیا گیا جس کے ذریعہ جانشین کا انتخاب عمل میں لایا جاسکے۔ جب اُس نے
اپنے سوتیلے بیٹے تیریس کو اپنا جانشین مقرر کرنے کا اعلان کیا تو یہ تقریری اس کے اپنے
ذاتی بنگاہ انتخاب اور صوابدید کی بدولت تھی اور اس کی اساس آپنی اصولوں پر نہ
تھی۔ اس قسم کے ہنگامی حالات میں کسی باقاعدہ طریق کار کا فقدان آئندہ سالوں میں
سلطنت کی تباہی و بربادی کا پیش خیمہ ثابت ہوا۔

۱۔ تواریخی تعارف

مقدس لوقا، یوحنا، پیٹر و پلے واسے اور خداوند مسیح کی زمینی خدمت کی
کہانی کا آغاز تیریس قیصر کے عہد سے کرتا ہے۔ اس کا بلا واسطہ ذکر اُس کے نام سے
ہوا (لوقا ۳: ۱۰)۔ اور دو دفعہ بلا واسطہ ذکر ہوا ہے کہ وہ شہنشاہ تھا۔ (لوقا ۲۲: ۱۰-۱۱)
(۲: ۱۱-۱۲)۔ (متی ۲۲: ۱۷-۲۱)۔ اور (مرقس ۱۲: ۱۳-۱۷) مقدس متی رسول اور
مرقس نے مقدس لوقا کے بیان کی تصدیق کی ہے کہ سب سے پہلے تیریس اور
نام قیصر کا تھا۔ اور اس سے بھی زیادہ وضاحت سے مقدس یوحنا رسول ۱۹: ۱۲-۱۵ نے
پلیاٹس اور قیصر کے درمیان تعلق کا ذکر کیا ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تیریس کے
مزاج میں چڑچڑاہٹ تھا اور رومی مؤرخین نے بھی اُسے تنگ مزاج اور زود رنج
کہا ہے۔ اگرچہ خداوند یسوع کے ساتھ کوئی براہ راست تعلق نہیں رہا لیکن نئے عہد نامہ
کے پس منظر میں اس کی شخصیت کی واضح جھلک نظر آتی ہے۔

تیریس عجیب و غریب اور المناک ہستی تھی۔ وہ ۴۲- ق م میں پیدا ہوا۔ جب
چار سال کے بعد اُس کی والدہ لیویا (LIVIA) نے اُس کے باپ سے طلاق لے
کر اوگستس سے شادی کر لی تو وہ اوگستس کا سوتیلہ بیٹا بن گیا۔ انٹونی اور اوگستس
کے درمیان فیصلہ کن جنگوں کے پُر آشوب ایام میں وہ پیدوان چڑھا لیکن جس طرح

اُس کا چھوٹا اور نسبتاً پُرکشش شخصیت والا بھائی دروسٹس (DRUSUS) بڑے نانہ و نعم سے پلا تبریس بے التفاتی اور بے توجہی کا شکار رہا۔ اوگستس کی نگاہ انتخاب اپنے بھتیجے مارکس مارسیلیس (MARCUS MARCELLUS) پر پڑی کہ اُسے اپنا جانشین مقرر کرے اور اسی وجہ سے اُس نے اپنی بیٹی جو لیا کی اُس سے شادی کر دی لیکن مارکس سیلیس کو پیام اجل آیا اور وہ ۲۳ ق م کو ملک عدم کو سدا رہا۔ اوگستس نے اب اپنی بیٹی جو لیا کی شادی اپنے نائب اگر آپ سے کر دی لیکن وہ ۱۲ ق م کو چل بسا۔ تب اوگستس نے تبریس کو مجبور کیا کہ وہ اگر آپ کی بیٹی ویسپا نیا (Vipsania) کو طلاق دے دے، چسے وہ دل سے چاہتا تھا اور جو لیا سے شادی کر لے جو دوسرے بیوہ ہو چکی تھی اور جس کے بطن سے دو بیٹے بنے جنہیں اوگستس تاج و تخت کا جائز وارث سمجھتا تھا۔ اگرچہ تبریس کے پاس تمام فوجی اور سول اختیارات تھے اور ریاست میں بھی اُس کا مرتبہ بڑا بلند تھا لیکن اس کے خلاف حقارت و نفرت کا جو طوفان اُٹھا اور وہ اسی تباہی بکنے والوں کے نامہ واحلوں کا بوجھ اور جو لیا کی براخلاقی اور رسوا کن افسانوں سے وہ بڑا ہی طول اور دل برداشتہ ہوا۔ آخر کار اُس نے جاہ و جلال کو خیر باد کہا اور جزیرہ رودس میں ایک عام شہر میں کی حیثیت سے زندگی گزارنے لگا۔

جو لیا کے دونوں بیٹے گیئس (GAIUS) اور لوسیئس (LUCIUS) جنہیں تبریس نے اپنے بیٹے بنا رکھا تھا اُن کی عمر نے وفات کی اور وہ جلدی ہی فوت ہو گئے۔ سائنہ میں لوسیئس بیماری میں مبتلا ہو کر مر گیا اور دو سال کے بعد ایک فوجی مہم کے دوران گیئس آرمینیا میں مارا گیا۔ اس عرصہ کے دوران جو لیا کے باپ نے اُس کی بدکرداری کی وجہ سے اُسے یہ سزا دی کہ اُسے جلا وطن کر دیا۔ اب پھر اوگستس نے تبریس کو رودس سے بلا بھیجا اور سکندریہ میں رہی طبعاً اُسے اپنا لقبی اور جانشین ہونے کا اعلان کر دیا۔ سائنہ میں وہ اوگستس کا رفیق کار بن گیا اور سائنہ میں پچپن برس کی عمر میں اوگستس کی وفات کے بعد اُس نے تمام اقتدار سلجھالی اور سر پر آرائے تخت ہوا۔

۲۔ تبریس کا دور حکومت :

تبریس کے طرز حکومت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ دانا اور قابل حکمران تھا۔ اُس نے اوگتیس کے نظام حکومت کی حرف بحرف تقلید کی اور اُس کے نقش قدم پر چلتا رہا۔ تمام صوبوں کے مختارانِ کار کے نزدیک وہ ہر دِل عزیز تھا کیونکہ وہ دیانت دارانہ مالیاتی پالیسیوں کا حامی تھا۔ اور اُس نے تجربہ کار گورنر تعینات کئے ہوئے تھے جو رعایا کی فلاح و بہبود سیکھنے سرگرم عمل تھے۔ وہ اراکین سینٹ کے ساتھ عزت و احترام سے پیش آتا اور طاقت کے بغیر ذمہ دارانہ استعمال سے گریز کرتا تھا۔ وہ عوام الناس کا منظورِ نظر نہ بن سکا کیونکہ وہ ”شکم پوری اور کھیل تماشے“ پر بے جا اسراف کی اجازت نہیں دیتا تھا۔ اور کچھ امراء و رؤساء بھی اُسے ناپسند کرتے تھے کیونکہ وہ قدرے سخت تھا اور عام میل جول سے گریز کرتا تھا۔ اُس کی زندگی کے آخری ایام میں اس پر رنج و الم کا سایہ رہا جس سے وہ دُکھا تیکھا اور شکی مزاج بن گیا۔

۳۔ تبریس کا کردار :

تبریس کے کردار کی تشکیل میں اُس کے رنج و مصائب کا بڑا عمل دخل رہا ہے اور اس سے اس امر کی وضاحت ہوتی ہے کہ اناجیل میں اس کے بارے میں ایسا رویہ کیوں اختیار کیا گیا ہے۔ وہ سخت گیر، غلو ت گزیر اور متلون مزاج تھا۔ اور اپنی زندگی کے آخری ایام میں وہ تند خو اور شکی مزاج ہو گیا۔ چونکہ اُس پر مصائب کے پیار ٹوٹ پڑے لہذا اُس کی غمگینی کو سمجھنے میں بڑی آسانی ہوتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ویسٹا نیاسے مجبوراً طلاق حاصل کرنے کے بعد وہ اپنی پہلی بیوی پر ایک نگاہِ غلط انداز ڈالا کرتا تھا لیکن اس میں پیار اور محبت کی تڑپ اور کسک مفقود تھی۔ اور جوتلیا کی عصمت فردشی اور جیاسوزی کی وجہ سے وہ بڑا اثر مسمار تھا اور اس بات نے اُسے تعزیرِ مذلت میں غرق کر رکھا تھا۔

خداوند یسوع نے غالباً ۳۰ء اور ۳۳ء کے درمیان بادشاہت کی خوشخبری کی منادی شروع کی۔ بدقسمتی سے ٹیسٹس (TACITUS) کی مصنفہ تاریخ کی پانچویں کتاب

اور چھٹی کتاب کا بیشتر حصہ جہیں تبریسیں کے اس دور کا ذکر کیا گیا تھا، کم ہو چکی ہیں لہذا اس زمانے کے تاریخی واقعات کے متعلق ہمارا علم بہت ہی محدود ہے۔ ۲۴ء میں تبریسیں کیسری چلا گیا تھا۔ اس دوران سیتجانس (SEJANUS) جو اس کا منظور نظر تھا اس نے تبریسیں کی اگر پینا (AGRIPPINA) اور نیرو کے ساتھ ناچاتی گراہی جس تینوں میں ٹھن گئی اور لڑائی جھگڑا شروع ہو گیا نیرو جلاوطن ہوا اور دروستس دوم (DRUSUS II) کو زندانی میں ڈال دیا گیا۔ ممکن ہے کہ ان پیچیدہ سازشوں کا صوبوں پر کوئی براہ راست اثر نہ ہوا مگر وحشت انگیز افواہوں اور بد امنی کی فضا کا رد فرماتھی۔ اس زمانے میں جب تبریسی گوشہ تنہائی میں تھا اور سیتجانس کی سلطنت و وجاہت کا ستارہ عروج پر تھا، فریسیوں اور ہیرودیسوں نے یسوع کے پاس آکر یہ سوال کیا کہ کیا قیصر کو جزیہ دینا روا ہے یا نہیں۔

ج۔۔ ٹیکس یا خراج:

ٹیکس یا خراج (لوقا۔ ۲۰: ۲۲؛ مرقس۔ ۱۲: ۱۳) سے وہ رائے دینے کا بلا واسطہ ٹیکس مرد ہے جو تمام افراد ادا کرتے تھے اور یہ بالواسطہ ٹیکس نہیں تھا جو مال یا زرعی اجناس پر واجب الادا تھا۔ وہ عبارت جو تبریسی کے منگے پر لکھی ہوئی تھی یہ تھی۔

“TIBERIUS CAESAR DIVI AUGUSTI FILIUS AGUSTUS”

اور اس کا ترجمہ یہ ہے ”تبریسی قیصر اگستس پسر اگستس جس کی مخالفت کی گئی۔“

یہ تحریر دراصل شہنشاہ نامدار کے دیوتا سے منسوب تھی اور اس سے کسی بھی یہودی کے مذہبی جذبات کی توہین کا پہلو نکلتا تھا کیونکہ کوئی شخص خدا ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتا تھا۔ اور رائج الوقت منگے پر یہ دل آزار تحریر یہودیوں کو مسلسل اس امر کی یاد دہانی کراتی تھی کہ وہ محکوم اور غلام ہیں۔ وہ رومی حکومت کے جوئے کو اتار پھینکنا چاہتے تھے اور ہرنئے مسیحا ہونے کا دعویٰ کرنے والوں نے ان کی ان تمناؤں اور آرزوؤں کا استحصال کیا۔ اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ خداوند یسوع کی حالات کی سنگینی کا پورا پورا

خیال تھا کیونکہ خطرات موجود تھے لہذا اُس نے اس خطرے کو بالکل ٹال دیا۔

خراج یا جزیہ کی رقم دینا نہ تھی۔ یہ چاندی کا سکہ امریکی سکہ ڈائیم (DIME) کے سائز کا ہے اور سترہ امریکی سینٹ کی قیمت کے برابر ہے اور پاکستان میں یہ کوئی ایک روپیہ سمجھ کر پیسے یعنی پونے دو روپے کے برابر ہوگا۔

وہ سکہ جو خداوند یسوع نے اپنے ہاتھ میں لیا وہ تمام بحیرہ روم کے ممالک میں رومی حکومت کے جاہ و جلال اور سطوت و اقبال کی علامت تھی۔ اُس سکہ پر حکمران بادشاہ کی شکل کا ہونا لازمی تھا کیونکہ یہی ایک ذریعہ تھا جس سے عوام الناس اپنے حاکم کی شکل و صورت سے آشنا ہو سکتے تھے۔ دینار کے سکہ پر اپنی شکل و صورت کی چھاپ سے ہی تبریئیں اپنی رعایا کو اپنے آپ سے روشناس کرا سکتا تھا کیونکہ لوگوں نے صرف اُس کا نام تو سنا تھا لیکن اسے دیکھنے کی سعادت سے محروم تھے۔ اسی قسم کے ایک سکہ کو ہاتھ میں لے کر خداوند یسوع نے فرمایا:-

”پس جو قیصر کا ہے قیصر کو اور جو خدا کا ہے خدا کو ادا کر دو۔“ (لوقا۔ ۲۰: ۲۵)

۳۔ یہودیہ کا حاکم

پنطس پیلاطس:

خداوند یسوع کی زندگی کے متعلق لوقا نے جو تاریخی تعارف کرایا ہے اُس میں تبریئیں کے علاوہ دوسرے اشخاص بھی تھے جن میں سرفہرست پنطس پیلاطس تھا۔

”پھر اُن کی ساری جماعت اٹھ کر اُسے پیلاطس کے پاس لے گئی۔ پیلاطس نے اُس سے پوچھا کیا تو یہودیوں کا بادشاہ ہے؟ اُس نے اُس کے جواب میں کہا تو خود کہتا ہے۔ پیلاطس نے سردار کا ہنوں اور عام لوگوں سے کہا میں اس شخص

میں کچھ قصور نہیں پاتا (لوقا - ۱۱:۲۳، ۳۱، ۴۲)۔

پنطس پیلاطس ^{۱۱}سنہ ۶۰ء میں یہودیہ کا حاکم مقرر ہوا۔ اور تبریس کی وفات سے ایک برس پیشتر یعنی ^{۱۲}سنہ ۶۸ء تک اپنے اس عہدہ جلیلہ پر فائز رہا۔ پیلاطس کے متعلق ہمیں کوئی خاص علم نہیں ہے سوائے اس کے کہ وہ یہودیہ میں حکمرانی کرتا تھا۔ اس زمانے کے بارے میں ہمیں اتنی ہی واقفیت ہے۔ ہمیں اس کی پیدائش، حسب و نسب یا اس کی صغر سنی کے متعلق قطعاً کچھ علم نہیں ہے۔ ٹیسٹس (TACITUS) نے مسیحوں پر شہنشاہ نیرو کے جبر و تشدد اور ظالمانہ طرز سلوک کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ مسیح جس سے مسیحی نام مشتق ہے۔ پنطس پیلاطس کی حکومت میں قتل ہوا۔ اس وقت تبریس شہنشاہ تھا۔ اس سوائے کے علاوہ اور جو کچھ نئے عہد نامہ میں مرقوم ہے۔ پنطس پیلاطس کے بارے میں ہمیں جو کچھ علم ہے وہ دو یہودی مصنفین یوسفوس (JOSEPHUS) مؤرخ اور سکندریہ کے فیلو (PHILO) کی کتابوں سے ماخوذ ہے۔

» پیلاطس کا طرز حکومت بے باکانہ اور عاقبت نااندیشانہ تھا۔ بے اھولی اور بے پروائی اس کی فطرت ثانیہ بن چکی تھی۔ مشہور مؤرخ یوسفوس نے لکھا ہے کہ ایک حوض کی تعمیر کے لئے زبردستی فراہم کرنے کی غرض سے اس نے ”پاک رقم“ کو استعمال کیا۔ جب لوگوں نے ہیکل کے خزانے کی بے حرمتی کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی تو اس نے لوگوں کے درمیان سادہ کپڑوں میں فرجیوں کو بھیج دیا جو بلوہ کرنے والوں اور تماشائیوں دونوں کو بڑا امتیاز زدہ و کوپ کرتے تھے۔ کئی لوگوں کو انہوں نے جان سے مار دیا اور بعضوں کو زخمی کر دیا۔ اگرچہ ہنگامہ برپا کرنے والا ہجوم منتشر ہو گیا لیکن پیلاطس اور بھیڑ کے مابین دشمنی کی خلیج وسیع ہوتی گئی۔“ ۱۔

¹ Tenny Merrill C. New Testament Times.

William B. Eerdmans Publishing Company.

Grand Rapid, Michigan. P. 155 — 156.

1965.

پیلاطس کا ہمعصر سکندریہ کا فلورس کے متعلق لکھا ہے کہ وہ "فطرتاً بے لچک
 لوح اور زعم باطل اور خود رانی میں کٹھن تھا" اس نے اس پر بد عنوانی، تشدد، انتحصال
 بالجبر کے الزامات عائد کئے ہیں۔ خداوند یسوع نے کچھ گیلیلیوں کا ذکر کیا تھا جن کا خون
 پیلاطس نے ان کے ذبیحوں کے ساتھ ملا لیا تھا۔ ممکن ہے کہ اسے شبہ ہو کہ وہ باغی ہیں۔
 اس کے کردار کی باطنی سختی صلیب کے واقعہ سے ظاہر ہوتی ہے جب اس نے سردار
 کاہنوں کے وادے کے باوجود صلیب پر لکھے ہوئے طنزیہ کتبے کو تبدیل کرنے سے انکار
 کر دیا۔ "یسوع ناصری یہودیوں کا بادشاہ" سردار کاہنوں کے اعتراض کرنے پر
 اس نے متکبرانہ انداز میں بڑا مختصر سا جواب دیا۔ "میں نے جو لکھ دیا وہ لکھ دیا"
 یوحنا۔ ۱۹: ۱۹-۲۲۔

سامریہ میں ایک واقعہ کے بعد پیلاطس کو شکندہ ہیں اس کے عہد سے ہٹا
 دیا گیا۔ ایک نبی نے سامریوں کو بتایا تھا کہ اگر وہ اسے کوہ گراذیم پر لیں تو وہ ان کو
 وہ جگہ بتائے گا جہاں ہیکل کے مقدس ظروف دفن کئے گئے ہیں۔ ایک تم غفیر جت ہو
 گیا۔ پیلاطس کے دل میں خوف پیدا ہوا کہ کہیں بغاوت نہ ہو جائے کیونکہ تمام لوگ مسلح
 تھے لہذا اس نے فوراً مداخلت کی اور سواروں اور پیدل سپاہیوں کی ایک پلیٹ بھیجی
 اس نے تھوڑی سی دیر میں مجمع کو تتر بتر کر دیا۔ کچھ لوگوں کو قتل کیا گیا اور کچھ زیر حراست
 ہوئے اور قاضیوں کے سر قلم کرنے کا فرمان جاری ہوا۔

۴۔ کورینس سورہ کا خاتمہ

کورینس کا پورا نام پبلیس سیلیسیس کورینس (PUBLIUS SILPICIUS)
 (QUIRINUS) تھا۔ رومی تاریخ میں اس نام کا یہ دوسرا شخص تھا۔ اور ایم۔
 ولبرین میسالا (M. VALERIUS MESSALA) کے ساتھ قنصل تھا۔

نئے عہد نامہ میں کورینٹس کے متعلق جو سب سے زیادہ دلچسپ سیاق و سباق لکھا ہے، وہ یہ ہے کہ یسوع اس وقت پیدا ہوا جب ”کورینٹس سورہ کا حاکم تھا“ (لوقا ۲:۲۴) یوسیف نے لکھا ہے کہ کورینٹس سند کے قریب گورنر مقرر ہوا تھا۔ لیکن یہ زمانہ اس کے بعد کا ہے جس کا تذکرہ مقدس لوقا نے کیا ہے کہ وہ سورہ کا گورنر تھا۔

مقدس لوقا کی انجیل میں بہت سی مشہور زمانہ ہستیوں کا ذکر ہے اور ان میں سے مشن از خردارے کورینٹس بھی ہے۔ بہت سے رومی مؤرخین نے بھی کورینٹس کے متعلق بہت کچھ لکھا ہے۔ مثلاً ٹیسٹس (TECITUS) نے اُس کے جنازے کے متعلق بڑی قیمتی معلومات فراہم کی ہیں۔ اُس کی تجہیز و تکفین سند میں ہوئی اور اُس کے تمام اخراجات خزانہ عامرہ سے ادا کئے گئے۔

”اس زمانہ میں تبریس نے سینٹ سے تحریری استدعا کی کہ کورینٹس کی تجہیز و تکفین سرکاری خرچ پر کی جائے۔ وہ لانو وییم (LANUVIUM) میں پیدا ہوا جہاں میونسپل کمیٹی تھی۔ فوج میں اُس نے اپنی بہترین صلاحیتوں کا مظاہرہ کر کے بڑا نام پیدا کیا۔ کاروبار میں بھی اُس کا دماغ خوب چلنا تھا اور قبضہ و گتس نے اُسے قسطل کے عہدہ جلیلہ پر فائز کیا۔ اُس نے سیلیشیا (CILICIA) میں ہونانا ڈلیس کے قلعوں پر تابڑ توڑ حملے کئے اور انہیں فتح کر کے عظمت و شہرت حاصل کی۔ آرمینیا کو سر کرنے کی ہمت میں اُس نے گیس قبضہ کی ہمرکابی کی لیکن اُس کے کردار میں پاکیزگی کی جھلک نہ تھی لہذا اُسے قدر و منزلت کی نگاہوں سے نہیں دیکھا جاتا تھا۔ اپنی پیرائے سالی میں بھی وہ ہوا و ہوس کا پرستار رہا اور جب اُس کی عظمت و شہرت بام عروج پر تھی۔ اُس کی تردامنی کی گناہ آلود یادیں اُسکے کردار کو داغدار بنا گئیں“۔

ایشیائے کوچک (موجودہ ترکیہ) میں بہت سے کپتے تھے جن سے صاف صاف

1. Vardaman Terry. Archaeology and the Living Word. Broadman Press Nashville, Tennessee.

P. 95. 1965.

ظاہر ہوتا ہے کہ جس طرح ٹیبیس نے لکھا ہے کہ کورینس سیلیشیا اور اس کے لواحق علاقوں میں حکومت کرتا تھا۔ علاوہ ازیں اس زمانہ میں نہ صرف سیلیشیا اور سوریا ایک دوسرے سے ملحقہ تھے بلکہ ان صوبوں کا ایک دوسرے سے تعلق تھا۔ ان کتبوں کی اساس پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ کورینس اس علاقے پر ۸-۷ ق م میں حکومت کرتا تھا۔

ان کتبوں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ کورینس نے سوریا کے علاقہ اپیمیا (APAMEA) میں مردم شماری کرائی (یقینی طور پر نہیں کہا جاسکتا کہ یہ وہی مردم شماری تھی جو سند میں ہوئی یا اس سے پہلے کی مردم شماری تھی جو ۸-۷ ق م کے لگ بھگ کرائی گئی تھی)۔

”کورینس کے حکم پر میں نے اپیمیا میں مردم شماری کرائی۔ اس کی کل آبادی سترہ ہزار ایک سو شہریوں پر مشتمل تھی۔ کورینس نے مجھے انوریا کے خلاف فوج کشی کا حکم صادر فرمایا۔ میں نے ان کے قلعہ کو فتح کر لیا جو کہ لبنان پر واقع تھا“

بعض مصنفین نے مقدس نوشتہ کے اس بیان پر اعتراض کیا ہے جس میں اُس نے لکھا ہے کہ کورینس نے یہودیہ میں مردم شماری کرائی کیونکہ یہودیہ اس زمانہ میں ہیرودیس کی عملداری میں تھا۔ سکوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اپیمیا کی ریاست بھی یہودیہ کی طرح خود مختار و آزاد تھی لیکن کتبے سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُسے بھی مجبوراً مردم شماری کرائی پڑی۔ یہودی مؤرخ یوسیبس کے مطابق آٹھویں صدی قبل مسیح کے بعد ہیرودیس عظیم کے اوگستس کے ساتھ اچھے مراسم نہ تھے اور اس کا پہلا سامریہ نہ رہا۔ اب اُس کی حیثیت ایک محکم بادشاہ کی سی تھی۔

ایک اور مشہور کتبہ ملا ہے جسے لپس ٹائبرٹینس (Lapis Tiburtinus) کا نام دیا گیا ہے۔ بہت سے قابل مؤرخین نے کہا ہے کہ یہ کورینس کے متعلق ہے۔ یہ کتبہ ۱۸۲۸ء میں روما میں ملا تھا اس کا ترجمہ درج ذیل ہے:-

”سپلیسینس کورینس تفصل کرتے اور کرینے کا حاکم تھا۔ شہنشاہ اوگستس کے نائب کی حیثیت سے اُسے سوریا اور فنیکی طے اس نے ہوموناٹس (HOMONAEIS)

قبیلے کے خلاف چڑھائی کی کیونکہ اُس نے بادشاہ انتاس کو قتل کر دیا تھا جب وہ شہنشاہ
قیصر اگستس اور اہل روم کی راجدھانی میں واپس آیا تو اس فتح و نصرت کی وجہ سے
سینٹ نے لافانی دیوتاؤں کے حضور شکرانہ ادا کیا اور قنصل کو انعام و اکرام سے نوازا
گیا۔ نائب کی حیثیت سے اُسے ایشیا کا صوبہ دیا گیا اور شہنشاہ اگستس کی وصیت کی
رُو سے اُسے سوریہ اور فینیکس دیئے گئے۔^{۱۲}

یہ کتنی بدقسمتی ہے کہ وہ شخص جس نے ایسے کارہائے نمایاں سر انجام دیئے اس
کا نام ان کتبوں سے مٹ گیا ہے۔ اور اس گمشدہ شخص کو معلوم کرنے کی جتنی کوششیں
ہوئی ہیں ان سے یہی نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ یہ شخص کورینس ہی ہو سکتا ہے۔ پس اگر
یہ شناخت درست ہے تو یہ تحریر ظاہر کرتی ہے کہ کورینس دومرتبہ سوریہ کا حاکم مقرر ہوا تھا۔
اس تشریح سے معلوم ہوتا ہے کہ یوسیفس نے کورینس کی دوسری مرتبہ کی گورنری کے متعلق
ذکر کیا ہے جب وہ لکھتا ہے کہ کورینس^{۱۳} میں سوریہ آیا تھا۔

کیا اس وقت کے ذہن میں کورینس کی اس سے پیشتر یعنی^{۱۴} حکومت کی گورنری
تھی؟ اگر یہ بات اس طرح سے ہے تو کورینس غیر معمولی حیثیت سے فوجی مہم پر آیا تھا کہ
”بدامنی کو فرو کرے“ یا وہ ”نائب“ کی حیثیت سے آیا تھا کیوں کہ سیٹرنینس
(SATURNINUS) اس زمانے میں غیر فوجی گورنر تھا۔

نتیجہ

کورینس کے متعلق بحث تکل ہوئی تو ہمارے اس کام کا بھی وقت بالخصوص ہوا۔
خداوند مسیح کی پیدائش اور اُس کی مصلوبیت کا بیان ہمارا مقصدِ اولیٰ تھا اور اس
کہانی کو آثارِ تدبیر کی شہادتوں سے ثابت کرنے کی سعی کی گئی ہے۔ ہم نے فلسطین

^{۱۲} Vardaman Terry. Archaeology and the Living

Word. Broadman Press Nashville, Tennessee.

P. 96. 1965.

کے گرد و فواح کے متعلق مفصل بحث کی ہے اور زیادہ تر اسی سرزمین پر توجہ مبذول رہی ہے لیکن حقائق کو معلوم کرنے کی غرض سے ہم نے ان تمام مقامات سے حقائق و شواہد فراہم کرنے کی کوشش کی ہے جہاں ان صدیوں میں یہودی قوم رہتی رہی ہے بہر حال یہ کوئی نہیں جانتا کہ مشرق کی سرزمین سے کب کسی مقام سے کوئی آثارِ قدیمہ کا مواد دستیاب ہو جو عہدِ جدید کی اقوام اور مقامات کے متعلق روشنی ڈالے کیونکہ فلسطین کے متعلق روابط لا تعداد اور مختلف النوع ہیں۔

اسی اثناء میں یہ بات قابلِ توجہ ہے کہ انجیل مقدس کا وہ زمانہ جو بہت سے تاریخی انجیل جلیل کے لئے عملاً بند ہے وہ جاذبیت اور کشش سے خالی نہیں ہے۔ وہ تورات میں جن کا بائبل سے کوئی تعلق نہیں ہے ان کی تحریرات اور دورِ جدید کی آثارِ قدیمہ و لولہ انگیز دریافتوں میں ایسی معلومات موجود ہیں جن سے انجیل مقدس کی دستاویزات کو رتب کرنے میں یک گونہ سرور حاصل ہوتا ہے۔ یہ بات بالکل واضح ہے کہ تورات ہیخ عالم کے راق میں انجیل مقدس کے بیانات کی جڑیں بہت گہری ہیں۔ بے شمار نکات کے سلسلہ آثارِ قدیمہ کی دریافتیں انجیل مقدس کی کہانی میں اضافے، تشریح اور تائید کا باعث ہیں۔ اور ہم محسوس کرنے لگے ہیں کہ انجیل مقدس کا وہ زمانہ جو غیر واضح اور مبہم نظر آتا ہے اُن ننھی مٹی مگر معنی خیز روشنیوں سے جگمگا رہا ہے جو تاریکی کو چیر کر جدید عالم کو نئے نور بنا دیتی ہیں۔

بائبل مقدس کی دستاویزات اور وہ تاریخی کتابیں جن کا بائبل سے تعلق نہیں ہے آثارِ قدیمہ کے ماہرین کی دریافتوں کے ارتباط نے آج تک اتنے شاندار نتائج مرتب کئے ہیں کہ ہم پُر امید ہیں کہ مستقبل قریب میں تاریخ کا یہ زمانہ جس کے متعلق ابھی زیادہ معلومات حاصل نہیں ہیں نئی آب و تاب سے جلوہ فگن ہوگا۔

ہم نے زیر تصنیف کتاب میں تقریباً پینتیس سال کے عرصہ کے متعلق بحث کی ہے لیکن ۴- ق. م تا ۱۰۰۰ ق. م کے متعلق آثارِ قدیمہ کے بے حد مفید شواہد موجود ہیں۔ یہ سرگزشت بعنوان ”اعمال کی کتاب اور رسولوں کے خطوط کی

تاریخ کا آثارِ تدبیر سے ثبوت " انشاء اللہ آئندہ کسی وقت ہدیہ ناظرین کی
جائے گی ۔

پاوری عمانوئیل ناصر

مطبوعہ :- نیو اصلاح برقی پریس

سرکل روڈ - گوجرانوالہ

فون ۳۰۹۳

کیلیگرافی :- امتیاز انقلم گوجرانوالہ